

حسن البیان

فی تفسیر القرآن

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي
لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ

وہی سیدہ سیدہ راستہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے



سید فضل الرحمن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حسن البیان

فی تفسیر القرآن

حصہ ہفتم

سورۃ الباء، سورۃ الفاطر، سورۃ یسین، سورۃ الصّٰفّٰت، سورۃ ص، سورۃ الزمر، سورۃ المؤمن
سورۃ حم السجدہ، سورۃ الشوریٰ، سورۃ الزخرف، سورۃ الدخان، سورۃ الجاثیہ،
سورۃ الاحقاف، سورۃ محمد، سورۃ الفتح، سورۃ الحجرات، سورۃ ق، سورۃ الذاریۃ، سورۃ طور

سید فضل الرحمن



زوار الیہی پبلکیشنز

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	احسن البیان فی تفسیر القرآن
حصہ ہفتم	تفسیر سورۃ السبات سورۃ الطور
مؤلف	سید فضل الرحمن
کتابت قرآن کریم	سید اشرف علی
تعداد	ایک ہزار
اشاعت اول	جمادی الاول ۱۴۲۷ھ / جون ۲۰۰۶ء
صفحات	۴۷۲
کمپوزنگ	سید ناصر ابوالخیر
اسکیٹنگ - قرآنی آیات	شاہد آفریدی

﴿ ملنے کے پتے ﴾

دارالاشاعت	اردو بازار، کراچی
فضلی بک سپر مارکیٹ	اردو بازار، کراچی، فون: ۲۲۱۲۹۹۱
اسلامی کتب خانہ	بنوری ٹاؤن، کراچی، فون: ۳۹۲۷۱۵۹
مکتبۃ الانور	بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبۃ انعامیہ	اردو بازار، کراچی، فون: ۲۲۱۶۸۱۴
بیت الکتاب	گلشن اقبال، بالمقابل اشرف المدارس، کراچی
کتاب سرائے	فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: ۳۲۰۳۱۸
ادارۃ اسلامیات	۱۹۰، انارکلی۔ لاہور، فون: ۲۳۳۹۹۱، ۳۵۳۲۵۵
مکتبۃ البخاری	نزد صابری مسجد، گلستان کالونی مرزا آدم خان روڈ،
	لیاری، کراچی۔ فون: ۲۱۴۰۸۶۵-۳۰۰
مکتبۃ فیض القرآن	قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی، ۲۲۱۷۷۷
مکتبۃ القادر	نزد جامعہ خیر العلوم، خیر پور ٹامیوالی۔ بھاو پور

زوار اکاڈمی پبلی کیشنز

۱-۱۷/۱، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰

www.zawwaracademy.org

فہرست عنوانات

۳۹	کفر و شرک کا انجام	۱۱	سورة الباء
۴۰	قرآن اور رسولؐ کی تکذیب	۱۱	وجہ تسمیہ
۴۲	کافروں کو نصیحت	۱۱	تعارف
۴۳	حق کا یقینی غلبہ	۱۱	مضامین کا خلاصہ
۴۴	کفار کا انجام	۱۲	حمد و ثنا کی سزاوارذات
۴۶	سورة الفاطر	۱۳	قیامت کا یقینی طور پر آنا
۴۶	وجہ تسمیہ	۱۵	قیامت کے دلائل
۴۶	تعارف	۱۷	حضرت داؤدؑ کی فضیلت
۴۶	مضامین کا خلاصہ	۱۹	حضرت سلیمانؑ کی فضیلت
۴۷	اللہ کی تحمید و اثبات توحید	۲۲	حضرت سلیمانؑ کی وفات
۴۸	اثبات توحید و رسالت	۲۳	قوم سبا پر اللہ کا انعام
۴۹	انسان کا ازلی دشمن	۲۴	قوم سبا کی بربادی
۵۰	نیکی اور بدی میں امتیاز	۲۵	قوم سبا کی حماقت
۵۱	اثبات حشر	۲۷	بنی آدم کے بارے میں شیطانی گمان
۵۲	عزت کا انحصار	۲۸	مشرکین کی جہالت
۵۴	قضا و قدر کا اثبات	۳۰	حقیقی رازق
۵۵	اثبات توحید	۳۲	اثبات رسالت و قیامت
۵۶	متصرف کامل	۳۴	کافروں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی
۵۸	اللہ کی بے نیازی	۳۶	مال و اولاد پر بھروسہ
۵۹	مومن و کافر کی مثال	۳۷	اعمال کا ذہر اجر

۸۸	کافروں کی سنگ دلی	۶۱	منکرین توحید کی تہدید
۸۹	قیامت کا اچانک آنا	۶۳	مومنین کی صفات
۹۰	فخرِ نبیانی	۶۴	قرآن کے وارث
۹۱	اہل جنت کے انعام	۶۵	کتاب کے وارثوں کی نجات
۹۲	اہل جہنم کی ذلت و رسوائی	۶۷	کافروں کا حال
۹۳	کفر کا انجام	۶۸	کفر کا وبال
۹۵	قدرت الہی کی مثال	۶۹	باطل معبودوں کی بے بسی
۹۶	آپ ﷺ اور شاعری	۷۱	مشرکین کی بدعہدی
۹۷	اللہ کی نشانیاں	۷۲	سرکش قوموں کا انجام
۹۹	حشر و نشر کا اثبات	۷۴	سورة یٰسین
۱۰۰	حاکم مطلق	۷۴	وجہ تسمیہ
۱۰۲	سورة الصفّت	۷۴	تعارف
۱۰۲	وجہ تسمیہ	۷۵	مضامین کا خلاصہ
۱۰۲	تعارف	۷۵	حروف مقطعات
۱۰۲	مضامین کا خلاصہ	۷۵	رسالتِ محمدیہ کا اثبات
۱۰۳	اثبات توحید	۷۶	مکذبین کی مثالیں
۱۰۴	آسمان دُنیا کی زینت	۷۸	اصحابِ قریہ کی مثال
۱۰۵	منکرینِ حشر کی جہالت	۸۰	ایک مرد صالح کی نصیحت
۱۰۷	منکرینِ حشر کا انجام	۸۱	قوم کی اصلاح کی کوشش
۱۰۸	کفار کا ایک دوسرے کو الزام دینا	۸۲	جنت میں داخلہ
۱۱۰	اللہ کی طرف سے کافروں کی تکذیب	۸۳	سابقہ قوموں کے احوال سے عبرت
۱۱۰	اہل جنت کے احوال	۸۴	مظاہرِ قدرت سے حشر و نشر پر استدلال
۱۱۲	کافر دوست کا حال	۸۵	قدرت الہی کی نشانی
۱۱۴	کافروں کی آزمائش	۸۷	قدرت الہی کی ایک اور نشانی

۱۴۴	حضرت داؤد کو زمین پر خلیفہ بنانا	۱۱۵	اہل دوزخ کا حال
۱۴۶	تخلیق کائنات کی حکمت	۱۱۷	حضرت نوح کا واقعہ
۱۴۷	جہاد کے گھوڑے	۱۱۸	حضرت ابراہیم کا واقعہ
۱۴۸	حضرت سلیمان کی آزمائش	۱۱۹	حضرت ابراہیم کا حیلہ
۱۵۰	حضرت ایوب کا واقعہ	۱۲۱	بیٹے کی قربانی کا حکم
۱۵۲	حضرت ایوب کی قسم	۱۲۳	ذبح عظیم
۱۵۲	ابراہیم و الحق و یعقوب وغیرہ کا ذکر	۱۲۴	حضرت موسیٰ و ہارون پر اللہ کے انعام
۱۵۳	آخرت کا انعام	۱۲۵	حضرت الیاس کا واقعہ
۱۵۵	سرکشوں کا انجام	۱۲۶	حضرت لوط کا واقعہ
۱۵۶	اعلان توحید و رسالت	۱۲۷	حضرت یونس کا واقعہ
۱۵۷	تخلیق آدم	۱۲۹	مشرکین کی جہالت و بے وقوفی
۱۵۸	ابلیس پر لعنت	۱۳۱	ہدایت و گمراہی کا اختیار
۱۶۰	منکرین کو نصیحت	۱۳۲	عذاب الہی میں عجلت کا مطالبہ
۱۶۱	سورة الزمر	۱۳۴	سورة ص
۱۶۱	وجہ تسمیہ	۱۳۴	وجہ تسمیہ
۱۶۱	تعارف	۱۳۴	تعارف
۱۶۲	مضامین کا خلاصہ	۱۳۴	مضامین کا خلاصہ
۱۶۲	شرک کا ابطال	۱۳۵	حروف مقطعات
۱۶۴	قدرت الہی کے مظاہر	۱۳۵	سابقہ قوموں کی ہلاکت کی وجہ
۱۶۶	اللہ کی بے نیازی اور انسان کی ناشکری	۱۳۶	کفار کا تعجب و اعتراض
۱۶۷	فرماں بردار و نافرمان	۱۳۷	آپ کی رسالت پر مشرکین کا اعتراض
۱۶۹	ہجرت کے فضائل	۱۳۹	عاد و ثمود اور فرعون وغیرہ کا حال
۱۷۰	صریح خسارے والے	۱۴۱	حضرت داؤد کا حال
۱۷۲	اہل اطاعت کو خوشخبری	۱۴۲	ایک عجیب مقدمہ

۲۰۴	حروف مقطعات	۱۷۳	جنت کے بالا خانے
۲۰۴	توبہ کی فضیلت	۱۷۴	زمین کے چشمے
۲۰۶	مکذبین کا انجام	۱۷۵	آیات قرآنی کی تاثیر
۲۰۸	مومنوں کے لئے فرشتوں کی استغفار	۱۷۷	ظالموں کا انجام
۲۰۹	کفار کی ہلاکت ابدی	۱۷۸	شرک و تو حید کی ایک مثال
۲۱۱	حاکم اعلیٰ	۱۸۰	سب سے بڑا ظالم
۲۱۲	حشر کی ہولناکی	۱۸۱	اللہ کی کفایت
۲۱۳	انبیاء کی تکذیب کا انجام	۱۸۴	نیند کی حقیقت
۲۱۵	فرعون کی شقاوت و بد بختی	۱۸۵	سفارش کی حقیقت
۲۱۶	قوم فرعون کے ایک مرد مومن کا قصہ	۱۸۶	مشرکین کی بے بسی
۲۱۸	قوم فرعون کو مومن کی تنبیہ	۱۸۸	مشرکین کی دو عملی
۲۱۹	قوم فرعون کی سرکشی و تکبر	۱۹۰	بے پایاں رحمت
۲۲۱	دنیا و آخرت کی حقیقت	۱۹۲	کفار کی ندامت
۲۲۲	آل فرعون کا انجام	۱۹۳	مکذبین کا انجام
۲۲۵	آل فرعون کی ذلت و خواری	۱۹۴	حقیقی خسارے والے
۲۲۶	انبیاء و مومنین کی نصرت	۱۹۵	آپ ﷺ کو شرک کی دعوت
۲۲۸	کائنات کی تخلیق	۱۹۶	اللہ کی عظمت شان
۲۲۹	بندگی کی شرط	۱۹۷	قیامت کی ہولناکیاں
۲۳۰	انعامات خداوندی	۱۹۹	کافروں کا انجام
۲۳۲	آدمی کی حقیقت	۲۰۱	مومنوں کا انجام
۲۳۴	مشرکین کا انجام	۲۰۳	سورة المؤمن
۲۳۶	فتح و نصرت کا وعدہ	۲۰۳	وجہ تسمیہ
۲۳۷	چوپایوں میں منافع	۲۰۳	تعارف
۲۳۸	بے سود توبہ و ندامت	۲۰۴	مضامین کا خلاصہ

سورة طہ السجدہ

۲۶۷	وجہ تسمیہ	۲۴۰	وجہ تسمیہ
۲۶۷	تعارف	۲۴۰	تعارف
۲۶۷	مضامین کا خلاصہ	۲۴۰	مضامین کا خلاصہ
۲۶۸	حروف مقطعات	۲۴۰	حروف مقطعات
۲۶۸	وحی الہی کی کیفیت	۲۴۱	مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی
۲۷۰	حشر کا یقینی دن	۲۴۱	مومنین کا دائمی اجر
۲۷۱	تمام خزانوں کا مالک	۲۴۳	آسمان وزمین کی تخلیق
۲۷۳	مشرکین پر تو حید کا گراں ہونا	۲۴۴	مشرکین کو دھمکی
۳۲۷۴	آپ کو دعوت حق کا حکم	۲۴۶	عاد و ثمود کا انجام
۲۷۵	قیامت کا استہزاء	۲۴۷	منکرین کے خلاف اُن کے اعضاء کی گواہی
۲۷۷	نیکوں کے ثواب میں زیادتی	۲۴۹	کفار کو ملامت
۲۷۸	مومنوں کو بشارت	۲۵۰	کفار پر شیاطین کا تسلط
۲۸۰	مومنوں پر انعامات	۲۵۱	منکرین آیات الہی کا انجام
۲۸۲	قدرت کی نشانیاں	۲۵۳	مومنین کا اعزاز و اکرام
۲۸۳	سمندروں کی تسخیر	۲۵۴	صفات حمیدہ
۲۸۴	مومنین کی صفات	۲۵۵	توحید کے دلائل
۲۸۶	عدل کے ساتھ بدلہ لینا	۲۵۷	منکرین کی کج روی
۲۸۷	کفار کی ذلت و رسوائی	۲۵۸	ہدایت و شفا کا ذریعہ
۲۸۹	انسان کا ناشکر اپن	۲۶۰	حضرت موسیٰ کی تکذیب
۲۹۰	وحی کے مراتب و کیفیات	۲۶۱	کافروں کا انجام
۲۹۳	سورة الزخرف	۲۶۲	عذاب شدید کی وعید
۲۹۳	وجہ تسمیہ	۲۶۴	بڑی گمراہی
۲۹۳	تعارف	۲۶۵	سورة الشوریٰ
۲۹۳	مضامین کا خلاصہ	۲۶۷	

۳۲۵	قوم فرعون کی آزمائش	۲۹۳	حروف مقطعات
۳۲۶	قوم فرعون کا انجام	۲۹۴	اقوام سابقہ کے احوال سے عبرت
۳۲۸	فرعون سے نجات	۲۹۵	سواری پر بیٹھنے کے آداب
۳۲۹	مشرکین کا انکار قیامت	۲۹۷	بیٹی کی پیدائش پر رنجیدہ ہونا
۳۳۰	فیصلے کا دن	۲۹۹	باپ دادا کی اندھی تقلید
۳۳۱	منکرین قیامت کا انجام	۳۰۰	حضرت ابراہیم کا اعلان توحید
۳۳۲	اہل تقویٰ کا حال	۳۰۲	عطیہ نبوت و رسالت
۳۳۳	سورة الجاثیہ	۳۰۴	ذکر الہی سے اعراض کی سزا
۳۳۴	وجہ تسمیہ	۳۰۶	نعمت عظمیٰ
۳۳۴	تعارف	۳۰۷	قوم فرعون کا حال
۳۳۵	مضامین کا خلاصہ	۳۰۹	قوم فرعون کی حماقت
۳۳۵	حروف مقطعات	۳۱۰	حضرت عیسیٰ کی مثال
۳۳۵	قدرت کاملہ کی نشانیاں	۳۱۳	حضرت عیسیٰ کا پیغام توحید
۳۳۶	کفار کی بے بسی	۳۱۴	جنت کی نعمتیں
۳۳۷	اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۳۱۶	اہل جہنم کا دائمی عذاب
۳۳۹	بنی اسرائیل میں فرقہ بندی	۳۱۸	معبود حقیقی
۳۴۰	مومن و کافر کے مراتب	۳۱۹	عاجز و بے اختیار معبود
۳۴۲	باطل عقائد	۳۲۱	سورة الدخان
۳۴۴	آخرت کے احوال	۳۲۱	وجہ تسمیہ
۳۴۵	منکرین قیامت کا حال	۳۲۱	تعارف
۳۴۶	دائم عذاب	۳۲۱	مضامین کا خلاصہ
۳۴۸	سورة الاحقاف	۳۲۲	حروف مقطعات
۳۴۸	وجہ تسمیہ	۳۲۲	قضا و قدر کے فیصلوں کی رات
۳۴۸	تعارف	۳۲۳	دخان مبین

۳۷۹	منافقین کا جہاد سے دہشت زدہ ہونا	۳۳۸	مضامین کا خلاصہ
۳۸۱	منافقین کو شیطانی دھوکہ	۳۳۹	حروف مقطعات
۳۸۲	منافقین کی کینہ پروری	۳۳۹	کائنات کی تخلیق کا مقصد
۳۸۳	جہاد سے بچنے کے لئے صلح کی ممانعت	۳۵۰	منکرین کی تکذیب اور افتراء
۳۸۵	اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا	۳۵۲	قرآن کی سچائی کی شہادت
۳۸۷	سورة الفتح	۳۵۳	کفار کی ذہنیت
۳۸۷	وجہ تسمیہ	۳۵۵	والدین کے حقوق
۳۸۷	تعارف	۳۵۷	نافرمان اولاد
۳۸۷	مضامین کا خلاصہ	۳۵۹	کافروں کے نیک کاموں کا بدلہ
۳۸۸	فتح مبین	۳۶۰	حضرت ہود کی دعوت توحید
۳۹۲	بزل سلکیت	۳۶۱	دردناک عذاب کی آندھی
۳۹۵	آپ ﷺ کی صفات	۳۶۲	قوم عاد کا انجام
۳۹۷	منافقین کے حیلے بہانے	۳۶۳	جنات کا قرآن سننا
۴۰۰	خیبر میں ساتھ لے جانے کی ممانعت	۳۶۶	کفار کا اقرار
۴۰۱	مستقبل کے معرکوں کی خبر	۳۶۷	آپ کو صبر کی تلقین
۴۰۳	بیعت رضوان	۳۶۹	سورة محمد
۴۰۴	مغانم کی بشارت	۳۶۹	وجہ تسمیہ
۴۰۶	مشرکین پر غلبہ	۳۶۹	تعارف
۴۰۷	حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی مصلحت	۳۶۹	مضامین کا خلاصہ
۴۰۹	آپ ﷺ کا خواب	۳۷۰	اعمال کی بربادی
۴۱۰	صحابہ کرام کے اوصاف	۳۷۱	جہاد میں سختی کا حکم
۴۱۳	سورة الحجرات	۳۷۳	اقوام سابقہ کا انجام
۴۱۳	وجہ تسمیہ	۳۷۵	اہل سعادت کے انعامات
۴۱۳	تعارف	۳۷۷	منافقین کی جہالت

۴۴۷	سورة الذاریت	۴۱۳	مضامین کا خلاصہ
۴۴۷	وجہ تسمیہ	۴۱۳	رسول اللہ کے آداب و حقوق
۴۴۷	تعارف	۴۱۶	آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کے ثمرات
۴۴۷	مضامین کا خلاصہ	۴۱۷	آپ ﷺ کا ادب و احترام
۴۴۷	منکرین حشر کا انجام	۴۱۸	فاسق کی خبر کی تحقیق
۴۴۹	پرہیز گاروں کی صفات	۴۲۱	مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانا
۴۵۱	حضرت ابراہیم کے مہمان	۴۲۳	باہم مذاق اڑانے کی ممانعت
۴۵۳	قوم لوط کی ہلاکت	۴۲۴	بدگمانی اور غیبت کی ممانعت
۴۵۴	قوم فرعون اور عاد و ثمود کا حال	۴۲۶	فضیلت و بزرگی کا معیار
۴۵۶	ہر نوع میں جوڑے بنانا	۴۲۷	ایمان اور اسلام کا فرق
۴۵۷	جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد	۴۲۹	اعراب کا احسان جتنا
۴۶۰	سورة الطور	۴۳۱	سورة ق
۴۶۰	وجہ تسمیہ	۴۳۱	وجہ تسمیہ
۴۶۰	تعارف	۴۳۱	تعارف
۴۶۰	مضامین کا خلاصہ	۴۳۲	مضامین کا خلاصہ
۴۶۰	کفار کا انجام بد	۴۳۲	حروف مقطعات
۴۶۳	پرہیز گاروں کا انعام	۴۳۲	کلام خداوندی کی عظمت
۴۶۴	اہل جنت کا اظہارِ اطمینان	۴۳۳	زمین اور اس کی نعمتیں
۴۶۶	منکرین کی بے عقلی	۴۳۵	امم سابقہ کی ہلاکت
۴۶۷	قدرت کاملہ کا اظہار	۴۳۸	رگ جان سے قریب
۴۶۹	منکرین کی ضد اور عناد	۴۴۰	مشرکین کا انجام
		۴۴۲	جہنم کی وسعت
		۴۴۴	مشرکین مکہ کو تنبیہ
		۴۴۵	قیامت کے روز زمین کا پھٹنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة السبا

وجہ تسمیہ: اس سورت میں ملک سبا کی سرسبزی و شادابی اور پھر اس کی تباہی اور بربادی کا ذکر ہے اس لیے اس سورت کا نام السبا ہو گیا۔

تعارف: اس میں ۶ رکوع، ۵۴ آیتیں، ۸۸۳ کلمات اور ۳۵۱۲ حروف ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، قتادہ اور ابن عطیہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ سورت سب کے نزدیک مکی ہے سوائے ویر الذین اوتو العلم۔ (آیت: ۶) کے۔ (مواہب الرحمن ۲۲/۱۳۱، روح المعانی ۲۲/۱۰۲) قوم سبا کو اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ مگر وہ دنیاوی عیش و عشرت میں مست ہو کر کفرانِ نعمت کر بیٹھے، جس کا انجام تباہی و بربادی ہوا۔

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: سورت کی ابتدا میں بیان کیا گیا ہے کہ حمد و ثناء صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے، پھر قیامت کا یقینی طور پر آنا اور اس کے دلائل کا بیان ہے۔
- رکوع ۲: حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی فضیلت کا بیان ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے احوال اور قوم سبا پر اللہ تعالیٰ کا انعام مذکور ہے۔ اس کے بعد قوم سبا کی بربادی اور بنی آدم کے بارے میں شیطان کا گمان بیان کیا گیا ہے۔
- رکوع ۳: شروع میں مشرکین کی جہالت بیان کی گئی ہے۔ پھر اثبات رسالت اور منکرین کی جہالت و بے عقلی کا بیان ہے۔
- رکوع ۴: کافروں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کا بیان ہے۔ پھر ان کے اس دعوے کی تردید ہے کہ مال

و دولت کی کثرت اللہ کے ہاں ان کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

رکوع ۵: ابتدا میں اعمال کے دو ہرے اجر اور کفر و شرک کے انجام کا بیان ہے، پھر مشرکین کی طرف سے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا بیان ہے۔

رکوع ۶: اس میں حق کا یقینی طور پر باطل پر غالب آنا اور آخرت میں کفار کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

حمد و ثناء کی سزاوار ذات

۱-۲: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَدُنْهٖ مَآفِی السَّمٰوٰتِ وَمَآفِی الْاَرْضِ وَلَدُنْهُ
الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱ یَعْلَمُ مَا
یَلِیْجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ
وَمَا یَعْرُبُ فِیْهَا ۝۲ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۳

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور آخرت میں بھی اسی کی حمد ہے اور وہی حکمتوں والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے۔ اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے اور وہ انتہائی رحم کرنے والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

یلج: وہ داخل ہوتا ہے، وہ گھستا ہے۔ وُلُوج سے مضارع۔

یغرج: وہ چڑھتا ہے۔ عُرُوج سے مضارع۔

تشریح: دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔ وہی تمام آسمانی و زمینی چیزوں کا بلا شرکت غیرے حقیقی خالق و مالک اور حاکم ہے۔ وہ نہایت حکمت و خبرداری کے ساتھ ان کی تدبیر کرتا ہے۔ اس لیے ہر قسم کی تعریف اور حمد و ثناء کا تنہا وہی سزاوار ہے اور وہی معبود حقیقی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کے قبضہ قدرت اور اسی کے تصرف میں ہے۔ اس کا علم اتنا وسیع اور بے پایاں ہے کہ اس سے کوئی چیز مخفی اور کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ وہ خوب جانتا ہے ہر اس چیز کو جو زمین میں داخل ہوتی ہے جیسے بارش کا پانی، مردے مختلف قسم کے بیج وغیرہ، اور جو زمین سے نکلتی ہے جیسے چشموں کا پانی، نباتات، جواہر اور معدنیات

وغیرہ۔ وہ اس کو بھی خوب جانتا ہے جو آسمان سے اترتا ہے، جیسے وحی، فرشتے، بارش، کڑک، برف اور رزق وغیرہ، اور جو آسمان میں چڑھتا ہے جیسے بندوں کے اعمال، دعائے کلمات اور روح وغیرہ۔ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے کہ ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کی خبر رکھنے کے باوجود ان کو فوراً سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ وہ گناہوں سے توبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیں۔ وہ ایسا بخشنے والا ہے کہ بندہ جب بھی خلوص دل سے اس کے آگے جھکتا ہے اور اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی طلب کرتا ہے تو وہ فوراً معاف فرما دیتا ہے۔

(ابن کثیر ۵/۲۵، روح المعانی ۱۰۳/۱۰۴، ۲۲)

قیامت کا یقینی طور پر آنا

۶-۳ : وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَوَعَدُ رَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عِلْمُ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۚ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٌ ۝ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّبِينٍ ۝

اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ قسم ہے میرے رب کی جو عالم الغیب ہے وہ تم پر ضرور آئے گی۔ ایک ذرے کے برابر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز اس (ذرے) سے چھوٹی اور بڑی ایسی نہیں جو کتاب میں (درج) نہ ہوتا کہ (اللہ) ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو بدلہ دے۔ انہی لوگوں کے لیے (اللہ کی طرف سے) مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے میں لگے رہے انہی کے

لیے سخت دردناک عذاب ہے، اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ دیکھ لیں گے کہ (یہ قرآن) جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، سراسر حق ہے، اور وہ خدائے غالب و حمید تک (پہنچنے والے) راستے کی راہنمائی کرتا ہے۔

يَغْزُبُ: وہ غائب ہوتا ہے، وہ چھپتا ہے۔ غَرْوْتُ سے مضارع۔

مِثْقَالُ: برابر، ہم وزن، بھاری ہونا۔ ثِقْلٌ وَ ثِقَالَةٌ سے اسم بھی اور فعل بھی۔ جَمْعٌ مِثْقَالٌ۔

مُعْجِزِينَ: عاجز کرنے والے، ہرانے والے، نیچا دکھانے والے۔ مُعَاجِزَةٌ سے اسم فاعل۔

رَجَزٌ: سخت، عذاب، آفت۔

تشریح: قرآن کریم میں تین مقامات ایسے ہیں جہاں قیامت کے آنے کو قسم کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک تو یہی سورہ سبا کی آیت نمبر ۳ ہے جس میں کافروں کے انکار قیامت کا ذکر کر کے قسم کے ذریعے اس کا جواب دیا گیا ہے۔

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلٌّ أَمْ وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝۵۱

۲۔ اور لوگ آپ سے معلوم کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا واقعی حق ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم اس کا آنا یقیناً حق ہے اور تم اللہ کو (قیامت کے لانے سے) عاجز نہیں کر سکتے۔ (یونس: ۵۳)

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝

۳۔ کافروں کا خیال ہے کہ قیامت کے روز وہ زندہ کر کے نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمہیں تمہارے اعمال کے بارے میں بتایا جائے گا اور اللہ پر یہ

بہت ہی آسان ہے۔ (التغابن: ۷)

مشرکین و منکرین دنیاوی زندگی پر بھروسہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ ان پر قیامت نہیں آئے گی اس لیے ان کو کسی قسم کے عذاب و حساب کا خوف اور اندیشہ نہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان منکرین قیامت کو بتا دیجئے کہ قیامت ضرور آئے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت لانے پر پوری طرح قادر

ہے۔ اس کے آنے کا وقت اس کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ قیامت کے روز وہ مومن و کافر سب کو زندہ فرمائے گا خواہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر خاک بن گئی ہوں۔ وہ اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں۔ وہ عالم الغیب ہے۔ آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ یا کوئی چھوٹی بڑی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ سب کچھ کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

یہ دنیا تو محنت اور تکلیف کی جگہ ہے۔ بدلے کی جگہ نہیں۔ بدلے اور جزا و سزا کے لیے تو قیامت کا دن مقرر ہے۔ اس لیے قیامت کے روز وہ سب کو زندہ کر کے جمع کرے گا، اور ان سے ان کے اعمال کا حساب لے گا۔ پھر اعمال کے مطابق ان کو جزا یا سزا دے گا۔ مومنوں کو ان کے اعمال صالحہ کا اجر و ثواب ملے گا۔ انہی کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہے جو ان کو جنت میں بلا محنت ملے گی۔ جو لوگ ہماری آیتوں کے ابطال کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کو ان سے بے رغبت اور متنفر کرنے میں لگے رہتے ہیں ان کے لیے سخت تکلیف دہ اور دردناک عذاب ہے۔ جن لوگوں کو آسمانی کتابوں کا علم دیا گیا یعنی علماء اہل کتاب، وہ خوب جانتے ہیں کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ بلاشبہ حق ہے اور ایسے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو اس اللہ کی طرف لے جاتا ہے جو بہت عزت اور غلبے والا ہے۔ اس پر کسی کا بس اور زور نہیں۔ اس کے سامنے ہر چیز عاجز و کمزور ہے۔ وہی قابل تعریف ہے۔ (ابن کثیر ۳/۵۲۵ مواہب الرحمن ۱۳۳، ۲۲/۱۳۵)۔

قیامت کے دلائل

۹-۷ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُوكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يَنْبِئُكُمْ إِذَا مُرِّقْتُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ أَنْكُمْ لَنْفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ أَفَتَرَىٰ عَلَىٰ اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ نَسْأًا خَفِيفًا بِهِمُ الْأَرْضُ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝

اور کافر کہتے ہیں کہ (لوگو!) کیا ہم تمہیں ایک ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں یہ خبر

دیتا ہے کہ جب تم (مرکر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر نئے سرے سے پیدا کئے جاؤ گے۔ (معلوم نہیں) اس نے (اپنی طرف سے) اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون (دیوانگی) ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی عذاب میں (بتلا) ہوں گے اور وہ بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا انہوں نے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے (موجود) ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ بلاشبہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بندے کے لیے اس میں (اس کی قدرت کی) نشانی ہے۔

نُذِلْكُمْ : ہم تمہیں بتائیں۔ ذِلَالَةٌ سے مضارع۔
مُزَقَّتُمْ : تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے، تم ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاؤ گے۔ تَمْزِيقٌ سے ماضی مجہول۔
نُخَسِفَ : ہم دھنسا دیں گے۔ خَسَفَ سے مضارع۔
نُسْقُطُ : ہم ڈال دیں گے، ہم گرا دیں گے۔ اسْقَطَ سے مضارع۔
كُسِفًا : ٹکڑے۔ واحد كُسِفًا۔ ہر چس پھسے اور ہلکے ٹکڑے کو كُسِفًا کہتے ہیں، جیسے بادل کا ٹکڑا، روئی کا گالا وغیرہ۔

تشریح: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت قائم ہونے کے بارے میں مشرکین و منکرین کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے اس کو محال سمجھا اور آپ کی طرف اشارہ کر کے تمسخر کے طور پر ایک دوسرے کو کہتے کہ ہم تمہیں ایک ایسے آدمی کے بارے میں بتاتے ہیں جو یہ عجیب بات کہتا ہے کہ جب تم مرنے کے بعد گل سر کر اور ریزہ ریزہ ہو کر پراگندہ ہو جاؤ گے تو تمہیں پھر نئے سرے سے پیدا کر دیا جائے گا تا کہ تمہیں کفر و انکار کی سزا دی جائے۔ ان بد بختوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود سمجھا اور یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات نہیں کہی ہوگی بلکہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ پر یہ جھوٹی بات اپنی طرف سے بنائی ہے کہ اس نے ان کو یہ خبر دی ہے یا پھر ان کو کسی قسم کا جنون اور دیوانگی ہے کہ دماغ ٹھکانے نہیں اس لیے دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتے ہیں (العیاذ باللہ)۔

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو سچے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ نہ افتر ہے اور نہ ان کو کسی قسم کا جنون بلکہ وہ سب حق اور سچ ہے۔

یہ منکرین ہی جہالت اور بے سمجھی سے کام لے رہے ہیں۔ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ لوگ عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستے سے بھٹک کر بہت دور جا پڑے ہیں اور بیہودہ گوئی کر کے اپنے آپ کو عذاب الہی کا مستحق بنا رہے ہیں۔ اس لیے یہی لوگ آخرت کے عذاب سے دو چار ہوں گے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی کمی نظر آرہی ہے؟ کیا وہ اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین کو نہیں دیکھتے جن میں ان کے لیے بڑی بھاری نشانی موجود ہے؟ کیا اتنی بڑی مخلوق کا خالق اور اتنی زبردست قدرت والا ان جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یقیناً وہ اس پر قادر ہے۔ یہ لوگ اس کے آسمان کے نیچے اور زمین پر رہتے ہوئے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو انہیں زمین میں دھنسا کر یا آسمان کا کوئی ٹکڑا ان پر گرا کر ان کو نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا نمونہ اسی دنیا میں دکھا دے۔ بلاشبہ آسمان و زمین جیسے مناظر قدرت میں اس بندے کے لیے توحید کی نشانی ہے جو اپنے رب کی جانب رجوع کرنے والا ہے۔ (عثمانی ۳/۳۷۳، ۳۷۴، مواہب الرحمن ۱۳۶، ۱۳۷/۲۲)

حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت

۱۰-۱۱: وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يُجَالِ أُوْبَىٰ مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۖ وَأَنَّا لَهُ الْحَدِيدُ ۖ إِنَّ أَعْمَلَ سَبْعَةٍ وَقَدَّرَ فِي السَّوْدِ ۖ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی (ہم نے حکم دیا کہ) اے پہاڑ و تم اس (داؤد) کے ساتھ خوش آوازی سے تسبیح کرو اور (یہی حکم) پرندوں کو (بھی دیا) اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا کہ تو پوری پوری زر ہیں بنا اور (اس کی کڑیاں) مناسب انداز سے جوڑ اور نیک عمل کیا کرو۔ بیشک میں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں۔

اُوْبَىٰ: تو رجوع ہو، تو تسبیح دہرا۔ قَاوِبٌ سے امر۔

اَلْنَا: ہم نے نرم کر دیا، الائنہ سے ماضی۔

سَبْعَتِ: کشادہ اور پوری زر ہیں، لمبی زر ہیں جو آدمی کے پورے جسم کو چھپالیں۔ سُبُوغ سے اسم

فاعل - واحد سابعۃ

قَدَرُ : تو (کڑیوں کو) حساب سے جوڑ، تو انداز سے کے ساتھ بنا۔ تَقْدِیر سے امر۔

سُرْد : کڑیاں جوڑنا، زرہیں بنانا۔ مصدر ہے۔

تشریح : ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خاص بندے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے جن کو اللہ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرمائیں اور نبوت و رسالت کے ساتھ ان کو بے مثال سلطنت بھی عطا فرمائی۔ اس کے باوجود وہ منعم حقیقی کے شکر سے غافل نہیں ہوئے۔ اگر کسی وقت غفلت ہوئی بھی تو فوراً توبہ و استغفار کرنے لگ گئے۔ جیسے ارشاد ہے :

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ﴿٢٢﴾

سو انہوں نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور (اللہ کی طرف) رجوع ہوئے۔ (ص: ۲۴)

چنانچہ ارشاد ہے بلاشبہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ ان کو نبوت، آسمانی کتاب (زبور)، بادشاہت، طاقت و قوت اور لاء لشکر دیئے، ان کو حسن صوت یعنی خوش آوازی کا معجزہ عطا فرمایا کہ دنیا کی کوئی آواز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان میں سے ہر نعمت ان کی فضیلت و کرامت اور نبوت کی دلیل کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کی بھی دلیل تھی۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثنا کرتے تو اللہ کے حکم سے پہاڑ اور پرندے بھی حقیقتاً حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ آواز میں آواز ملا کر اس کی حمد و ثنا اور وحدانیت کے گیت گانے لگتے تھے۔ یہ تسبیح اور حمد و ثنا حقیقی تھی، زبان حال سے نہ تھی اور نہ ہی صدائے بازگشت تھی، بلکہ یہ داؤد علیہ السلام کا معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا کہ اس کے حکم سے بے عقل مخلوق بھی سمجھ بوجھ والوں کی طرح اس کی مشیت کے موافق عمل کرتی ہے۔ پس جو خدا بے زبان اور بے جان چیزوں کو گویائی عطا کر سکتا ہے وہ مردوں کے بے جان اور بے زبان ذروں کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک فضیلت یہ بھی عطا فرمائی کہ کسی ظاہری سبب کے بغیر یعنی آگ اور ہتھوڑے وغیرہ کی مدد کے بغیر لوہے کو ان کے لیے موم کی طرح نرم کر دیا اور ان کو اس نرم لوہے سے کشادہ زرہیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ کڑیوں کو مناسب انداز سے سے جوڑو کہ وہ نہ

زیادہ ہلکی ہوں اور نہ زیادہ بھاری۔ اور اس کی کڑیاں چھوٹی بڑی بھی نہ ہوں کہ دیکھنے میں بھدی معلوم ہوں۔ ان کی مضبوطی ایسی ہو کہ پہننے والا تیر اور تلوار سے بچ سکے۔

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُؤٍ وَسُكَّرٍ

حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کی صنعت اللہ تعالیٰ نے خود سکھائی تھی، جیسے ارشاد ہے:

اور ہم نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت سکھائی۔ (الانبیاء: ۸۰)

سب سے پہلے حضرت داؤد ہی نے کڑیاں جوڑ کر زرہ بنائی۔ ان سے پہلے کڑیوں کی زرہ کوئی نہیں بناتا تھا۔ اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام اپنی گزر بسر کے لیے بیت المال پر بوجھ بننے کی بجائے اپنے ہاتھ سے زرہیں تیار کر کے فروخت کرتے تھے اور ان کی آمدنی سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ تم سب نیک عمل کرتے رہو میں تمہارے اعمال کو خوب دیکھتا ہوں۔ (معارف

القرآن مفتی محمد شفیع ۲۶۰-۲۶۳/۷، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵۶۱-۵۶۳/۵)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی فضیلت

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غَدُوًّا شَهَرَ وَّ دَوَّاحَهَا شَهْرًا وَ أَسَلْنَا
لَهُ عَيْنَ الْقَاطِرِ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ
رَبِّهِ وَ مَنْ يَزِغُ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ
السَّعِيرِ ۝ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبَ وَ تَمَاثِيلَ
وَ جَفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُورٍ ذُئِبْتِ رَاْعَمَلُوا آلَ دَاوُدَ
شُكْرًا وَ قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ

اور ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی اور شام کی منزل (بھی) ایک ماہ کی ہوتی تھی (ایک ماہ کی مسافت آدھے دن میں ہوتی تھی) اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ بہا دیا تھا اور جنوں میں سے کتنے ایسے تھے جو ان کے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان (جنوں) میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے

سرتابی کرے تو ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھا دیں گے۔ (حضرت)
 سلیمان جو کچھ چاہتے وہ (جنات) ان کے لیے بنادیتے مثلاً قلعے، مجسمے،
 حوضوں کے برابر لگن اور ایک ہی جگہ جمی رہنے والی (بڑی بڑی) دیگیں۔
 اے داؤد کے گھر والو! تم اس (انعام) کے شکر میں نیک کام کرو اور میرے
 بندوں میں شکر کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

غَدُوْهُهَا: اس کی صبح کی سیر، اس کی صبح کی منزل۔

رَوَّاحُهَا: اس کی شام کی سیر، اس کی شام کی منزل۔ مصدر ہے۔

اَسْلَنَّا: ہم نے بہا دیا۔ اِسْلَاةٌ سے ماضی۔

الْقَطْرُ: پگھلا ہوا تانبا۔

يَزْعُ: وہ منحرف ہو جائے گا، وہ پھر جائے گا۔ زَيْعٌ سے مضارع۔

السَّعِيرُ: دہکتی ہوئی آگ، دوزخ۔ سَعَرَ سے صفت مشبہ بمعنی مفعول۔

مَحَارِبُ: محرابیں، مسجد کے در، قلعے۔ واحد مَحْرَابٌ۔

تَمَائِيلُ: تصویریں، مجسمے۔ واحد تَمْثَالٌ۔

جِفَانُ: بڑے پیالے، لگن۔ واحد جَفْنَةٌ۔

جَوَابُ: بڑے حوض، بڑے تالاب۔ واحد جَابِيَةٌ۔

قُدُورُ: ہانڈیاں، دیگیں۔ واحد قُدْرٌ۔

رَسِيَتْ: چوہوں پر جمی رہنے والی۔ رَسُوٌّ و رُسُوٌّ سے اسم فاعل۔ واحد رَاسِيَةٌ۔

تشریح: گزشتہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اپنے فضل و انعام کا ذکر فرمایا

تھا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام پر اپنے

فضل و انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے ہوا کو ان کی سیر و سیاحت کے لیے مسخر کر دیا تھا اور ہوا ان کے حکم

کے مطابق ان کو لیکر چلتی تھی۔ تخت سلیمانی ہوا کے کاندھوں پر صبح سے دوپہر تک کے وقت میں ایک مہینے

کی مسافت طے کر لیتا تھا اور پھر شام سے رات تک مزید ایک مہینے کی مسافت طے کر لیتا تھا۔ اس

طرح ایک دن میں دو مہینے کی مسافت طے ہو جاتی تھی۔ یہ ایک معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو

عطا کیا گیا تھا۔

پھر فرمایا کہ اسی طرح یمن میں صنعا کے قریب ہم نے ان کے لیے پچھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ جاری کر دیا جو گرم نہ تھا تا کہ وہ آسانی سے اس کو سانچوں میں ڈھال کر اس سے جو چاہیں بنائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک فضیلت یہ بھی عطا فرمائی تھی کہ جنات کو ان کے تابع کر دیا تھا جو ان کے حکم کے مطابق نوکروں کی طرح کام کرتے تھے اور کسی جن کی مجال نہ تھی کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کرے۔

جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایسے مطیع و فرمان بردار تھے کہ جو کچھ وہ چاہتے ان سے بنواتے مثلاً قلعے، بڑی بڑی عمارتیں۔ پتیل اور تانبے کی طرح طرح کی مورتیں، تالاب جیسے بڑے بڑے لگن اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی جگہ جمی ہوئی رکھی رہتیں۔ حضرت سلیمان کی شریعت میں مورتیں بنانا جائز تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مورتیں جاندار کی نہ تھیں بلکہ درختوں وغیرہ کی تھیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نیک لوگوں کی مورتیں تھیں تا کہ ان کو دیکھ کر لوگ آخرت کی تیاری میں زیادہ کوشش کریں۔

اے آل داؤد تم زبان اور عمل دونوں سے میری ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو کیونکہ شکر سے نعمت باقی بھی رہتی ہے اور زیادہ بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات تو سب ہی پر ہوتے ہیں خواہ کسی پر کم ہوں یا کسی پر زیادہ مگر پورے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے خاندان والوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل اپنے قول و عمل سے اس طرح کی کہ ان کے گھر میں کوئی وقت ایسا نہ گزرتا تھا جس میں گھر کا کوئی فرد اللہ کی عبادت میں نہ لگا ہوا ہو۔ خاندان کے افراد پر عبادت کے اوقات تقسیم کر دیئے گئے تھے اس لیے حضرت داؤد علیہ السلام کا مصلیٰ نماز پڑھنے والوں سے کسی وقت خالی نہ رہتا تھا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازوں میں اللہ کے نزدیک محبوب ترین نماز داؤد علیہ السلام کی ہے۔ وہ نصف رات سوتے تھے پھر ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے تھے۔ پھر آخری چھٹے حصے میں سوتے تھے اور سب روزوں میں محبوب تر اللہ کے نزدیک صیام داؤد علیہ السلام ہیں کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۶۴-۲۷۲/۷، ابن کثیر ۵۲۸، ۵۲۹/۳

حضرت سلیمانؑ کی وفات

۱۴: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّكُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةٌ
الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَاتِهِ فَلَمَّا خَرَ تَبِثْنِ الْجِنُّ أَن لَّوْكَانُوا
يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کیا تو کسی چیز نے بھی ان
(جنات) کو ان کی موت کی خبر نہ دی سوائے گھن کے ایک کیڑے کے جو ان
کے عصا کو کھاتا رہا۔ پھر جب سلیمان گر بڑے تب جنوں کو (حقیقت) معلوم
ہوئی کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

دَلَّهْم: اس نے ان کو خبر دی، اس نے ان کو پتہ بتایا۔ دَلَالَة سے ماضی۔

مِنْسَاتِهِ: اس کا عصا، اس کی لاشیں۔ نَسَا سے اسم آلہ۔

خَرَّ: وہ گر بڑا، خَرَّوْ خَرُور سے ماضی۔

الْمُهِينُ: ذیل کرنے والا، اِهَانَة سے اسم فاعل۔

تشریح: بیت المقدس کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کی تھی اور تکمیل حضرت سلیمان علیہ
السلام نے فرمائی۔ تعمیر کا کام جنوں کے سپرد تھا جو ہر وقت سرکشی پر آمادہ رہتے ہیں۔ وہ حضرت سلیمان
علیہ السلام کے خوف سے کام کرتے تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو وہ اللہ
کے حکم سے اپنی محراب میں داخل ہو گئے جو شفاف شیشے سے بنی ہوئی تھی۔ باہر سے محراب کے اندر کی
سب چیزیں نظر آتی تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک عصا کا سہارا لے کر عبادت کے لیے کھڑے
ہو گئے۔ اسی حالت میں ان کی روح پرواز کر گئی اور جسم عصا کے سہارے اپنی جگہ جما رہا۔ باہر سے
دیکھنے والے یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان عبادت میں مشغول ہیں۔ جنات میں بھی یہ مجال نہ تھی کہ
قریب آ کر دیکھ لیتے۔ وہ حضرت سلیمان کو زندہ سمجھ کر کام میں لگے رہے، یہاں تک کہ ایک سال گزر
گیا اور بیت المقدس کی تعمیر کا بقیہ کام مکمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دیمک کے کیڑے کو حضرت سلیمان کے
عصا پر مسلط کر دیا، جس نے عصا کی لکڑی کو اندر سے کھا کر کمزور کر دیا اور وہ ان کا وزن نہ سہار سکا اس
لیے حضرت سلیمان علیہ السلام گر گئے۔ اس وقت جنوں کو ان کی موت کا علم ہوا۔

جنات کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ چند لمحات میں طویل مسافت طے کر لیتے ہیں اور وہ بہت سے ایسے حالات و واقعات سے واقف ہوتے ہیں جن کو انسان نہیں جانتے۔ اس سے بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو علم غیب حاصل ہے۔

حضرت سلیمان کی موت کے اس عجیب واقعے نے اس کی قلبی کھول دی اور جنوں اور انسانوں کو پتہ چل گیا کہ جنات کو علم غیب حاصل نہیں۔ اگر ان کو علم غیب ہوتا تو ان کو ایک سال پہلے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا پتہ چل جاتا اور وہ اس محنت و مشقت سے بچ جاتے، جو وہ سال بھر تک ان کو زندہ سمجھ کر برداشت کرتے رہے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۴/۷۷)

قوم سبا پر اللہ کا انعام

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ مِّنْ آيَةِ جَنَّاتٍ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ
كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَئِنَّ بَلَدَهُ طَيِّبَةٌ
وَرَبُّ غَفُورٌ ۝۱۵

البتہ قوم سبا کے لیے ان کی بستی میں انعامات الہی کی ایک نشانی تھی۔ ان کے دائیں اور بائیں دو باغ تھے۔ اپنے رب کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ (کیا ہی) پاکیزہ شہر اور (کیسا) بخشنے والا رب ہے۔

تشریح: قوم سبا کے لیے ان کی جائے سکونت میں ہی ہماری قدرت کاملہ کی ایک نشانی موجود تھی۔ اگر وہ کچھ سمجھ بوجھ رکھتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت کی یہی نشانی ایمان لانے اور شکر گزار بننے کے لیے کافی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قوم سبا پر اپنی نعمتوں اور رزق کے دروازے کھول دیئے تھے اور ان کے شہروں میں آرام و عیش کے تمام اسباب مہیا کر دیئے تھے۔ ان کے شہر کے دائیں اور بائیں طرف دو رنگ باغ تھے۔ آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہر شخص کے دو باغ تھے ایک اس کی جائے سکونت کے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ ان کا شہر نہایت پاکیزہ، زمین زرخیز اور پھلوں کی کثرت تھی۔ پھر رب غفور کہہ کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ تم اعمال صالحہ اور احکام الہی پر عمل کے ساتھ ساتھ اللہ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے رہو۔ اگر بہ تقاضائے بشریت شکر میں کچھ کوتاہی یا کمی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سخت گرفت نہیں فرماتا بلکہ وہ اپنی مہربانی سے

ان کو معاف فرما دیتا ہے۔

سدی اور مقاتل نے بیان کیا کہ اگر کوئی عورت سر پر ٹوکرا رکھ کر باغ کی قطاروں کی طرف سے گزرتی تھی تو درختوں سے خود بخود ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے اس کا ٹوکرا بھر جاتا تھا۔ ہاتھ سے پھل توڑنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

سبا کے لوگ پہاڑوں اور وادیوں میں مناسب جگہوں پر بڑے بڑے بند باندھ کر پانی روک لیتے تھے اور پھر ضرورت کے مطابق اس کو زراعت کے کام میں استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے ایسے سیکڑوں بند بنا رکھے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور سد مآرب ہے جو ان کے دار الحکومت مآرب میں واقع تھا۔ مآرب شہر کے جنوب میں دائیں اور بائیں دو پہاڑ ہیں۔ سبا کے لوگوں نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں تقریباً ۵۵ فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ایک دیوار بنا کر بند باندھا تھا۔ اس دیوار کا ایک تہائی حصہ اب بھی باقی ہے۔ اس دیوار (سد) میں اوپر نیچے بہت سی کھڑکیاں تھیں جو سب ضرورت پانی کے لیے کھولی اور بند کی جاسکتی تھیں۔ پہلے اوپر کی کھڑکی کھول کر اس سے پانی لیا جاتا تھا۔ جب اوپر کا پانی ختم ہو جاتا تو اوپر والی کھڑکی سے نیچے والی کھڑکی کھول کر پانی لیا جاتا تھا، جب اس کا پانی بھی ختم ہو جاتا تو اس سے نیچے والی کھڑکی کھول لی جاتی تھی۔ اسی طرح سب سے آخر میں سب سے نیچے والی کھڑکی کھول کر پانی لیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ دوسرے سال کی بارشوں کا زمانہ آ کر پانی اوپر تک بھر جاتا۔ اس نظام آب رسانی سے سیکڑوں میل تک باغ ہی باغ تھے جن میں انواع و اقسام کے پھل، میوے اور خوشبودار درخت تھے۔ جن جن عن یمین و شمال میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (عثمانی ۳۷۵، ۲/۳۷۶، معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۷۹-۲۸۲/۷)

قوم سبا کی بربادی

۱۶-۱۷: فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِیْ أَكْلِ خَمِطٍ ۚ وَآتَيْنَا هُمُ سِدْرًا قَلِيلًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآئُهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۚ وَهَلْ نُجِزِيْهِمْ إِلَّا الْكَفُوْدَ ۝

لیکن انہوں نے (ان نعمتوں سے) روگردانی کی تو ہم نے ان پر ایک زور دار سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے دونوں (ہرے بھرے) باغوں کے

بدلے میں دو ایسے باغ دے دیئے جن میں بدمزہ اور چھاؤ کے درخت تھے
اور تھوڑے سے بیری کے درخت تھے۔ یہ ہم نے ان کو ان کی ناشکری کا بدلہ
دیا اور ہم ایسا بدلہ ناشکروں ہی کو دیا کرتے ہیں۔

العزم : تیز و تند، زوردار، سخت۔ عرامة و غرام سے صفت مشبہ۔

خبط : بدمزہ، کڑوا، کسلا۔

اثل : جھاؤ کا درخت۔ جمع اثال۔

سدر : بیری کے درخت۔ واحد سدرة۔

تشریح : اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمتوں اور انبیاء علیہم السلام کی تنبیہات کے باوجود سب کے لوگ اللہ
تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے روگردانی کرتے رہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر پانی کا
عذاب بھیج دیا جس کو سیل عرم کہتے ہیں۔ قہر خداوندی سے بند ٹوٹ گیا، شہر تباہ ہو گیا، تمام مکانات
منہدم ہو گئے اور وہ تمام باغ برباد ہو گئے جو پہلے اسی پانی سے سیراب ہوتے تھے۔ بہت سے لوگ
سیلاب کی نذر ہو گئے اور باقی دوسرے علاقوں میں منتقل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے قیمتی پھلوں اور میوؤں کے درختوں کے بدلے میں وہاں جھاؤ، پیلو،
تھوڑی سی جنگلی بیری اور جھاڑ جھنکاڑا لگا دیئے جو خاردار تھے اور ان کے پھل ایسے بدمزہ تھے کہ ان کا
کھانا ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ناشکری کی بنا پر ان سے اپنی نعمت چھین لی اور ان پریشانیوں میں
بتلا کر دیا کیونکہ کفر و شرک سے بڑھ کر کوئی ناشکری نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی سزا بڑے ناشکروں ہی کو دیتا
ہے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۸۱-۲۸۲/۷، عثمانی ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸)۔

قوم سبا کی حماقت

۱۸-۱۹ : وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا قُرًى
ظَاهِرَةً وَ قَدَرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لِيَالِي وَاَيَّامًا
اُمْنِينَ ۝ فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ
فَجَعَلْنَهُمْ اَحَادِيثَ وَ مَرَقْنَهُمْ كُلَّ مَرْقٍ ۝ اِنَّ فِي ذَلِكَ
لَاٰيَةً لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝

اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی چند ایسی بستیاں بسا رکھی تھیں جو (مسافروں کو دور سے) نظر آتی تھیں اور ہم نے ان میں آنے جانے کی منزلیں مقرر کر دی تھیں کہ تم ان میں راتوں اور دنوں کو امن کے ساتھ چلتے پھرتے رہو۔ سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں کو دراز کر دے اور (یہ دعا کر کے) انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا تھا تو ہم نے بھی ان کو افسانہ بنا دیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے۔ بے شک اس (واقعے) میں ہر صبر (اور) شکر کرنے والے کے لیے (عبرت کی) بڑی نشانیاں ہیں۔

بعذہ : تو دور کر دے، تو دراز کر دے۔ مُبَاعِدَةٌ سے امر۔

اسفارنا : ہمارے سفر۔ واحد سفر۔

مَزَقْنٰهُمْ : ہم نے ان کو ریز و ریزہ کر دیا، ہم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تَمْزِيقٌ سے ماضی۔
تشریح : ہم نے اہل سبا اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی، ایسی بستیاں آباد کر دی تھیں جو سہراہ ہونے کی بنا پر نظر آتی تھیں۔ یہاں برکت والی بستیوں سے مراد شام کی بستیاں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اہل سبا کے لیے ان کے ملک سے شام تک کا طویل سفر نہایت مامون و محفوظ تھا، چوروں وغیرہ کا کوئی خوف نہ تھا خواہ دن کو سفر کریں یا رات کو۔ راستے کے کنارے کنارے اس انداز اور تناسب سے بستیاں آباد تھیں کہ سفر کرنے والے کو ہر منزل پر کھانا پانی اور آرام کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا دل نہیں گھبراتا تھا۔ ان نعمتوں اور راحتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کرتے اور اس کے احکام بجالاتے، مگر ان کو یہ پیش و آرام اور انعام و راحت اس نہ آیا اور کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! بستیاں اور آبادیاں قریب قریب ہونے سے سفر کا مزہ نہیں آتا اس لیے تو ہمارے سفر کی منزلوں میں دوری اور فاصلہ پیدا کر دے تاکہ ہمیں بھوک پیاس ستائے اور ہم سفر سے لطف اندوز ہوں۔ یہ درخواست کر کے انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

پھر ہم نے اہل سبا کو لوگوں کے لیے قصے کہانیاں بنا دیا اور ہم نے ان کو بالکل پارہ پارہ کر دیا اور ان کی آبادیوں کا نام و نشان نہ رہا۔ ان کے اکثر خاندان ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور ان کا عظیم

الشان تمدن اور شان و شوکت سب خاک میں مل گئی۔ اب ان کے صرف قصے اور کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ ان کو پڑھ کر اور سن کر ان سے عبرت حاصل کریں۔ بلاشبہ اس واقعے میں صبر و شکر کرنے والوں کے لیے بہت سی عبرتیں اور نشانیاں ہیں کہ اللہ جب چاہتا ہے نعمت و راحت کو ذلت و مصیبت سے بدل دیتا ہے اور عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتا ہے اس لیے فراخی اور عیش میں اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرنا چاہئے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور تنگی و مصیبت میں صبر و تحمل کے ساتھ اس سے مدد مانگنی چاہئے۔ (عثمانی ۷/۳۷۷، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵/۵۶۸)

بنی آدم کے بارے میں شیطانی گمان

۲۰-۲۱: وَ لَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا
مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّن سُلْطٰنٍ إِلَّا
لِنَعْلَمَ مَن يُّؤْمِنُ بِآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنهَا فِي شَكٍّ
وَدَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِیْظٌ ۝

اور واقعی ابلیس نے ان (ناشکرے لوگوں کے بارے میں) اپنا خیال سچ کر دکھایا۔ سو تھوڑے سے مومنوں کے سوا سب اس کے پیچھے ہو لئے۔ اور ابلیس کا ان پر کچھ زور نہ تھا سوائے اس کے کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے تھے ان لوگوں سے جدا کر لیں جو آخرت کی طرف سے شک میں ہیں اور (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔

تشریح: قوم سب کے قصے کے بعد شیطان اور اس کی اتباع کرنے والوں کا بیان ہے۔ جب شیطان بارگاہ خداوندی سے مردود ہوا تھا تو اس وقت اس نے کہا تھا کہ میں بنی آدم کو بہکانے اور ورغلائے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھوں گا۔ اس کا گمان تھا کہ وہ بنی آدم میں غصہ اور شہوت کو بھڑکا کر ان پر قابو پالے گا۔ دنیا میں آنے کے بعد اس نے اپنا یہ گمان سچ پایا کیونکہ لوگوں کی اکثریت اس کی پیروی میں لگ گئی۔ صرف مومنوں کا گروہ اس کی پیروی سے بچا رہا۔

جن لوگوں کے بارے میں شیطان کا گمان سچ ثابت ہوا ان پر بھی اس کا کچھ زور نہ تھا اور نہ اس نے ان کو کفر و شرک پر مجبور کیا تھا بلکہ اس نے تو محض ان کے دل میں وسوسہ ڈالا تھا اور ظاہری

اعتبار سے ان کے اعمال بد کو ان کی نظر میں خوبصورت کر کے دکھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی قدرت اس لیے دی تھی تاکہ اس سے لوگوں کا امتحان اور آزمائش ہو جائے اور پتہ چل جائے کہ واضح اور روشن دلائل اور قوت و قدرت کے بعد کون ایمان کو اختیار کرتا ہے اور کون کفر و انکار پر قائم رہتا ہے۔ مومن و کافر غرض سب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں وہ کسی کی طرف سے بھی غافل نہیں۔ اس لیے وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔

مشرکین کی جہالت

۲۲-۲۳: قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا
مِنْ شَرِكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ
عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِ لَّهُ حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا
مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝

آپ (ان کفار سے) کہہ دیجئے کہ تم اللہ کے سوا جن کو (اپنا معبود) گمان کرتے ہو ان کو پکارو۔ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ ان کی ان (آسمانوں اور زمین) میں شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مدد گار ہے اور اللہ کے پاس (کسی کی) سفارش کام نہیں آتی سوائے اس کے جس کو وہ خود (سفارش کے لیے) اجازت دیدے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ (فرشتے ایک دوسرے سے) پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ (اس وقت مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ وہی فرمایا جو حق ہے اور وہ بڑی شان والا اور سب سے بڑا ہے۔

ظہیر: پشت پناہی کرنے والا، مددگار۔ ظہر سے فاعل کے معنی میں صفت مشبہ۔

فزع: گھبراہٹ دور کرنا، خوف دور کرنا، ہوش میں آنا۔ تفزع سے ماضی مجہول۔

تشریح: ان آیتوں میں مشرکین کی جہالت و نادانی کا بیان ہے کہ جن بتوں میں ذرا سی بھی قوت و قدرت نہیں اور جو ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے یہ کج فہم انہی کو معبود اور منعم حقیقی کا شریک ٹھہرائے

ہوئے ہیں، جن بتوں کو یہ لوگ معبود گمان کئے ہوئے ہیں وہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی کسی چیز کے ذرہ برابر بھی مالک نہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ

اور تم اللہ کے سوا جن (باطل معبودوں) کو پکارتے ہو، وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ (فاطر: ۱۳)

ظاہر ہے جب وہ کسی چیز کے مالک ہی نہیں تو ان میں الوہیت کہاں سے آگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے خیالی اور فرضی معبودوں میں سے نہ تو کوئی آسمان وزمین کی تخلیق و تدبیر میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہے اور نہ کوئی اس کا مددگار ہے اور نہ اللہ کو کسی کام میں ان کی مدد کی ضرورت، سو ایسے بے بس اور لاچار معبود کس کام کے؟

اگر مشرکین یہ گمان رکھتے ہیں کہ ان کے معبود کسی چیز کے مالک نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے اور ان کی سفارش سے ان کو نفع پہنچے گا تو ان کا یہ گمان بھی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تو وہ ہے جہاں بڑے بڑے مقربین بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اجازت کے بغیر کسی کے بارے میں سفارش کا ایک حرف بھی زبان پر نہیں لاسکتے۔ وہاں صرف وہی سفارش کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کی اجازت دے۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہاں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ

کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کسی کی شفاعت کر سکے۔ (البقرہ: ۲۵۵)

اور ارشاد ہے:

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ

اور وہ صرف ان کی شفاعت کر سکتے ہیں جن کے لیے اس کی رضا مندی ہو۔ (الانبیاء: ۲۸)

سو مشرکین جن معبودوں کو ہواء لا شفعاء نا عند اللہ کہتے ہیں، قیامت کے روز وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے، کیونکہ وہ بے جان اور ہر طرح سے عاجز و بے بس ہیں۔ وہ تو اس قابل ہی

نہیں کہ ان کو شفاعت کی اجازت دی جائے۔

پھر فرمایا کہ جب اوپر سے اللہ کا حکم اترتا ہے تو وہ فرشتے بھی جو ہر وقت بارگاہ الہی میں حاضر رہتے ہیں، دہشت، خوف اور رعب سے کانپ اٹھتے ہیں اور تسبیح و تہجد کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا حکم ہوا۔ پھر اوپر والے فرشتے نیچے والوں کو بتاتے ہیں کہ فلاں حکم ارشاد فرمایا۔

بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی حکم جاری فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں (اس کی آواز ایسی ہوتی ہے) جیسے پتھر کی چٹان پر کوئی زنجیر ماری جائے۔ پھر جب ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ دوسرے فرشتے کہتے ہیں کہ حق فرمایا وہ بلند مرتبہ اور سب سے بڑا ہے۔ (روح المعانی ۲۲/۱۳۸)

بعض مفسرین نے آیت کی یہ تفسیر بیان فرمائی ہے کہ اس روز سب خوفزدہ اور گھبرائے ہوئے ہوں گے اور اللہ کے حکم کے منتظر ہوں گے۔ پھر ان کے دلوں سے گھبراہٹ اور پریشانی دور کر دی جائے گی اور وہ اپنی اصلی حالت پر آجائیں گے تو ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ شفاعت کے بارے میں اللہ نے کیا حکم دیا ہے۔ اس وقت ملائعہ اعلیٰ کے فرشتے کہیں گے کہ صرف اہل ایمان کے لیے شفاعت کی اجازت ہوئی ہے۔ کافروں کے لیے اجازت نہیں ہوئی اس لیے ہم کافروں اور مشرکوں کی شفاعت نہیں کر سکتے۔ لہذا فرشتوں کی شفاعت سے بھی ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند مرتبہ اور بزرگی والا ہے۔ اس کی عظمت و ہیبت کی کوئی انتہا نہیں۔ قیامت کے روز کوئی مقرب فرشتہ یا نبی اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ عالی میں کسی کی شفاعت تو کیا لب کشائی بھی نہ کر سکے گا۔

(عثمانی ۸/۳۷۹، ۲/معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵۷۰، ۵۷۱/۵)

حقیقی رازق

۲۴-۲۵: قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ وَإِنَّا أَوْ
إِيَّاكُمْ نَعْلَمُ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ قُلْ لَا تَسْأَلُونِ

عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نَسْتَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبَّنَا
ثُمَّ يَفْتَعُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ۝ قُلْ أَدُّوْنِي الذِّنَّ
الْحَقَّتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ كَلَّا بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

آپ ان (شرکین) سے پوچھیے کہ آسمانوں اور زمین سے ان کو رزق کون دیتا ہے؟ آپ (ہی ان کو) بتا دیجئے کہ اللہ! اور ہم یا تم میں سے ایک ضرور راہ راست پر ہے یا صریح گمراہی میں۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ ہمارے گناہوں کے بارے میں تم سے باز پرس نہ ہوگی اور نہ تمہارے اعمال کے بارے میں ہم سے دریافت کیا جائے گا۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر وہ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا صاحب علم ہے۔ آپ ان سے کہئے کہ تم مجھے دکھاؤ تو سہی جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہرا کر اس سے ملاتے ہو۔ ہرگز (اس کا کوئی شریک) نہیں بلکہ وہی اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح: جس طرح شرکین و منکرین اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں سے بارش برساتا ہے اور اس کے ذریعے زمینوں سے اناج اُگاتا ہے، اسی طرح انہیں یہ بھی تسلیم کر لینا چاہئے کہ عبادت کے لائق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو بتا دیجئے کہ مسئلہ توحید میں ہم اور تم دونوں میں سے ایک گروہ یقیناً راست پر ہے اور دوسرا کھلی گمراہی میں یعنی یا تو اہل توحید راہ راست پر ہیں اور اہل شرک گمراہی میں یا اہل توحید گمراہی میں اور اہل شرک راہ راست پر ہیں لیکن یہ ممکن نہیں کہ دونوں گروہ گمراہ ہوں یا دونوں راہ راست پر ہوں۔ چونکہ توحید کا حق ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رزاق نہیں، تنہا وہی سب کو رزق دیتا ہے اس لیے اہل توحید کا ہدایت پر ہونا یقینی ہے۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ چونکہ شرک کا باطل ہونا اور شرک کا مجرم ہونا ثابت ہو گیا ہے اس لیے قیامت کے روز تم سے ہمارے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا اور ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہوگا۔ اس روز اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سب کو جمع کر کے ہمارے اور تمہارے درمیان

حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے گا۔ نیکوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا اور بدوں کو ان کی بد اعمالیوں کی سزا دے گا۔ وہی ٹھیک ٹھیک فیصلے کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس دن تمہیں ہماری صداقت و حقانیت معلوم ہو جائے گی۔

تم اپنے ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، مجھے بھی تو دکھاؤ تاکہ میں دیکھ لوں کہ وہ کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں یا نہیں یا وہ کسی کو نفع یا ضرر پہنچا سکتے ہیں یا کسی کو روزی دے سکتے ہیں؟ جب ان اوصاف میں سے کوئی وصف ان کے اندر نہیں تو ان کو خدا کہنا یا اس کے ساتھ شریک ٹھہرانا جائز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے، وہی عزت و حکمت والا ہے۔ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ (ابن کثیر ۵۳۸/۳، مظہری ۲۸، ۲۹/۸)

اثبات رسالت و قیامت

۲۸-۳۰ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ لَّكُم مَّيعَادٌ يَّوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِرُونَ ۝

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور (اعمال بد سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور یہ (گستاخ) لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟ (بتاؤ) اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ ان کے لیے ایک خاص دن کا وعدہ ہے جس سے یہ نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

کافۃ: سب، تمام۔ اسم جمع کے معنی میں آتا ہے۔

میعاد: وعدہ، وعدے کا وقت۔ جمع مؤنث۔

تشریح: گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی رزاقیت کا بیان تھا۔ ان آیتوں میں رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اثبات اور منکرین قیامت کا رد مذکور ہے کہ آپ سے پہلے جو انبیائے کرام بھیجے گئے تھے وہ خاص خاص قوموں اور خاص خاص مقامات کی طرف مبعوث ہوئے تھے

اس کے برعکس آپ کی بعثت صرف اہل عرب یا کسی ایک قوم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ آپ کو تمام عالم کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

(الاعراف: ۱۵۸)

اور ارشاد ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝

بارک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کو خبردار کر دے۔ (الفرقان: ۱)

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلا رکھی ہو۔ جب چاروں طرف آگ کی روشنی پھیل گئی ہو تو پتنگے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے ہوں۔ وہ شخص کتنا ہی ان کو آگ میں گرنے سے روکتا ہو مگر پتنگے زبردستی اس میں گر رہے ہوں۔ میں بھی اسی طرح پیچھے سے تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں آگ میں داخل ہونے سے روک رہا ہوں مگر تم آگ میں گرے جا رہے ہو۔

(مظہری: ۸/۳۰)

پھر فرمایا کہ اکثر لوگ جانوروں کی طرح بے عقل و بے سمجھ ہیں۔ وہ ثواب و عذاب کو نہیں سمجھتے۔ ان کی جہالت کا یہ حال ہے کہ وہ آپ سے جزا و سزا اور قیامت کا ذکر سن کر تمسخر کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ ثواب و عذاب یا قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہمیں قیامت کا ٹھیک ٹھیک وقت بتائیے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم سے ایک خاص دن کا پختہ وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے تحت قیامت کا مقررہ وقت مخلوق سے پوشیدہ رکھا ہے۔ جب وہ مقررہ وقت آجائے گا تو اس میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہوگی بعض علماء کے نزدیک آیت میں موت کا وقت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہ اس کی موت کا وقت بتایا ہے اور نہ قیامت کا۔ اس نے کسی حکمت کے تحت دونوں کو پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔

کافروں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی

۳۱-۳۳ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَكَوْتَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ لِّلْقَوْلِ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِّلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِّلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا اَنَحْنُ صَدَدٌ نَّكُمُ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ اِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِّلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ الْاَيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَأْمُرُونَنَا اَنْ نَّكْفِرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَكَ اَنْدَادًا ۚ وَاَسْرُوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاُوا الْعَذَابَ ۚ وَجَعَلْنَا الْاَغْلَلَ فِيۤ اَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور کافر کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر اور کاش آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھتے کہ جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔ جو لوگ (دنیا میں) کمزور سمجھے جاتے تھے وہ تکبر کرنے والوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے (تمہیں نے ہمیں بہکایا اور اس انجام کو پہنچایا)۔ متکبرین کمزوروں کو جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس ہدایت آجانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا (نہیں) بلکہ تم خود ہی مجرم تھے اور کمزور لوگ (جواب میں) متکبرین سے کہیں گے کہ تمہاری دن رات کی فریب کاریوں نے ہی (ہمیں حق تسلیم کرنے سے روکا تھا) جبکہ تم ہمیں اللہ کا انکار کرنے اور اس کے لیے شریک بنانے کا حکم دیا کرتے تھے اور عذاب کو دیکھتے ہی وہ اپنی پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) چھپائیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔ جو کچھ وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے اسی کا بدلہ پائیں گے۔

صَدْذُنْكُمْ: ہم نے تم کو روکا، ہم نے تم کو بند کیا۔ صَدْ سے ماضی۔

اَنْدَادًا: شریک، ہم سفر، مقابل۔ واحد نَدْ۔

الْاَغْلَلُ: طوق، جھکڑیاں۔ واحد غُل۔

اَغْشَاقُ: گردنیں۔ واحد غُنْق۔

تشریح: ان آیتوں میں کافروں کی سرکشی، ضد اور عناد کا بیان ہے کہ انہوں نے طے کر لیا ہے کہ قرآن چونکہ آخرت اور قیامت کی باتیں کرتا ہے اس لیے وہ کسی صورت اس پر ایمان نہیں لائیں گے خواہ وہ اس کی حقانیت کی ہزار دلیلیں ہی کیوں نہ دیکھ لیں۔ وہ ان کتابوں پر بھی ایمان نہیں لائیں گے جو اس قرآن سے پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ کیونکہ ان میں جنت و دوزخ اور آخرت کے حساب و کتاب کا ذکر ہے۔ ان کی یہ ساری ضد اور ہٹ دھرمی اس دنیا ہی میں ہے۔ قیامت کے روز یہ سب ختم ہو جائیں گی۔ کاش آپ ان کی اس حالت کو دیکھتے جب قیامت کے روز ان کو حساب کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اس وقت ان پر سخت خوف طاری ہوگا۔ وہ ایک دوسرے کو الزام دیں گے اور چھوٹے بڑوں کو کہیں گے کہ اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے۔

اس پر بڑے لوگ چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے زبردستی روک دیا تھا۔ ہم نے تو ایک بات کہی تھی اور تم جانتے تھے کہ ہماری بات بے دلیل تھی جبکہ دوسری طرف تمہاری آنکھوں کے سامنے ہدایت کے ساتھ ساتھ دلیلوں کی بھی بھرمار تھی۔ پھر تم نے ہدایت کو چھوڑ کر ہماری بات کیوں مانی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا بلکہ محض بہکایا اور پھسلا یا تھا۔ تم تو اپنے اختیار سے حق کو ٹھکرا کر مجرم بنے ہو۔ اب اس کا الزام ہمیں کیوں دیتے ہو۔

اس کے جواب میں کمزور اور چھوٹے لوگ اپنے سرداروں اور بڑوں سے کہیں گے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ تم نے ہم پر زبردستی کی تھی۔ بلکہ تمہاری ہی مکاریوں، چالاکیوں اور فریب کاریوں نے ہمیں ہدایت سے باز رکھا۔ تم دن رات ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کو نہ مانیں، اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرائیں اور باپ دادا کے دین پر قائم رہیں۔ دنیا ہمیشہ اسی طرح رہے گی۔ سب مر کر خاک ہو جائیں گے اور کوئی ثواب اور عذاب نہ ہوگا۔ تمہاری ان ہی باتوں نے ہمیں ایمان لانے سے باز رکھا۔ اس گفتگو کے بعد عذاب کو دیکھ کر دونوں گروہ دل ہی دل میں پشیمان ہوں گے اور اپنی

پشیمانی کو ایک دوسرے سے چھپائیں گے۔ پھر ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا ملے گی۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی پورا پورا عذاب ہوگا۔ (ابن کثیر: ۵۳۹، ۵۴۰/۳)

مال و اولاد پر بھروسہ

۳۶-۳۴ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۖ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَ
مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۖ قُلْ إِن سَأَبِي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈرانے والا بھیجا، وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ جو کچھ تم لے کر آئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال و اولاد میں تم سے زیادہ ہیں (اس لیے آخرت میں بھی) ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ آپ ان کو بتادیتے کہ میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ (یہ بات) نہیں جانتے۔

مُتْرَفُوهَا: اس (بستی) کے دولت مند، اس کے خوشحال۔ اُتْرَاف سے اسم مفعول۔

يَبْسُطُ: وہ کشادہ کرتا ہے، وہ پھیلاتا ہے۔ بَسَطَ سے مضارع۔

يَقْدِرُ: وہ (رزق) تنگ کرتا ہے، وہ کم کرتا ہے۔ قَدَرُ سے مضارع۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا کہ آپ روسائے مکہ کی سرکشی اور انحراف سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ ہر زمانے میں پیغمبروں کی تعلیمات سے ایسے ہی لوگوں نے انحراف کیا ہے۔ یہ لوگ دولت و اقتدار کے نشے میں اندھے ہوتے ہیں اور چھوٹے آدمیوں کے برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتے۔ اسی لیے ابتدا میں انبیاء علیہم السلام کے متبعین عموماً ضعیف و مسکین لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم نے جس بستی میں بھی اپنا رسول بھیجا وہاں کے سرکش لوگ کہنے لگے کہ تم جو پیغام لیکر آئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال و اولاد اور عزت و وجاہت دی ہے جو

اس بات كى دليل هے كه هم الله كے مقبول بنده ے هیں اور اس كے نزديك بڑے مرتبه والے هیں جب وه هم پر يهاں مهربان هے تو آخرت ميں بهي مهربان هي رهے گا۔ اس ليے هميں عذاب كا انديشه نهیں۔ دوسري جگه ارشاد هے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰ فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكْبَرَ مَجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ط

اور اسي طرح هم نے هر بستي ميں وهاں كے گناه كار لوگ سردار بناد يے، تاكه وه وهاں مكرو فريب كريں۔ (الانعام: ۱۲۳)

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيرًا ۝۱۶

اور جب هم كسي بستي كى هلاكيت كا اراده كرتے هیں تو اس كے خوشحال لوگوں كو كوئي حكم ديتے هیں۔ پھر جب وه نهیں مانتے تب ان پر حجت تمام هو جاتي هے اور هم انهيں هلاك كر ديتے هیں۔ (بنی اسرائيل: ۱۶)

پھر فرمايا كه آپ ان كو بتاديجئے كه الله تعالى جس كا رزق كشاده كرنا چاهتا هے، اس كا رزق كشاده كر ديتا هے اور جس كا رزق تنگ كرنا چاهتا هے تو تنگ كر ديتا هے۔ دنيا ميں تو وه اپنے تابعداروں اور نافرمانوں سب كو ديتا هے۔ اس ليے كسي كا غني يا فقير هونا اس كى رضا مندى اور ناراضى كى دليل نهیں بلكه يه اس كى مشيت اور حكمت كے تحت هوتا هے۔ ليكن اكثر لوگ اس حقيقت كو نهیں جانتے۔

(ابن كثير ۵۴۰، ۵۴۱/۳، عثمانی ۲/۳۸۲)

اعمال كا دو هراجر

۳۷-۳۹: وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا ذُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الصَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ۝۱۷ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ۝۱۸ قُلْ إِنْ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لِمَنْ يَشَاءُ

أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۳۸﴾

اور تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں جو تمہیں دزجے میں ہمارا مقرب بنادے
ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ سو ایسے ہی لوگوں کے لیے ان کے
اعمال کا دوہرا اجر ہے اور وہی جنت کے بالا خانوں میں اطمینان سے بیٹھے
ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں
وہی عذاب میں گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا
رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور
جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور جو کچھ تم (اس کی راہ میں) خرچ
کرتے ہو وہ اس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

زُلْفَى : درجہ، مرتبہ، نزدیکی۔ مصدر ہے۔

الْغُرُفَاتِ : بالا خانے، اونچے مکان۔ واحد غُرْفَةٌ۔

يُخْلِفُهُ : وہ اس کا بدلہ دے گا، وہ اس کی وعدہ خلافی کرتا۔ اخْلَافٌ سے مضارع۔

تشریح : دنیا میں مال و اولاد اور عزت و جان کی کمی بیشی اللہ کے نزدیک مقبول یا مردود ہونے کی
دلیل نہیں بلکہ وہ اپنی مشیت و حکمت کے تحت دنیا میں جس کو چاہتا ہے مال و اولاد فراوانی کے ساتھ دیتا
ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے۔ مال و اولاد کی کثرت و بہتات کو اللہ کے نزدیک مقبولیت کی دلیل
سمجھنا شیطانی دھوکہ اور فریب ہے اللہ کے نزدیک مقبولیت کا مدار صرف ایمان اور عمل صالح پر ہے۔
جس کو یہ حاصل نہیں مال و اولاد کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو وہ اس کو اللہ کے نزدیک مقبول نہیں بنا سکتا۔

جیسے ارشاد ہے :

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ وَبَنِينَ ﴿۳۹﴾ نُسَارِعُ
لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۴۰﴾

کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے مال اور اولاد کو بڑھا رہے ہیں۔ ہم ان
کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں بلکہ وہ سمجھتے ہیں نہیں۔

(المؤمنون ۵۵، ۵۶)

فَلَا تَعْجَبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ

لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَآرِفِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ
هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

سوان کے مال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ بیشک اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیاوی زندگی میں عذاب میں مبتلا رکھے اور ان کی جانیں کفر کی حالت میں نکلیں۔ (التوبہ: ۵۵)

جو لوگ حالت ایمان میں عمل صالح کرتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس دو ہزار اجر ہے اور وہ جنت کے بالا خانوں میں بے خوف و خطر اور امن و سکون سے بیٹھیں گے۔ وہاں ان کو نہ کسی عذاب کا خوف ہوگا اور نہ نعمت زائل ہونے کا ڈر۔ جو لوگ ہماری آیتوں کے ابطال اور ہمارے پیغمبر کو نیچا دکھانے اور عاجز کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کو دائمی عذاب ہوگا۔ ان کا مال و اولاد ان کو ہمارے عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اپنے خزانے سے تمہیں اس کا بدل دے دے گا خواہ دنیا میں دے یا آخرت میں یا دونوں جگہ دے دے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

(معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۹۹-۳۰۲/۷)

کفر و شرک کا انجام

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِّلْمَلٰٓئِكَةِ اِهٰۤؤُلَاءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا
يَعْبُدُوْنَ ۝۱۴۰ قَالُوْٓا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلٰٓئِنَّا مِنْ دُوْنِهِمْۙ بَلْ كَانُوْا
يَعْبُدُوْنَ اِلٰهَۢنَ اٰخَرٰۙ اَكْثَرُهُمْۙ بِهٖمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۴۱ فَاٰیَوْمَ لَا يَمْلِكُ
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۚ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
ذُوقُوْٓا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكٰذِبُوْنَ ۝۱۴۲

اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا۔ پھر فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔؟ وہ (فرشتے) کہیں گے کہ تو پاک ہے۔ تو ہی ہمارا ولی ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں

سے اکثر انہیں پر ایمان رکھتے تھے۔ سو آج تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان (پہنچانے کا) اور ہم کافروں سے کہیں گے کہ (آج) تم اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔

تشریح: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سب منکرین و مشرکین کو جمع کر کے فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا یہ کافر تمہاری رضا مندی سے تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔ فرشتے جواب میں عرض کریں گے کہ اے اللہ! تو اس سے پاک ہے کہ تیرے سوا کسی کو معبود بنایا جائے تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ یہ لوگ نہ ہمارے کارساز ہیں اور نہ ہمارا ان سے کوئی تعلق ہے۔ یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ حقیقت میں یہ شیاطین کی عبادت کرتے تھے اور وہی ان کو اس کی ترغیب دیتے تھے، ان میں سے اکثر لوگ ان شیاطین ہی کے معتقد تھے اور ان ہی کے کہنے پر چلتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج کے دن کسی کو کسی نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں۔ نہ کوئی باطل معبود اپنی پرستش کرنے والوں کو کسی قسم کا نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ کسی سے ضرر دور کرنے کی طاقت۔ ہم ظالم کافروں سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کی تم تکذیب کرتے تھے اور اس کو جھوٹا جانتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔ بلاشبہ یہ لوگ اس عذاب کے مستحق ہیں کیونکہ یہ دنیا میں ہمارے پیغمبروں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

قرآن اور رسول کی تکذیب

۴۳-۴۵: وَإِذْ أَنذَرْنَاهُمْ إِلَيْنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَنْ مَا كَانُوا يَعْبُدُ آبَاءَكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ مُمْتَرٍ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُفْتَرٍ ۝ وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ۝ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا عُشْرَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝

اور جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو تمہیں ان چیزوں سے روک دینا چاہتا ہے جن کی تمہارے

باپ دادا عبادت کرتے تھے۔ اور (وہ یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) محض گھڑا ہوا بہتان ہے اور کافر حق پہنچنے کے بعد بھی یہی کہتے رہے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ اور (اس سے پہلے) ہم نے ان (اہل مکہ) کو کتابیں نہیں دیں، جن کو یہ پڑھتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے ہم نے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ہماری باتوں کی تکذیب کی اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا تھا یہ (مشرکین مکہ) تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔ پھر (جب) انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا (ہولناک) ہوا۔

يَصُدُّكُمْ: وہ تم کو روکتا ہے، وہ تم کو منع کرتا ہے۔

افك: بڑا جھوٹ، بڑا بہتان۔

نكیر: میرا عذاب، بدل ڈالنا۔

تشریح: یہاں کافروں کی اس سرکشی اور شرارت کا بیان ہے جس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے مستحق ہوئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہماری واضح اور کھلی کھلی آیتیں سنتے تو ان پر ایمان لانے اور قبول کرنے کی بجائے یہ کہتے کہ یہ شخص جو تمہیں قرآن پڑھ کر سناتا ہے یہ تو تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ان چیزوں کی عبادت سے روک دے جن کو تمہارے باپ دادا قدیم زمانے سے پوجتے چلے آئے ہیں۔ یہ تم سے اپنے باطل خیالات کی اتباع کرانا چاہتا ہے اور جو قرآن یہ پڑھتا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ اس نے اپنی طرف سے بنا کر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی ہے۔ یہ تو کھلا جھوٹ ہے اور اس کا جادو ہونا بالکل ظاہر ہے۔

اس سے پہلے ہم نے ان مشرکین کی طرف کوئی کتاب بھیجی جس کو یہ پڑھتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول آیا جو ان کو حق کی دعوت دیتا اور عذاب الہی سے ڈراتا۔ یہ لوگ مدتوں سے تمنا رکھتے تھے کہ ان میں کوئی اللہ کا رسول آئے اور اللہ کی کوئی کتاب نازل ہو تو وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مطیع و فرمان بردار بن جائیں۔ پھر جب اللہ نے ان کی دیرینہ آرزو پوری کر دی تو وہ اس کو قبول کرنے کی بجائے اس کے رسول اور اس کی کتاب کی

تکذیب میں لگ گئے۔ سابقہ امتوں کا انجام ان کے سامنے ہے۔ وہ قوت و طاقت اور دنیاوی مال و اسباب میں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ ان لوگوں کو تو ابھی اس کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں جو ہم نے سابقہ سرکشوں کو دیا تھا۔ اس لیے ان کو سابقہ اقوام کے حالات و انجام بد سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ انہوں نے بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی سو دیکھ لو کہ میں نے اپنے رسولوں کی کس طرح مدد و نصرت کی اور منکرین پر کیسا عذاب نازل کیا کہ بالکل نیست و نابود کر دیئے گئے۔ نہ مال ان کے کام آیا نہ اولاد و کنبے قبیلے اور نہ قوت و طاقت نے کوئی فائدہ دیا۔ (ابن کثیر ۵/۳، مظہری ۳۵، ۳۶/۸)

کافروں کو نصیحت

۴۶: قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَشْئِئًا وَفَرَادًى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ ۖ إِن هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَي عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ (خواہ) دو دو اور ایک ایک پھر سوچو (تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ) تمہارے اس رفیق کو ہرگز جنون نہیں۔ یہ ایک شدید عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے۔

تشریح: اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کافر جو آپ کو مجنون کہتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک چھوٹی سی نصیحت کرتا ہوں کہ تم تعصب، ضد اور عناد چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے محض اللہ کی رضا کے لیے اکیلے اکیلے یا دو دو مل کر سنجیدگی سے غور کرو تو تم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت و صداقت ظاہر ہو جائے گی۔ ان کی عقل و دانش اور کردار و عمل سے تمام مشرکین مکہ واقف ہیں۔ تم ان کی گزشتہ ۴۰ سالہ زندگی کو سامنے رکھو، جو ان کی قوم کے درمیان گزری ہے، ان کے احوال میں غور کرو، ان کے اقوال سنو تو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ ان کی ہر بات سے کمال عقل کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ نہ مفتری ہیں، نہ دروغ گو، نہ دیوانہ اور مجنون۔ وہ تو محض اللہ کے رسول ہیں اور تمہاری خیر خواہی میں تمہیں آنے والے سخت عذاب اور مہلک خطرات سے خبردار کرتے ہیں جن سے تم بالکل بے خبر ہو۔ وہ تمہیں دلائل و شواہد سے تمہارا برا بھلا سمجھاتے ہیں۔ یہ کام دیوانوں کے نہیں اولوالعزم پیغمبروں کے

ہوتے ہیں جنہیں احمقوں اور معاندین نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔

حق کا یقینی غلبہ

۵۰-۴۷: قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنَّ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ ۝ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۝ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي وَإِنْ اهْتَدَيْتُ فِيمَا يُؤْتِيَنِ رَبِّي لِأَنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے تم سے کوئی معاوضہ مانگا ہو تو اسے تم ہی رکھو۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے۔ وہ ہر چیز پر مطلع ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب حق نازل فرما رہا ہے۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل نہ پہلی بار ابھر اور نہ دوبارہ ابھرے گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی کا وبال مجھ ہی پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ اس وحی کی وجہ سے ہے جو میرے رب نے میری طرف بھیجی ہے۔ بیشک وہ سب کچھ سنتا ہے اور بہت قریب ہے۔

يَقْذِفُ : وہ غالب کرتا ہے، وہ نازل کرتا ہے، وہ پھینکتا ہے، وہ ڈالتا ہے۔ قَذْفُ سے مضارع۔

يُبْدِي : وہ تخلیق اول کرتا ہے، وہ ایجاد کرتا ہے۔ ابْدَاءُ سے مضارع۔

يُعِيدُ : وہ اعادہ کرے گا، وہ دوبارہ کرے گا، وہ لوٹائے گا۔ اِعَادَةُ سے مضارع۔

تشریح: اے مشرکین مکہ! میں جو تمہیں احکام دین پہنچا کر تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں، تمہیں وعظ و نصیحت کر رہا ہوں، اس پر میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ تم اپنا اجر و عوض اپنے پاس رکھو۔ میرا اجر و ثواب تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، وہی میرے کام کا بدلہ دے گا۔ وہ ہر چیز کی حقیقت سے باخبر ہے اور میری نبوت و صداقت اور میرے اخلاص پر گواہ ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب تو علام الغیوب ہے۔ حق کو باطل پر دے مارتا ہے جس سے باطل پاش پاش ہو جاتا ہے اور وہ حق کے مقابلے میں ایسا پست و ناکارہ ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کی ابتدا یا اعادہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ جو دین میں نے اختیار کیا ہے اگر وہ گمراہی ہے تو اس گمراہی کا وبال مجھ پر ہی پڑے گا اور اگر یہ دین حق اور باعث ہدایت ہے تو یہ میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ میرے پاس بھیجا ہے۔ اس لیے تمہیں بھی میرے طریقے پر چلنا چاہئے تاکہ جس طرح میں نے ہدایت پائی تم بھی ہدایت پا جاؤ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور بہت قریب ہے۔ (منظہری ۳۷، ۳۸، ۸، معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۳۱۰-۳۱۲/۷)

کفار کا انجام

۵۱-۵۲: وَكُوتَرَىٰ اِذْ فِرْعَوْنًا فَلَا قُوَّةَ وَاِخْذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝
وَقَالُوا اَمْتًا بِهٖ وَاَتٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۝
وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ
بَعِيْدٍ ۝ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ
بِاشْيَآءِهِمْ مِنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيبٍ ۝

اور اگر آپ وہ وقت دیکھیں جب (حشر میں) یہ لوگ گھبرائے ہوئے پھریں گے اور کہیں بھاگ بھی نہ سکیں گے اور قریب ہی کی جگہ سے پکڑ لئے جائیں گے۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ ہم اس (قرآن پر) ایمان لائے اور اتنی دور کی جگہ سے ان کا ہاتھ کہاں پہنچ سکتا ہے۔ اور اس سے پہلے ان لوگوں نے اس (قرآن) کا انکار کیا تھا اور دور ہی سے بلا تحقیق باتیں ہانکتے رہے اور (اس دن) ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا جائیگا جیسا کہ اس سے پہلے بھی ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بیشک یہ ایسے شک میں پڑے ہوئے تھے جس نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔

فِرْعَوْنًا: وہ گھبرائے۔ وہ ڈر گئے۔ فِرْعَوْنٌ سے ماضی۔

التَّنَاوُشُ: پکڑنا، لینا، ہاتھ آنا۔ مصدر ہے۔

اَشْيَآءِهِمْ: ان کے پیشوا، ان کے ہم مذہب۔ واحد شیعۃ۔

مُرِيبٌ: شک میں ڈالنے والا۔ اِزَابَةٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: قیامت کے روز یا موت کے وقت کافر نہایت گھبراہٹ کے عالم میں عذاب الہی سے بچ نکلنا چاہیں گے مگر اس وقت بچاؤ کی کوئی صورت نہ پائیں گے، نہ بھاگ کر، نہ چھپ کر، نہ کسی کی حمایت و پناہ سے اور نہ اپنی جان کا معاوضہ دے کر بلکہ فوراً ہی بہت آسانی سے پکڑ لیے جائیں گے۔ اس وقت یہ لوگ کہیں گے کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ پس جس طرح کوئی شخص بہت دور کی چیز کو لینے کے لیے دور ہی سے ہاتھ بڑھائے اور وہ اس کے ہاتھ نہ آئے اسی طرح ان لوگوں کا آخرت میں ایمان لانا بے سود ہے۔ ایمان لانے کی قرہی جگہ تو دنیا تھی جہاں یہ حشر و نشر اور قیامت کا انکار کرتے رہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر، ساحر اور مجنون کہتے رہے۔ اب جبکہ دنیا سے چل کر آخرت میں آگئے ہیں تو اپنا انجام دیکھ کر ایمان کا اقرار کرتے ہیں۔ آخرت تو دارالجزا ہے اور دنیا کے مقابلے میں بہت دور ہے۔ اتنی دور سے ایمان تک ہاتھ پہنچنا محال ہے۔

آخرت میں پہنچ کر یہ لوگ جس چیز کی آرزو رکھتے تھے یعنی ایمان کا قبول ہونا یا نجات اخروی یا دنیا کی طرف واپس جانا، ان چیزوں اور ان کفار کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ قبول ایمان کے بارے میں ان کی آرزو اب کبھی پوری نہ ہوگی۔ اس سے پہلے جو ان جیسے لوگ گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی اسی طرح کیا گیا تھا کیونکہ وہ بھی سخت دھوکے میں پڑے ہوئے تھے۔

(ابن کثیر ۵۴۴-۵۴۶/۳)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الفاطر

وجہ تسمیہ: اس سورت کا نام سورۃ فاطر ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فاطر و قادر اور قاهر و خالق اور رازق ہونے کا بیان ہے۔ چونکہ اس میں ملائکہ کا ذکر ہے اس لیے اس کو سورۃ الملائکہ بھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں پانچ رکوع ۴۵ آیتیں ۷۹۲ کلمات اور ۳۲۸۹ حروف ہیں۔ یہ سورت بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی۔ جو پانچ سورتیں الحمد سے شروع ہوتی ہیں ان میں سب سے پہلے سورۃ فاتحہ نازل ہوئی اور سب سے آخر میں سورۃ فاطر نازل ہوئی۔ ان سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار نعمتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور تمام نعمتوں کی اصل یہی چار نعمتیں ہیں۔ پہلی نعمت ایجاد اول ہے، دوسری نعمت بقائے اول ہے۔ تیسری نعمت ایجاد دوم ہے اور چوتھی نعمت بقائے دوم ہے۔ ایجاد اول اور بقائے اول سے دنیاوی زندگی اور سامان حیات مراد ہے۔ ایجاد دوم اور بقائے دوم سے اخروی زندگی اور آخرت کا دوام مراد ہے جو سب سے اعلیٰ و ارفع نعمت ہے۔

گزشتہ سورت میں مشرکوں کی طرف سے فرشتوں کو اپنا معبود ٹھہرانا مذکور تھا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کا مخلوق ہونا مذکور ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور دن رات اس کی عبادت و بندگی میں لگے ہوئے ہیں لہذا وہ خدا نہیں ہو سکتے۔

(مواہب الرحمن ۱۹۷/۲۲، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵۸۵/۵)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: اللہ تعالیٰ کی تحمید و اثبات رسالت کے بیان کے بعد انسان کو قیامت اور اعمال کی جزا و سزا کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

- رکوع ۲: نیکی و بدی میں امتیاز کا بیان ہے۔ پھر مرنے کے بعد زندہ ہونے اور قضا و قدر کا اثبات ہے۔ آخر میں اثبات تو حید اور باطل معبودوں کی حقیقت کا بیان ہے۔
- رکوع ۳: اللہ کی بے نیازی اور مومن و کافر کی مثال کا بیان ہے۔
- رکوع ۴: منکرین تو حید کی تہدید اور مومنین کی صفات کا بیان ہے۔ اس کے بعد قرآن کے وارثوں اور ان کا انعام مذکور ہے۔ آخر میں کافروں کا حال بیان کیا گیا ہے۔
- رکوع ۵: اللہ تعالیٰ کا علم و حلم اور باطل معبودوں کی بے بسی مذکور ہے۔ پھر مشرکین کا مکر و فریب اور سابقہ سرکش قوموں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

اللہ کی تحمید و اثبات تو حید

۲-۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اَوْفٰی
اَجْنَحَہٗ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبْعًا یَّزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ مَا یَفْتَحُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَہٖ فَلَا
مُمْسِکَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِکُ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٗ ۚ وَهُوَ
الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور دو دو اور تین تین اور چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغام رساں بنانے والا ہے۔ وہ اپنی تخلیق میں جیسی چاہتا ہے زیادتی کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ لوگوں کے لیے کھول دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جو کچھ وہ روک لے تو اس کے سوا اس کو کوئی جاری کرنے والا نہیں۔ وہی غالب (اور) حکمت والا ہے۔

اَجْنَحَہٗ : پر، بازو، واحد جناح۔

مُمْسِکَ : روکنے والا۔ اُمساک سے اسم فاعل۔

مُرْسِلَ : بھیجنے والا، مبعوث کرنے والا، جاری کرنے والا۔ اُرْسال سے اسم فاعل۔

تشریح: ہر قسم کی حمد و ثنا اس اللہ کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ابتدا کسی نمونے کے بغیر

محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا، تاکہ دنیا والے اس کی قدرت کا کرشمہ دیکھ کر اس کے خالق مطلق ہونے کا اقرار کریں۔ اسی نے فرشتوں کو پیغام رساں بنایا ہے جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں۔ وہ ان پروں کی مدد سے زمین و آسمان کے درمیان تیزی سے آمد و رفت کرتے ہیں اور اللہ کا پیغام جلد سے جلد اس کے پیغمبروں کو پہنچاتے ہیں تاکہ دنیا سے گمراہی دور ہو۔ وہ مخلوق کی خلقت میں جس طرح چاہتا ہے زیادتی کر دیتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اس لیے وہ جس کو چاہے دو، تین یا چار پردے اور جس کو چاہے اس سے زیادہ دے۔ اس پر کسی کو چنداں تعجب نہیں ہونا چاہئے۔

وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ کوئی اس کی قدرت میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ وہ لوگوں کے لیے جس رحمت و نعمت کا چاہے دروازہ کھول دے، جیسے بارش، روزی، امن و عافیت، صحت و توانائی، علم و حکمت اور ایمان و ہدایت وغیرہ تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس چیز کو وہ بند کر دے تو کوئی اسے کھولنے والا نہیں۔ سب خزانے اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ اس کا کھولنا اور بند کرنا سب حکمتوں پر مبنی ہے۔

اثبات توحید و رسالت

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآتَى تُؤْفِكُون ۝ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ دُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ ۖ وَ إِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

اے لوگو! تم پر جو اللہ کے انعامات ہیں ان کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کہاں بہکے جا رہے ہو اور اگر یہ (مشرکین مکہ) آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

انہی جب، کیونکہ، کہاں، جہاں۔ اسم ظرف ہے۔ زمان و مکان دونوں کے لیے آتا ہے۔
تُؤْفِكُون : تم لوٹائے جاتے ہو، تم پھیرے جاتے ہو۔ اُفک سے مضارع مجہول۔

تشریح: اے مشرکین مکہ تم اللہ تعالیٰ کے ان انعامات و احسانات کو یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں کہ اس نے تمہیں حرم کا باشندہ بنایا جس کی وجہ سے تمہیں کوئی لوٹ نہیں سکتا، تم پر رزق کے دروازے کھول دیئے جن کو کوئی بند نہیں کر سکتا، تمہیں اللہ عدم سے وجود میں لایا، اسی نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو ستونوں کے بغیر چھت کے طور پر قائم کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہو یعنی آسمان سے پانی برسا کر اس کے ذریعے زمین سے غلہ اور سبزہ اگاتا ہو۔ جب پیدا کرنا، روزی کے سامان بہم پہنچانا، سب اللہ تعالیٰ کے قبضے اور اختیار میں ہے، تو پھر کسی دوسرے کو معبودیت کا استحقاق کیسے ہو گیا، سو جو خالق اور رازق حقیقی ہے اسی کو معبود ہونا چاہئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر تم توحید کو چھوڑ کر شرک کی طرف کہاں جا رہے ہو۔

۱۰ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ مشرکین مکہ اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی توحید، قیامت اور عذاب کے بارے میں آپ کو جھوٹا قرار دیں تو آپ اس سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ یہ کوئی عجیب اور انوکھی بات نہیں، بلکہ آپ سے پہلے انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور نعمت کی ناشکری انسان کی عادت ہے۔ سو آپ ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجئے تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے لہذا وہاں پہنچ کر سب باتوں کا فیصلہ ہو جائیگا۔ وہی آپ کو اس تکذیب پر صبر کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور ان کافروں کو دونوں جہان میں عذاب کی صورت میں سزا دے گا۔ (منظہری ۴۲، ۴۳، ۸، عثمانی ۲/۳۸۸)

انسان کا ازلی دشمن

۵-۷: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ اللّٰهُ الْغُرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهُ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

اے لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے۔ سو دنیاوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ وہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں

ڈالے۔ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن ہی سمجھتے رہو۔ وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ سب دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ جو لوگ کافر ہوئے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

تَعْرِضْكُمْ : وہ تمہیں ضرور فریب دے گی، وہ تمہیں ضرور بہکائے گی۔ غُرُورٌ سے مضارع بانون تاکید جزئہ : اس کا گروہ، اس کی جماعت۔ جمع اخزَابُ : السَّعِيرُ : دکھتی ہوئی آگ، دوزخ۔ سَعْرٌ سے صفت مشبہ۔

تشریح : اے لوگو! قیامت اور اعمال کی جزا و سزا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل حق اور صحیح ہے وہ پورا ہو کر رہے گا یعنی قیامت آ کر رہے گی اور اس کے نہ آنے کا کوئی احتمال نہیں۔ اس دن سب کو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے اچھے برے، چھوٹے بڑے اور ظاہر و پوشیدہ تمام اعمال کا حساب دینا ہے۔ سو دنیا کی یہ فانی اور عارضی زندگی، اس کی زینت و آرائش اور اس کا عیش و آرام تمہیں آخرت کی طلب و سعی سے غافل نہ کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈال دے، آخرت سے بے فکر کر دے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے روک دے۔ بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تمہاری تاک میں ہے، تم اس کو اپنا دشمن ہی سمجھو، اس سے ہوشیار رہو اور اس کی جھوٹی اور فریب دینے والی باتوں میں نہ آ جانا۔ اپنے تمام احوال میں اس کے وسوسوں سے بچتے رہنا اور اللہ کی اطاعت میں لگے رہنا۔ بیشک شیطان اپنی اتباع کرنے والوں کو گناہ اور دنیا کی طرف میلان رکھنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ اس کے ساتھ وہ بھی اہل دوزخ میں سے ہو جائیں۔ پس جو لوگ اللہ کی ہدایت کا انکار کر کے شیطان کی پیروی کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے اور جن لوگوں نے شیطان کو اپنا دشمن سمجھا، اللہ کے احکام کی پیروی کی اور نیک کام کئے تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں مغفرت اور بڑا اجر و ثواب ہے۔ یہی لوگ اہل سعادت ہیں ان کو وہم و گمان سے بڑھ کر نعمتیں ملیں گی۔

نیکی اور بدی میں امتیاز

۸ : اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ فَلَا تَذْهَبُ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٌ ۚ اِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌۢ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝

تو کیا ایسا شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھایا گیا اور وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا (مومن کے برابر ہو سکتا ہے)۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ بیشک اللہ اس سے خوب واقف ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

شان نزول: بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت ابو جہل اور دوسرے مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ آیت کا نزول اس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اے اللہ اپنے دین کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا ابو جہل بن ہشام (کے ایمان) سے غلبہ عطا فرما۔ چنانچہ اللہ نے (حضرت) عمر کو ایمان کی توفیق عطا کی اور ابو جہل کو چھوڑ دیا۔ ان ہی دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری ۴۴، ۴۵/۸)

تشریح: کیا وہ شخص جس کو شیطان نے اس کے برے اعمال اچھے اور آراستہ کر کے دکھائے ہوں اور وہ ان کو اچھا بھی سمجھتا ہو، اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے اچھے اور برے، غلط اور صحیح اور نیکی اور برائی میں تمیز رکھتا ہو۔ ظاہر ہے جب یہ دونوں ایک جیسے اور برابر نہیں ہو سکتے تو ان کا انجام ایک جیسا کیسے ہو سکتا ہے۔

پس خوب سمجھ لو کہ حق اور باطل میں تمیز من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت یاب کرتا ہے، پس جو شخص شیطان کے بہکانے سے برائی کو بھلائی اور بدی کو نیکی سمجھنے لگے تو اس کے راہ راست پر آنے کی کیا توقع ہے؟ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ وہ گمراہ کو ہدایت یافتہ بنادے۔ اس لیے آپ کو ان گمراہوں پر حسرتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیجئے۔ وہ ان کے اعمال بد سے خوب واقف ہے اور جانتا ہے کہ کس بندے نے اپنے لیے گمراہی اختیار کی اور کس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا ہے۔

اثباتِ حشر

وَاللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرَّیْحَ فَتُثْرِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنَدُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ
فَاَحْیٰیْنَا بِیْدِ الْاَمْرِضَ بَعْدَ مَوْتِهَا کَذٰلِکَ النُّشُوْرُ ۝

اور اللہ ہی ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادل کو اٹھاتی ہیں۔ پھر ہم اس بادل کو کسی مردہ (خشک) زمین کی طرف لیجاتے ہیں اور اس سے اس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح (قیامت کے روز مردے) زندہ ہو کر اٹھیں گے۔

تَنْشِيرُ: وہ جوتی ہے، وہ برا بھیجتے کرتی ہے، وہ ابھارتی ہے۔ اِثَارَةٌ سے ماضی۔

سَحَابًا: بادل، ابر۔ جَمْعُ سَحَابٍ۔

سُقْنَهُ: ہم نے اس کو ہانک دیا، ہم نے اس کو چلایا۔ سَوْفٍ سے ماضی۔

النُّشُورُ: زندہ ہونا، اٹھ کھڑا ہونا۔ مصدر ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ جس طرح ہواؤں کے ذریعے بادلوں کو اٹھا کر اور ان سے پانی برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح قیامت کے روز وہ تمہیں زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے گا، یہاں زمین کو زندہ کرنے سے مراد اس کو سرسبز کر دینا اور زمین کی موت سے مراد اس کی سہری و ہریالی کو ختم کر دینا ہے جب اللہ تعالیٰ بعث اور نشور (یعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے) کا ارادہ فرمائے گا تو عرش کے نیچے سے ایک بارش نازل کرے گا جو تمام زمین پر برے گی۔ اس بارش سے تمام مردہ جسم سبزے کی مانند اپنی قبروں سے اگیں گے۔ پس جس طرح زمین پانی سے زندہ ہوتی ہے اسی طرح قیامت کے دن مردے بھی ایک بارش کے پانی سے زندہ ہوں گے۔

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں بارصور پھونکنے کے درمیان چالیس (کافاصلہ) ہوگا۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چالیس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کا لفظ فرمایا تھا۔ سال یا مہینوں یا دنوں کی تعیین نہیں فرمائی تھی۔ اس لیے میں بھی کوئی تعیین نہیں کر سکتا) پھر اللہ آسمان سے پانی برسائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے، سوائے ایک بڈی کے انسان کے جسم کا ہر حصہ گل جاتا ہے اور وہ ریزہ کی بڈی ہے۔ قیامت کے روز سارا جسم اسی سے جوڑا جائے گا۔ (مظہری ۳۵، ۳۶/۸)

عزت کا انحصار

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ

الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ
لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُأُوكَ هُوَ يَبُورُ ﴿۱۰﴾

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو تمام عزت اللہ ہی کے لیے ہے۔ تمام کلمات طیبات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک کام اسے اٹھا لیتا ہے اور جو لوگ بری چالوں میں لگے رہتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے اور ان کا یہ مکر برباد ہو کر رہے گا۔

يَضَعُ : وہ چڑھتا ہے، وہ پہنچتا ہے۔ ضَعُودٌ سے مضارع

يَبُورُ : وہ ہلاک ہو جائے گا، وہ تباہ ہو جائے گا۔ بَوْرٌ و بَوَارٌ سے مضارع۔

تشریح : جو شخص آخرت میں عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو قولاً و فعلاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پرہیزگاری اختیار کرنی چاہئے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی دنیا و آخرت کا مالک اور عزیز مطلق ہے۔ ساری عزتیں اسی کی ملکیت میں ہیں۔ اسی کی اطاعت و فرماں برداری سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ جس درجہ کی اطاعت و فرماں برداری اور تقویٰ و پرہیزگاری ہوگی اسی درجہ کی عزت حاصل ہوگی۔ دنیا میں کافروں کو جو ظاہری عزت حاصل ہے وہ سچی اور حقیقی عزت نہیں بلکہ حقیقت اور انجام کے اعتبار سے وہ ذلت و رسوائی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَيَّبَتَّغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا

کیا وہ (منافقین) کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں پس عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ (النساء: ۱۳۹)

اور ارشاد ہے:

وَاللَّهُ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لیے ہے۔ (المنفقون: ۸)

پھر فرمایا کہ کلمات طیبہ جیسے اللہ کا ذکر، تلاوت قرآن، علم و نصیحت کی باتیں اور دعائیہ کلمات وغیرہ بارگاہ الہی میں قبول کئے جاتے ہیں۔ اگر ان کلمات طیبہ کے ساتھ اعمال صالحہ بھی ہوں تو ان کلمات کا اجر و ثواب اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بری بری تدبیریں کرتے ہیں اور حق کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں جیسے قریش نے دار الندوہ میں بیٹھ کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورے کئے تھے، ان کو سخت عذاب دیا جائے گا اور ان کا مکر و فریب نیست و نابود ہو جائے گا۔ جیسا کہ بدر کے موقع پر قریش کے ساتھ ہوا۔ (ابن کثیر: ۵۴۹/۳، روح المعانی ۱۷۳-۱۷۶/۲۲)

قضا و قدر کا اثبات

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَمَا يُعْتَرِفُ مِنْ مَّعْتَرٍ وَلَا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ

اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پیدا کیا۔ پھر اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنادیا۔ اور عورتوں کا حاملہ ہونا اور بچوں کا جننا سب اس کے علم میں ہوتا ہے اور نہ کسی کی عمر بڑھائی جاتی ہے اور نہ کم کی جاتی ہے مگر یہ سب کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ سب آسان ہے۔

تشریح: تمہاری ابتدائی پیدائش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر آئندہ نسل کو ایک حقیر پانی سے نکالا کہ تم قوت کے ساتھ چلتے پھرتے ہو۔ پھر اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے تسکین پاتے ہو۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت و انعام ہے۔ پس جو خدا ایسی قدرت والا ہے وہ کائنات کے ذرے ذرے سے واقف ہے۔ استقرار حمل سے لیکر بچہ کی پیدائش تک جو ادوار گزرتے ہیں وہ سب سے باخبر ہے۔ کسی مادہ کے جو بھی حمل ہوتا ہے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے لڑکی مقدر کی ہے وہ کسی بت وغیرہ کی کوشش سے لڑکا پالے یا جو حمل ماقط ہونے والا ہے بچالے۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر ایک کی عمر مقرر و مقدر ہے۔ نہ کسی کی عمر زیادہ مقرر کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم مقرر کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو طویل عمر عطا فرماتا ہے وہ پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اسی طرح جس کی عمر کم رکھی جاتی ہے وہ بھی لوح محفوظ میں پہلے سے درج ہے۔ جو کچھ مذکور ہوا یہ مخلوقات کے حق میں تو محال ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنی روزی میں کسادگی چاہتا ہو وہ (زندہ رہنے کی) مہلت چاہتا ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔ (بخاری ۲/۴، مسلم کتاب البر، باب صلۃ الرحم۔ ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی صلۃ الرحم۔ ابن حبان ۲/۱۵۸)

ابن ابی حاتم میں حضرت ابودرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی کی مقررہ مدت (عمر) پوری ہو جاتی ہے تو اس کو ذرا بھی مہلت نہیں دی جاتی، بلکہ عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اولاد صالحہ عطاء فرمادیتا ہے۔ وہ اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ یہ شخص (دنیا میں) نہیں ہوتا مگر اس کو ان لوگوں کی دعائیں (قبر میں) ملتی رہتی ہیں۔ اس طرح گویا اس کی عمر بڑھ گئی۔ پس مذکورہ حدیث میں جو عمر بڑھنے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد عمر کی برکت کا بڑھ جانا ہے۔ (مواہب الرحمن ۲۱۴، ۲۱۵/۲۲)

اثباتِ توحید

۱۲: وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَ هَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاجِرَ لِيَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

اور دو دریا برابر نہیں، ایک (کا پانی) شیریں، پیاس بجھانے والا اور پینے میں خوشگوار ہے اور دوسرے کا کھاری اور کڑوا ہے اور تم ان دونوں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور (وہ) زیورات نکالتے ہو جنہیں پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے کہ کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

فُرَاتٌ : بہت شیریں اور ٹھنڈا پانی، تسکین بخش، پیاس بجھانے والا۔
سَائِغٌ : خوش ذائقہ، مزے دار، آسانی سے حلق میں اترنے والا۔ سَوَّغٌ سے اسم فاعل۔
أُجَاجٌ : تلخ، کڑوا، کھاری پانی۔

طریاً: تروتازہ، طراوۃ سے صفت مشبہ۔

حلیۃ: زیور، گہنے، آرائش۔ جمع خلی۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست قدرت کو ثابت فرمایا ہے کہ اس نے دو قسم کے دریا پیدا کئے۔ ایک کا پانی تو صاف ستھرا، میٹھا، خوش ذائقہ اور پیاس بجھانے والا ہے، آبادیوں اور جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے۔ دوسرے کا پانی ساکن ہے، سخت نمکین، کڑوا اور حلق کو جلانے والا ہے۔ دونوں قسم کے دریاؤں میں سے تم اپنے کھانے کے لیے تازہ گوشت یعنی مچھلیاں حاصل کرتے ہو اور پہننے کے لیے زیور یعنی موتی اور مرجان وغیرہ نکالتے ہو۔ تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس تلخ اور ساکن دریا میں بڑی بڑی کشتیاں اور طرح طرح کے جہاز پانی کو چیرتے پھرتے ہیں، تاکہ تم تجارت کی غرض سے ان میں سفر کرتے ہوئے ایک ملک سے دوسرے ملک جا کر اللہ تعالیٰ کے فضل (رزق) کو تلاش کرو اور اس نعمت پر ہمارا شکر ادا کرو کہ ہم نے دریا جیسی ہولناک اور خطرناک چیز کو تمہارے لیے ایک نعمت اور نفع کا ذریعہ بنا دیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہاں مومن و کافر کی مثال بیان کی گئی ہے کہ دونوں میں برابری کی کوئی صورت نہیں، اس لیے کہ ایک حلاوت ایمانی کی وجہ سے آب شیریں ہے اور دوسرا کفر و معصیت کی تلخی کی بناء پر آب تلخ ہے۔ (روح المعانی: ۱۷۹، ۱۸۰/۲۲)

متصرفِ کامل

۱۳-۱۴: یُؤَيِّجُ الْيَلَّ فِي النَّهَارِ وَيُؤَيِّجُ النَّهَارَ فِي الْيَلِّ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ذِكُّمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَ تَوَسَّعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُونَ بَشِرْكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝

وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو (اپنے اپنے) کام میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے

گا۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی سلطنت ہے۔ اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار (بھی) نہیں سن سکتے اور اگر بالفرض سن لیں تو جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے اور خدائے باخبر کی طرح تمہیں کوئی بھی خبر نہ دے گا۔

یُولُجُ : وہ پیدا کرتا ہے، وہ داخل کرتا ہے۔ اِنْلَاجُ سے مضارع۔

مُسَمًی : معین، مقرر کیا ہوا، نام رکھا ہوا۔ تَسْمِیۃ سے اسم مفعول۔

قَطْمِیر : باریک جھلی جو کھجور کے گودے اور گٹھلی کے درمیان ہوتی ہے۔ یہاں اس سے مراد حقیر چیز ہے۔
تَشْرِیح : اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہی خالق و متصرف کامل ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوق میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ وہی رات کو دن میں دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ دن اور رات کو ایک دوسرے میں داخل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک کو کم کر دیتا ہے اور دوسرے کو بڑھا دیتا ہے۔ جیسے موسم گرما میں رات دونوں طرف سے کم ہو کر دن میں داخل ہو جاتی ہے جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے اور موسم سرما میں دن دونوں طرف سے کم ہو کر رات میں داخل ہو جاتا ہے جس سے دن چھوٹا ہو جاتا ہے اور رات بڑی ہو جاتی ہے۔ یہ سب اس کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

اسی نے سورج اور چاند کو اپنے حکم کے تابع بنایا کہ وہ ہر وقت اس کے حکم کے سامنے سر جھکائے رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مقررہ وقت تک یعنی قیامت تک اسی طرح حرکت کرتا رہے گا اور اپنے مقررہ وقت پر طلوع اور غروب ہوتا رہے گا، یہی اللہ جس کی قدرت کے کرشمے تمہارے سامنے ہیں تمہارا رب اور خالق ہے۔ اسی کا ملک اور اسی کی بادشاہت ہے۔ اس کے سوا تم جن باطل معبودوں کو پکارتے ہو وہ تو ادنیٰ اختیار بھی نہیں رکھتے۔ وہ ایسے حقیر و ذلیل ہیں کہ کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سی چھلی ہوتی ہے وہ اس کے بھی مالک نہیں۔ وہ تو ایسے عاجز و بے بس ہیں کہ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار بھی نہیں سنیں گے، اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ قیامت کے روز یہ باطل معبود تمہارے شرک کا صاف انکار کر دیں گے بلکہ یہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے ایسے حقیر اور عاجز کو اپنا معبود نہیں بنایا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے باخبر ہے اس سے زیادہ سچی اور بہتر خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔ اس لیے دنیا و آخرت کی فلاح کے لیے اسی پر ایمان لاؤ اور اسی کے احکام کی بجا آوری میں لگے رہو۔

اللہ کی بے نیازی

۱۵-۱۸: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ اِنْ يَشَآءْ يَذِہْبْکُمْ وَيَاۤتِ بِخَلْقٍ جَدِیدٍ ۝ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیزٍ ۝ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی وَاِنْ تَدَّعِ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حَمِلِہَا لَا یَحْمِلُ مِنْہُ شَیْءٌ وَّلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ۝ اِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغِیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَمِنْ تَزْکٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکٰی لِنَفْسِہٖ ۝ وَاِلٰی اللّٰهِ لَمَصِیْرٌ ۝

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز (اور) خویوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ بات اللہ کے لیے ذرا مشکل نہیں اور (قیامت کے روز) کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی (گناہوں کے) بوجھ سے لدا ہوا کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے پکارے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہو۔ (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو صرف انہی کو ڈرا سکتے ہیں جو اپنے رب کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو شخص (اپنے نفس کو) پاک کرتا ہے تو وہ اپنے لیے ہی پاک کرتا ہے۔ (سب کو) اللہ ہی کی طرف واپس جانا ہے۔

تَزِرُ: وہ بوجھ اٹھاتی ہے۔ وَزْرٌ سے مضارع۔

مُثْقَلَةٌ: بوجھ والی، لدی ہوئی۔ ثَقُلَ وِثْقَالَةٌ سے اسم مفعول۔

الْمَصِیْرُ: لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا۔ صِیْرٌ سے اسم ظرف مکان و مصدر میسی۔

تشریح: تمام مخلوق اپنے وجود اور اپنی بقا میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور انسان تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اگر آسمان سے بارش نہ برے، زمین سے نباتات نہ اگیں اور ہوا اور پانی وغیرہ معدوم ہو جائیں تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ غنی مطلق، بے پرواہ اور ہر طرح سے بے نیاز تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ وہی اپنی تمام صفات میں حمید ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت و تعریف سے خالی

نہیں۔ وہ ہر طرح حمد و ثنا کے لائق ہے۔

اے لوگو! وہ ایسا غنی اور قادر مطلق ہے کہ اگر چاہے تو تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر تمہاری جگہ دوسری مخلوق لے آئے جو اس کی اطاعت کرے اور تمہاری طرح نافرمانی نہ کرے۔ یہ کام اس پر ذرا بھی دشوار نہیں۔ وہ اس پر قادر ہے کہ جس مخلوق کو چاہے نیست و نابود کر دے اور جس کو چاہے پیدا کر دے۔ لہذا تم اس کے قہر و غضب سے ڈرتے رہو اور خوب سمجھ لو کہ قیامت کے روز تمہاری محتاجی اور بے بسی اور بڑھ جائے گی جب کوئی گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اگر کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں اٹھائے گا اگرچہ وہ اس کا قرابت دار ہی ہو۔ اس روز ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ماں باپ اولاد کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیں گے اور اولاد ماں باپ کو انکار کر دے گی۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی وعظ و نصیحت سے گمراہ، ضدی اور آخرت کے منکر لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے، بلکہ یہ تو ان لوگوں کے حق میں مفید ہے جو مانتا نہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور ٹھیک ٹھیک نماز ادا کرتے ہیں۔ جو شخص ایمان لا کر اور اعمال صالحہ کر کے پاکیزگی حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو غنی اور حمید ہے۔ اس کو کسی کے ایمان و اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں۔ آخر کار سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ (ابن کثیر: ۵۵۱، ۵۵۲، ۳، روح المعانی: ۱۸۳-۱۸۶/۲۲)

مومن و کافر کی مثال

۱۹-۲۶ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۖ وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا النُّورُ ۖ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۖ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ۚ إِنَّكَ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۚ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۚ وَإِنْ يَكِيدُ بُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۚ وَبِالنُّزُورِ ۚ يَا لَيْتَ كُتِبَ الْمُتَنَبِّئِينَ ۚ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٌ ۚ

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ تاریکی اور روشنی (کیساں ہیں) اور نہ سایہ اور دھوپ (برابر ہیں)۔ اور زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ بیشک ہم ہی نے آپ کو حق دے کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔ اور اگر یہ (منکرین) آپ کو جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا۔ ان کے پیغمبر بھی ان کے پاس معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لیکر آئے تھے پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا سو (دیکھ لو) میرا عذاب کیسا (سخت) تھا۔

الحُرُورُ : گرم ہوا، لو، دھوپ۔ مصدر بھی ہے اسم بھی۔

عَلَی : وہ گزرا، وہ ہو چکا۔ خُلُوْا سے ماضی۔

بِکَبْرِ : میرا عذاب، بدل ڈالنا۔

تشریح : مومن و کافر ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لیے دونوں کیساں نہیں ہو سکتے۔ جس طرح مینا اور ناینا، اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور وہ ایک دوسرے کی مانند نہیں ہو سکتے اسی طرح مومن اور کافر بھی ایک دوسرے کی مانند نہیں ہو سکتے۔ مومن آنکھ والے، روشنی اور سایہ کی مانند ہے جبکہ کافر اندھے، تاریکی اور دھوپ کی مانند ہے۔ مومن ایمان کی روح سے زندہ ہے جبکہ کافر ایمان سے خالی ہونے کی بنا پر مردہ کی مانند ہے۔ مردوں کو زندہ کرنا اور ان کو سنانا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے مگر بندوں میں یہ قدرت و طاقت نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا تا ہے اور ہدایت دیتا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح مردے کو قبر میں دفنانے کے بعد پکارنا بے سود ہے، اسی طرح ان کافروں کے دل کفر کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں اس لیے آپ ان کو کلام حق نہیں سنا سکتے۔ آپ کا کام تو ان کافروں کے کانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا اور ان کو دوزخ کا خوف دلانا ہے۔ بلاشبہ ہم نے آپ کو دین حق دے کر جنت کی خوشخبری سنانے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ سے پہلے کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ گزرا ہو۔ اس کے باوجود ان میں بھی بہت سے کافر گزرے ہیں۔ اسی طرح آپ کی امت میں بھی جو

لوگ مردہ دل ہیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ مشرکین آپ کو جھٹلائیں تو آپ اس سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ آپ بھی سابقہ انبیاء کی طرح صبر کریں، کیونکہ ان سے پہلے کافر بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرتے رہے اور اپنے کفر پر قائم رہے، حالانکہ ان کے رسول، اللہ کی طرف سے کھلے کھلمعجزات، صحیفے اور روشن کتاب کے ساتھ ان کے پاس آئے تھے۔ پھر میں نے ان کافروں کو عذاب میں پکڑ لیا، سو دیکھ لو میرا عذاب کیسا تھا اور وہ کس طرح تباہ و برباد ہوئے۔ سب سے آخر میں ہم نے آپ کو کتاب منیر (قرآن کریم) دیکر بھیجا ہے۔ اگر یہ مشرکین اس کی تکذیب سے باز نہ آئے تو ممکن ہے ان کا بھی وہی انجام ہو۔ (مواہب الرحمن ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۶۰۳، ۶۰۴، ۵)

منکرین توحید کی تہدید

۲۷-۲۸: أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ شَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ أَلْوَانٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ ۚ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کئے، اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں سفید اور سرخ کہ ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں اور (بعض نہ سفید نہ سرخ بلکہ) بہت گہرے سیاہ ہیں۔ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی (بعض) ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں۔ بیشک اس کے بندوں میں سے علم والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ بیشک اللہ زبردست (اور) بڑا بخشنے والا ہے۔

جُدَدٌ : ٹکڑے، حصے، راستے، گھانیاں۔ واحد جُدَّةٌ۔

الدَّوَابُّ : چوپائے، زمین پر چلنے والے جاندار۔ واحد ذَابَّةٌ۔

انعام : مویشی، چوپائے۔ واحد نعم۔

تشریح : ان آیات میں منکرین کو خبردار کرنے اور ڈرانے کے لیے فرمایا کہ کیا یہ لوگ ان آثار قدرت کو نہیں دیکھتے جو ان کی نظروں کے سامنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی شے سے مختلف قسم کی چیزیں پیدا کرتا ہے، مثلاً وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس پانی کے ذریعے مختلف قسم کے پھل پیدا کرتا ہے جو رنگ، بو، مزے، سائز اور بناوٹ میں مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑ بھی مختلف قسم کے ہیں، کوئی سفید ہے، کوئی سرخ ہے، کوئی براؤن یا شدید کالا ہے، کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں، کوئی لمبا ہے، کوئی بالکل سیدھا اور کوئی نامووار ہے، کوئی نہایت بلند اور کوئی بہت پست ہے۔ ان بے جان چیزوں کے بعد انسانوں، جانوروں اور چوپایوں کو دیکھو۔ جس طرح انسانوں کی زبانیں اور رنگتیں مختلف ہیں اسی طرح جانوروں اور چوپایوں کی بھی مختلف رنگتیں ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ اسی طرح بندوں کے احوال بھی مختلف ہیں۔ کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور کوئی نہیں ڈرتا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صاحب علم اور صاحب فہم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں، کیونکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں جس قدر علم رکھے گا اسی قدر اس علیم وخبیر کی عظمت و ہیبت اس کے دل میں بڑھے گی۔ جس کو یہ علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا۔ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہت سی احادیث یاد کر لینا یا بہت سی باتیں کرنا کوئی علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ جس شخص میں خشیت نہ ہو وہ عالم نہیں۔ حضرت انس بن ربیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں۔ حضرت امام مالک کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں بلکہ علم تو ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ بڑی عزت والا ہے۔ جو اس سے نہیں ڈرتا اس کو عذاب میں پکڑ لیتا ہے اور جو بندہ اس سے ڈرتا ہے اور اپنی خطاؤں پر شرمندہ ہوتا ہے اور معافی مانگتا ہے تو اسے معاف کر دیتا ہے۔ پس جس ذات کی یہ شان ہے اس سے خوف و خشیت ضروری ہے۔

(ابن کثیر ۵۵۳، ۵۵۴، ۳/۵۵۴، مغارف القرآن مفتی محمد شفیع ۷/۳۲۷)

مومنین کی صفات

۲۹-۳۱: اِنَّ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُونَ کِتَابَ اللّٰهِ وَاقَامُوا الصَّلٰوةَ وَانْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ وَ الَّذِیْ اَوْحٰیْنَآ اِلَیْكَ مِّنَ الْکِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُعٰبِدُهٗ لِحَبِیْرٍ بَصِیْرٌ ۝

بیشک جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کبھی خسارہ نہ ہوگا۔ تاکہ وہ ان کو پوری اجرت دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ دے۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا (اور) بڑا قدر دان ہے اور جو کتاب ہم نے آپ پر وحی کی ہے وہ بالکل برحق ہے۔ وہ اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرتی ہے۔ بیشک اللہ اپنے بندوں (کے حال) سے باخبر (اور ان کے ظاہر و باطن کو) دیکھنے والا ہے۔

تَبُوْرٌ : وہ ہلاک ہوگی، وہ مٹ جائے گی۔ بُوَارٌ سے مضارع۔

یُوَفِّیَهُمْ : وہ ان کو پورا پورا دیا جائے گا۔ تَوْفِیۃً سے مضارع مجہول۔

تشریح: جو لوگ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھ کر عقیدت کے ساتھ پابندی سے تلاوت کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور ارکان کی پوری رعایت کے ساتھ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو مال ان کو عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ ہر طرح اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے، تو ان لوگوں کی تجارت ایسی ہے جس میں خسارے کا احتمال نہیں۔ ظاہر ہے جب ان کے اعمال کا خریدار اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی تجارت میں نفع ہی نفع ہے نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آیت میں چھپا کر دینے سے نفلی صدقہ کی طرف اشارہ ہو اور ظاہر کر کے دینے سے مراد زکوٰۃ ہو، کیونکہ زکوٰۃ ظاہر کر کے دی جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا اجر دے گا اور اپنے فضل سے ان کے

استحقاق سے زیادہ بھی عطا فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والا اور طاعتوں کی قدر کرنے والا ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے وحی کے ذریعے جو کتاب آپ پر نازل کی ہے وہ برحق اور سچی کتاب ہے اور سابقہ آسمانی کتب یعنی توریت و انجیل کی تصدیق کرتی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال خوب جانتا اور دیکھتا ہے کہ کون اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اور کون ان سے روگردانی کرتا ہے۔

قرآن کے وارث

۱۳۲ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ
يَاذُنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿۱۳۲﴾

پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر ان میں سے کوئی تو اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی متوسط درجے کا ہے اور ان میں سے کوئی اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں آگے بڑھ گیا ہے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔

اصْطَفَيْنَا: ہم نے چن لیا، ہم نے منتخب کر لیا، ہم نے پسند کر لیا۔ اصْطَفَاءَ سے ماضی۔

مُقْتَصِدٌ: متوسط درجے کا، درمیانی راہ چلنے والا۔ اِقْتِصَادٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قرآن خالص حق ہے اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ پہلے تو ہم نے اس کو وحی کے طور پر آپ کے پاس بھیجا۔ پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے اپنے منتخب اور پسندیدہ لوگوں کو اس کا وارث بنا دیا۔ یہاں وارث بنانے سے مراد عطا کرنا ہے۔ اس عطا کو میراث کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح وارث کو میراث کا حصہ اس کے کسی عمل اور کوشش کے بغیر مل جاتا ہے اسی طرح قرآن کی دولت بھی ان منتخب بندوں کو کسی محنت اور مشقت کے بغیر دیدی گئی ہے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک آیت میں اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (ہم نے اپنے بندوں میں سے

منتخب قرار دیا) سے مراد امت محمدیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر اس کتاب کا وارث بنا دیا جو اس نے

نازل کی۔ اس کے علما بلا واسطہ اور دوسرے لوگ بواسطہ علما آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ یہ امت محمدیہ کی سب سے عظیم فضیلت ہے کیونکہ قرآن مجید میں لفظ اصطفا اکثر مقامات پر انبیاء علیہم السلام کے لیے آیا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اصطفا (انتخاب) میں انبیاء و ملائکہ کے ساتھ شریک فرمادیا۔ قرآن کریم تمام سابقہ کتب کی تصدیق و حفاظت کرنے والی کتاب ہونے کی حیثیت سے تمام آسمانی کتابوں کے مضامین کی جامع ہے۔ اس کا وارث بننا گویا سب آسمانی کتابوں کا وارث بننا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے جن بندوں کو منتخب فرما کر قرآن کا وارث بنایا ہے وہ تین قسم کے ہیں۔

- ۱۔ ظالم: اس سے مراد وہ شخص ہے جو بعض واجبات میں کوتاہی اور بعض محرمات کا ارتکاب کر لیتا ہے۔
- ۲۔ مقصد: ایسا شخص تمام واجبات شرعیہ کو ادا کرتا اور تمام مکروہات سے بچتا ہے۔ مگر کبھی کبھی بعض مستحبات کو چھوڑ دیتا اور بعض مکروہات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۳۔ سابق: اس سے مراد وہ شخص ہے جو تمام مستحبات کو ادا کرتا اور تمام مکروہات سے بچتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور انعام ہے کہ اس نے ساری دنیا میں سے اس امت کو قرآن کا وارث بنایا۔
(ابن کثیر ۵۵۴، ۵۵۵، ۳/۵۵۵، معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۳۴۴، ۳۴۵/۷)

حضرت ابو داراء سے روایت ہے کہ انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے یہ آیت ثم اور ثنا لکتب پڑھ کر فرمایا کہ ان تین قسموں میں سے جو سابق بالخیرات ہیں وہ تو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ جو مقصد ہیں ان سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور ظالم لنفسہ کو مقام حساب میں (حساب کے لیے) روک لیا جائے گا اور ان پر رنج و غم طاری ہو جائے گا۔ پھر ان کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی الحمد لله الذی اذهب عن الحزن (شکر ہے اللہ کا جس نے ہمارا غم دور کر دیا) روح المعانی ۱۹/۲۲۔

کتاب کے وارثوں کی نجات

۳۴-۳۵: جَنَّتٌ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۚ ۖ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ ۖ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نُصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ۖ

وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔ ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔ اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا (اور) بڑا قادر دان ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا جہاں ہمیں نہ کوئی مشقت ہوگی اور نہ تھکان۔

اَسَاوَر : کنگن - واحد سوار۔

حَرِيْرٌ : ریشم۔

اَحَلَّنَا : اس نے ہمیں اتارا۔ اِحْلَالٌ سے ماضی۔

نَصَبٌ : محنت، تکلیف، مشقت۔

لُغُوْبٌ : تھکان، ماندگی، خستگی۔ مصدر واسم۔

تشریح : جن لوگوں کو ہم نے منتخب اور پسندیدہ بنا کر اپنی کتاب مبین کا وارث بنایا ہے قیامت کے روز ہم انہیں دائمی اور ابدی نعمتوں والی جنت میں داخل کریں گے، جہاں انہیں خالص سونے اور صاف و شفاف موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس خالص ریشم کا ہوگا۔ جنت میں پہنچ کر یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ حمد ہے اس اللہ کی جس نے ہم سے غم کو دور کیا اور دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے ہمیں نجات دی۔ اب یہاں کوئی غم و فکر نہیں۔ بیشک ہمارا پروردگار بہت مغفرت کرنے والا اور بڑا قادر دان ہے کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہمارے گناہوں کو معاف فرمایا اور معمولی نیکیوں پر وہم و گمان سے بڑھ کر اجر عطا فرمایا اور ہمیشہ رہنے کے لیے ہمیں یہ مقام عطا فرمایا جہاں نہ کوئی فکر و اندیشہ ہے اور نہ کوئی محنت و مشقت۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ مومن کا زیور (ہاتھ میں) وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچا ہوگا۔ ابن حاتم اور ابن ابی الدنیا نے حضرت کعب کی روایت سے بیان کیا کہ اگر جنت کا کوئی کپڑا دنیا میں پہن لیا جائے تو جس کی نظر اس پر پڑے گی وہ بیہوش ہو جائے گا۔ کسی کی نظر اس کو برداشت نہ کر سکے گی۔

(مظہری ۵۹، ۶۰/۸)

کافروں کا حال

۳۷-۳۸: وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا كَذَلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَافٍ ۝
وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ
الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۖ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ
وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝

اور کافروں کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ ان کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ ہم کافروں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور وہ (کافر) اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال لے۔ ہم نیک اعمال کریں گے برخلاف ان کے جو ہم کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ (اس میں) جس کو نصیحت حاصل کرنا ہوتی نصیحت حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا، سو اب (عذاب کا) مزہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

یُقْضَىٰ: اس کی قضا (موت) آئے گی۔ وہ پورا کیا جائے گا۔ قِضَاءً سے مضارع مجہول۔
يَصْطَرِخُونَ: وہ چیخیں گے، وہ فریاد کریں گے۔ اضطرار سے مضارع۔

تشریح: ان آیتوں میں اہل کفر کی جزا و سزا کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور توبہ نہیں کی تو ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے جہاں نہ ان کی قضا آئے گی کہ مر جائیں اور سکون سے ہو جائیں اور نہ ان کے عذاب میں ایک پل کے لیے کمی ہوگی۔ ہم کفر کرنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ کافر دوزخ کے اندر چیخ چیخ کر اور پکار پکار کر فریاد کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار اب ہمیں جہنم سے نکال دے اور دوبارہ دنیا میں بھیج دے، تاکہ وہاں جا کر ہم نیک کام کریں برخلاف ان کاموں کے جو پہلے ہم وہاں کیا کرتے تھے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا اس سے پہلے ہم نے تمہیں دنیا میں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا۔ جن لوگوں نے دنیا میں ہدایت پائی ان کو بھی تمہارے برابر ہی عمر ملی تھی۔ تم بھی اس مدت میں بہت کچھ کر سکتے تھے مگر تم نے اپنی

عمر کو غفلت میں کھودیا۔ یہی نہیں کہ ہم نے تمہیں صرف عمر اور وقت دیا تھا بلکہ ہم نے تمہارے پاس آخرت کے عذاب سے ڈرانے والا بھی بھیجا تھا مگر تم نے اس کی بات نہیں مانی۔ سواب تم اس غفلت اور نافرمانی کا مزہ چکھو۔ یہاں ظالموں کا کوئی مددگار نہیں جو ان کو عذاب سے بچا سکے۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں تو اس وقت موت کو لا کر جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ندا دے گا اے اہل جنت (آئندہ) موت نہیں۔ اے دوزخ والو! (آئندہ) موت نہیں۔ یہ سن کر جنتیوں کو مسرت بالائے مسرت ہوگی اور دوزخیوں کو غم بالائے غم۔ (مظہری: ۶۰-۶۲/۸)

کفر کا وبال

۳۸-۳۹: إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ۝

بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔ بیشک وہ دلوں کی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ اسی نے تمہیں زمین پر آباد کیا۔ سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور ان کے رب کے نزدیک کافروں کا کفر ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہے اور کافروں کے لیے ان کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہے۔

خَلَفَ: جانشین، صاحب اختیار۔ واحد خَلِيفَةً

مَقْتًا: ناپسند کرنا، نفرت کرنا، بیزار ہونا، سخت ناراض ہونا۔ مصدر ہے۔

تشریح: دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کافر کہیں گے کہ انہیں دوبار دنیا میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ وہاں جا کر اچھے کام کریں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا

جاننے والا ہے۔ وہ دلوں کے بھید، سینوں کی باتوں اور لوگوں کے احوال سے خوب واقف ہے، اسے اپنے علم کامل کی بنا پر پہلے ہی معلوم ہے کہ یہ لوگ دنیا میں واپس جانے کے بعد وہی کریں گے جو پہلے کیا کرتے تھے۔ اس لیے ان کا یہ کہنا کہ وہ دنیا میں واپس جا کر نیک عمل کریں گے غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو عذاب سے بچانا چاہتے ہیں اسی لیے وہ یہ بات کہہ رہے ہیں ورنہ ایک دفعہ نہیں بلکہ اگر انہیں ستر دفعہ بھی لوٹایا جائے تو اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ ۚ وَانْتَهُمْ لَكَذِبُوْنَ ۝۲۸

اور اگر ان کو (دنیا میں) واپس بھیج دیا جائے تب بھی وہ وہی کام کریں گے

جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔ (الانعام: ۲۸)

پھر فرمایا کہ اسی نے تمہیں زمین پر پہلی امتوں کا قائم مقام بنایا اور ان کی جگہ تمہیں تصرف و اختیار اور اقتدار دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام تھا لیکن تم پھر بھی ایمان نہ لائے اور اپنے کفر و شرک پر قائم رہے۔ تمہارے کفر و ناشکری اور اللہ کی آیات کے انکار سے اس کا کچھ نقصان نہیں وہ تمہاری حمد و شکر سے بے پروا ہے۔ پس جو شخص کفر کرے گا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا۔ جیسے جیسے کافر اپنے کفر میں بڑھتے ہیں اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور آخرت کا خسارہ بھی بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف مومن کی عمر جس قدر بڑھتی ہے اسی قدر اس کی نیکیاں بھی بڑھتی جاتی ہیں اور وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔ (ابن کثیر ۳/۵۶۰، عثمانی ۳۹۶، ۲/۳۹۷)

باطل معبودوں کی بے بسی

۳۰-۳۱: قُلْ اَرَاَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَدُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اَتَيْنَهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنٰتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝۳۰ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَٰكِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝۳۱

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ ان سے کہیے کہ تم ذرا اپنے شریکوں کو تو

دیکھو جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ مجھے بتاؤ انہوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا کیا ہے، یا آسمانوں میں ان کی کچھ شراکت ہے، یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہوں، بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے بڑے دھوکے کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ (اپنی جگہ سے) ہٹ نہ جائیں اور اگر یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ بیشک وہ حلیم (اور) غفور ہے۔

غُرُورًا: فریب، جھوٹا وعدہ۔ مضدر ہے۔

يُمْسِكُ: وہ روکتا ہے، وہ تھامتا ہے، وہ سنبھالتا ہے۔ اِمْسَاكٌ سے مضارع۔

تَزُولًا: وہ دونوں اپنے مقام سے ہٹ جائیں۔ زَوَالٌ سے مضارع۔

تشریح: اے پیغمبر! صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ تم جن باطل معبودوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو اور اللہ کے سوا ان کو اپنی حاجتوں کے لیے پکارتے ہو، ذرا تم مجھے دکھاؤ تو کہ انہوں نے زمین کا کونسا حصہ بنایا ہے یا آسمان کے بنانے میں ان کا کتنا حصہ ہے۔ جب وہ کسی چیز کے خالق ہی نہیں، اور نہ اللہ تعالیٰ کے کسی کام میں شریک و ساجھی بلکہ وہ تو ایک دوسرے کے بھی مالک و خالق نہیں تو تم اللہ کو چھوڑ کر انہیں کیوں پکارتے ہو۔ کیا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس میں شرک کا صحیح ہونا لکھا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی عقل یا نقلی دلیل نہیں بلکہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے پر چل رہے ہیں اور ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہیں کہ یہ بت تمہاری شفاعت کریں گے۔ یہ سب ان کی خام خیالی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے اور وہ اس کے حکم سے اپنی اپنی جگہ قائم ہیں۔ ان میں سے کسی کی مجال نہیں کہ وہ ایک ذرہ بھر بھی اپنی جگہ سے جنبش کر سکے۔ اگر یہ اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جو ان کو روک سکے۔ یہ آسمان و زمین قیامت تک اسی طرح اپنی اپنی جگہ قائم رہیں گے۔ جب قیامت آئے گی تب اپنی اپنی جگہ سے نہیں گے۔ بلاشبہ ان کے کفر و محصیت اور سرکشی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا قہر و غضب نازل کرتا لیکن اس کے حکم کی وجہ سے ان کافروں کو ڈھیل ملی ہوئی ہے۔

مشرکین کی بد عہدی

۴۲-۴۳: وَ اَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ
لَّيَكُونُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدٰى الْاُمَمِ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ
مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نِفُورًا ۝ يٰۤاَسْتَكْبَارًا ۙ فِى الْاَرْضِ وَ مَكْرَ
السَّيِّئِ ۙ وَ لَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۙ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ
اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۙ
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝

اور ان کافروں نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے۔ پھر جب (واقعی) ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو اس سے ان کی نفرت ہی میں اضافہ ہوا کہ دنیا میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور بری تدبیریں کرنے لگ گئے اور بری تدبیروں کا وبال انہی پر پڑتا ہے جو یہ تدبیریں کرتے ہیں۔ سو کیا یہ اسی (برتاؤ) کے منتظر ہیں جو پہلے لوگوں (کافروں) کے ساتھ ہوتا رہا۔ پس آپ اللہ کے دستور میں کبھی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ آپ اللہ کے دستور کو کبھی ملتا ہوا پائیں گے۔

نَفُورًا: نفرت کرنا، فرار ہونا، بھاگنا۔ مصدر ہے۔

يَحِيقُ: وہ گھیرتا ہے، وہ پکڑتا ہے۔ حِيقٌ وَ حَيْقَانٌ سے مضارع۔

تَحْوِيْلًا: تبدیلی، تغیر۔ مصدر ہے۔

شان نزول: ابن ابی حاتم نے ابن ابی ہلال کی روایت سے بیان کیا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے) قریش کہا کرتے تھے اگر اللہ ہم میں سے کسی کو نبی بنادے گا تو ہم سے زیادہ اس نبی کی فرماں بردار، خالق کی اطاعت گزار اور کتاب اللہ کے احکام کی پابند کوئی اور امت نہیں گزری ہوگی۔ اس پر یہ آیت واقسمو باللہ نازل ہوئی۔ (منظہری ۶۴/۸)

تشریح: ان آیتوں میں مشرکین کے مکروفریب اور بد عہدی کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت سے پہلے مشرکین عرب بڑی پختہ قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) آتا تو ہم یہود و نصاریٰ کی طرح اس کی تکذیب نہ کرتے، بلکہ ہم سابقہ امتوں سے بڑھ کر اپنے نبی کی اتباع کر کے اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔ پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا پیغمبر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی آخری کتاب قرآن لے کر آگئے تو وہ اپنی سب قسمیں اور عہد بھول گئے اور ہدایت کی بجائے ان کی نفرت میں اضافہ ہو گیا۔ نتیجتاً وہ زمین میں سرکشی کرنے لگے، اپنے پیغمبر کی دشمنی پر کمر بستہ اور اس کو ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔

یہ لوگ کفر و عہد شکنی کے ساتھ ساتھ تکبر و سرکشی بھی کرتے ہیں خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام قبول نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں اور دین کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ وقتی طور پر یہ لوگ اپنی چالاکیوں پر خوش ہوتے ہیں مگر انجام کار ان کی مکاری کا وبال انہی پر پڑے گا۔ سو کیا یہ لوگ اسی سلوک کے منتظر ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہوئے کافروں اور امتوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے دستور کو نہ تو کبھی بدلتا ہوا پائیں گے اور نہ کبھی ملتا ہوا پائیں گے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اللہ کے دستور اور قانون عذاب کو کافروں اور مکاروں سے ہٹا کر دوسروں کی طرف کر دے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ ضابطہ ہلاکت تکذیب کرنے والوں کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف منتقل کر دیا جائے بلکہ جو عذاب جس قوم کے لیے مقرر ہوا ہے اسی پر واقع ہوگا۔ آیت میں لفظ تبدیلاً سے مراد عذاب کو رحمت سے بدل دینے کے ہیں اور تب حویلاً سے مراد عذاب کو مجرموں سے ہٹا کر غیر مجرموں کی طرف منتقل کر دینے کے ہیں (ابن کثیر: ۳/۵۶۲)

سرکش قوموں کا انجام

۴۵-۴۴ اَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ
اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ
كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ۝ وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا
تَرَكَ عَلَى ظُهُرِهِمْ مِنْ ذَاتِهِ وَآيَةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ
مُّسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ۝

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے پہلے گزرے ہیں، حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ قوی تھے اور اللہ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ بیشک وہ بڑے علم والا (اور بڑی قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال (بد) پر فوراً پکڑنے لگتا تو روئے زمین پر ایک بھی چلنے پھرنے والا نہ چھوڑتا، لیکن وہ ان کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دے رہا ہے (تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں) سو جب ان کی وہ مقررہ مدت پوری ہو جائے گی تو اللہ اپنے بندوں کو خود دیکھ لے گا۔

تشریح: کیا ان منکرین و مکذبین نے دنیا میں گھوم پھر کر گزشتہ سرکش اور مکار اقوام کا عبرت ناک انجام نہیں دیکھا کہ ان کی نعمتیں چھن گئیں۔ ان کے محلات اور مال تباہ کر دیئے گئے۔ وہ خود اور ان کی اولادیں ہلاک کر دی گئیں۔ کوئی بھی اللہ کے عذاب کو ان سے نہ ٹال سکا، حالانکہ وہ لوگ قوت، جسامت اور مال و دولت میں ان سے کہیں زیادہ تھے اس کے باوجود وہ اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے اور نہ اللہ کے مقابلے میں کوئی مکر اور تدبیر کام آئی۔ زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کے ارادے میں حائل ہو سکے اور اس کے حکم کو ٹال سکے۔ کوئی چیز اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی بد اعمالیوں کی بنا پر پکڑنے لگے اور کفر و معصیت پر ان کو مہلت نہ دے تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہے۔ لیکن اللہ نے ان کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دے رکھی ہے۔ پھر جب ان کے ہلاک ہونے کا مقررہ وقت آجائے گا تو اس میں ذرا بھی تاخیر نہ ہوگی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کو دیکھ رہا ہے کہ کون ہلاکت کا مستحق ہے اور کون نجات کا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ یسین

وجہ تسمیہ: ابن مردویہ، خطیب اور بیہقی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۃ یس کو معتمد بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ عموماً اپنے پڑھنے والے کو دونوں جہان کی بھلائی عطا کرتی ہے۔ اس کو دافعہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی کو دفع کرتی ہے۔ اس سورت کا نام قاضیہ بھی ہے کہ یہ اپنے پڑھنے والے کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اس کا مشہور نام یس ہے۔ خطیب کہتے ہیں کہ ایک نام القلب بھی ہے۔ (روح المعانی: ۲۲/۲۰۹، مواہب الرحمن: ۲۲/۲۵۴)

تعارف: اس میں ۵ رکوع، ۸۳ آیات ۷۲۹ کلمات اور تین ہزار حروف ہیں۔ یہ سورت بالاجماع مکہ میں نازل ہوئی۔ سورت کے آغاز میں رسالت کا بیان ہے۔ اس کے بعد توحید کے دلائل اور آخر میں حشر و نشر اور معاد جسمانی کا مفصل و مدلل بیان ہے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یس قرآن کا دل ہے۔ (روح المعانی: ۲۲/۲۰۸) ابو یعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ جو شخص رات کو سورۃ یس پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے اور جو سورۃ دخان پڑھے اسے بھی بخش دیا جاتا ہے۔ مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ میری امت کے ہر فرد کو یہ سورت یاد ہو۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس سورت کو اپنے مرنے والوں کے پاس پڑھا کرو۔ (ابن کثیر: ۳/۵۶۳)

حضرت ابوسعید سے مروی ہے کہ جس نے ایک مرتبہ سورۃ یس پڑھی تو گویا اس نے دو مرتبہ قرآن پڑھا۔ (روح المعانی: ۲۲/۲۱۰)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: رسالت محمدی کا اثبات اور مکذبین نبوت کی تہدید ہے۔
 رکوع ۲: اصحاب قریہ کی مثال اور ایک مرد صالح کی نصیحت مذکور ہے۔
 رکوع ۳: مظاہر قدرت سے حشر و نشر پر استدلال۔ پھر کافروں کی سنگدلی اور قیامت کا اچانک آنا بیان کیا گیا ہے۔
 رکوع ۴: نخلہ کھانی، اہل جنت کا انعام اور اہل جہنم کی ذلت و رسوائی بیان کی گئی ہے۔
 رکوع ۵: اللہ کی نشانیوں، حشر و نشر کا اثبات اور اس کی قدرت کا ملہ کا بیان ہے۔

۱۔ حروف مقطعات

۱: یسّٰ

یہ حروف مقطعات ہیں جو بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ ان کے معنی و مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔ ان کا علم ہندوں کو نہیں دیا گیا۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ یہ اسمائے الہیہ میں سے ہے۔ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں، اے انسان اور انسان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (روح المعانی ۲۱۰/۲۲)

رسالت محمدیہ کا اثبات

۲-۷: وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

قسم ہے قرآن حکیم کی۔ بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں (اور) سیدھے راستے پر ہیں۔ یہ (قرآن) غالب (اور) مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا

ہے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ذرا کمیں جن کے باپ دادا، ذرائے نہیں گئے
تھے۔ سو یہ لوگ بے خبر ہیں۔ بیشک ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت
ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

تشریح: قسم ہے قرآن حکیم کی جس کا ہر حرف علم و حکمت کا سرچشمہ ہے۔ اے منکرین اسلام! جس
قرآن کو یہ نبی اُمی تمہیں پڑھ کر سنار ہے ہیں وہ ایسا حق اور سچ ہے کہ باطل تو اس کے قریب سے بھی
نہیں گزر سکتا۔ لہذا جو شخص اس قرآن کے راستے پر چلتا ہے وہ بھی یقیناً حق پر ہے۔ نقاش کہتے ہیں کہ
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کی رسالت پر قسم نہیں کھائی سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
رسالت کے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے لیے کافروں کے اس قول کے
جواب میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں، قسم کھا کر اور تاکید فرمایا کہ آپ یقیناً اللہ
کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ آپ نہ ساحر ہیں نہ مجنون جیسا کہ کافر گمان کرتے ہیں بلکہ آپ تو صاف
اور سیدھے راستے پر ہیں جو اللہ تک پہنچانے والا ہے۔ یہاں صراطِ مستقیم سے مراد دین اسلام ہے۔

یہ قرآن تو زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ ایک ایسی قوم کو آخرت
کے عذاب سے ذرائع جو حق و ہدایت سے بے خبر ہے اور جن کے آبا و اجداد کو زمانہ فترت میں کسی
رسول کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قہر سے نہیں ڈرایا گیا۔ ان میں سے بہت سے افراد ایسے ہیں جو کسی قسم کی
نصیحت پر کان دھرنے کے لیے تیار نہیں۔ اسی لیے شیطان ایسے لوگوں پر پوری طرح مسلط ہو جاتا ہے
اور ان کی شرارتوں اور حماقتوں کو ان کی نگاہ میں خوشنما کر کے دکھاتا ہے جس کے نتیجے میں یہ لوگ آخرت
سے منکر ہو کر اپنی فانی خواہشات کو اپنا مقصد حیات بنا لیتے ہیں۔ اس وقت شیطان کی یہ بات کہ میں اللہ
کے مخلص بندوں کے سوا سب کو بہکا کر رہوں گا، سچ ہو جاتی ہے اور دوسری طرف اللہ کا یہ کہنا کہ میں تجھ
سے اور تیری اتباع کرنے والوں سے دوزخ بھر دوں گا، ان میں سے بہت سے لوگوں کے حق میں
ثابت ہو جاتا ہے۔ سو ان میں سے بہت سے لوگ ایمان نہیں لائیں گے، اس لیے آپ کو ان کے ایمان
نہ لانے سے غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ (مواہب الرحمن ۲۶۰/۲۲، عثمانی ۳۹۹، ۲/۲۰۰)

مکذبین کی مثالیں

۱۲-۸ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلًا فِهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ
مُقْمَحُونَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ

خَلْفَهُمْ سَدًّا فَأَعْشَيْنَهُمْ فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ ① وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ②
إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ
فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ③ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ
مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ
مُّبِينٍ ④

بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں ٹھوڑیوں تک طوق ڈال دیئے جس سے ان کے سراو پر کواٹھ گئے ہیں اور ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی ہے اور ایک دیوار ان کے پیچھے۔ پھر ہم نے انہیں ڈھانک دیا سو ان کو کچھ نہیں سو جھتا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بیشک آپ تو ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور بغیر دیکھے اللہ سے ڈرے، سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ اجر کی خوشخبری سنا دیجئے۔ بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم وہ اعمال بھی لکھتے جاتے ہیں جن کو وہ آگے بھیج رہے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں شمار کر رکھا ہے۔

أَعْنَاهُمْ: ان کی گردنیں۔ واحد غُنُق۔

أَعْلَالًا: طوق، ہتھکڑیاں۔ واحد غُلٌّ۔

أَذْقَانِ: ٹھوڑیاں، واحد ذَقْنٌ۔

مُقَمَّحُونَ: سراو پر کئے ہوئے، سرپشت کی طرف جھکے ہوئے۔ اِقْمَاحٌ سے اسم مفعول۔

سَدًّا: دیوار، آڑ، روک۔ مصدر ہے۔

تشریح: ان کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی گردن میں اس طرح طوق ڈال دیا جائے کہ اس کا چہرہ اور آنکھیں اوپر اٹھ جائیں اور وہ نیچے راستے کی طرف دیکھ ہی نہ سکے۔ ظاہر ہے ایسا شخص اپنے آپ کو کسی کنوئیں یا کھائی میں گرنے سے نہیں بچا سکتا۔ یہ مثال ایسے کافر کی ہے جو حق کو خوب پہچان کر بھی اس سے منہ موڑے رہتا ہے۔ کافروں کے حال کی دوسری مثال یہ بیان فرمائی کہ جس طرح کسی

کے آگے اور پیچھے دیواریں کھڑی کر کے اس کو محصور کر دیا گیا ہو اور اوپر سے اس کی آنکھوں پر پردہ بھی ڈال دیا گیا ہو تو وہ باہر کی چیزوں سے بے خبر ہو گیا ہے۔ اب وہ ان کو دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح ان کافروں کی جہالت اور ہٹ دھرمی نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہے اور حق باتیں گویا ان تک پہنچتی ہی نہیں۔ لہذا ایسی حالت میں وہ کسی طرح بھی حق کو قبول نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا کہ ان کے دلوں اور کانوں پر کفر کی مہر لگ چکی ہے اور آنکھوں پر عناد کا پردہ پڑ چکا ہے اب یہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ان میں ایمان کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی۔ اس لیے اب ان کو ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں ان کا کفر پر مرنا ثابت ہو چکا ہے، اس لیے ان کو ڈرانا اور تبلیغ دین کرنا صرف اتمام حجت کے لیے ہے۔ البتہ آپ کا ڈرانا ایسے لوگوں کے لیے سودمند ہو سکتا ہے جن میں ایمان اور حق کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو، وہ نصیحت کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں اور دیکھے بغیر غائبانہ طور پر اللہ سے ڈرتے ہوں سو آپ ایسے لوگوں کو مغفرت اور اچھے ثواب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

قیامت کے روز ہم یقیناً مردوں کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ ہم ان کے اعمال کو لکھتے جاتے ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں کئے اور ہم ان آثار و نشانات کو بھی لکھتے جاتے ہیں جو انہوں نے مرنے کے بعد اپنے پیچھے چھوڑے۔ آثار سے وہ اعمال مراد ہیں جن کا اثر مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے جیسے علم دین کے بارے میں کوئی کتاب لکھی ہو یا کوئی ناول افسانہ لکھا ہو۔ کوئی مسجد یا مدرسہ بنا کر چھوڑا یا سینما اور تھیٹر وغیرہ۔ غرض ان چیزوں کی جزایا سزا ملے گی۔ ہمارا علم ایسا وسیع اور محیط ہے کہ ہم نے پہلے ہی سے ہر چیز کو لوح محفوظ میں شمار کر رکھا ہے۔ یہاں امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے جو اس اعمال نامے کے علاوہ ہے جس میں بندوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔

اصحابِ قریہ کی مثال

۱۳-۱۷: وَأَضْرَبَ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ۖ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۖ
 إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا
 إِنَّا إِلَهُكُم مُّرْسَلُونَ ۖ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا
 أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ۖ قَالُوا رَبُّنَا
 يَعْلَمُ إِنَّا إِلَهُكُم مُّرْسَلُونَ ۖ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۖ

اور آپ ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال بیان کیجئے جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے۔ جب ہم نے ان کی طرف دو (رسول) بھیجے تو ان لوگوں نے ان دونوں کی تکذیب کی۔ پھر ہم نے تیسرے رسول سے ان کو قوت دی تو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو اور رحمان (اللہ) نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو۔ ان رسولوں نے کہا کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

تشریح: ان آیتوں میں اصحاب قریہ کی مثال بیان کی گئی ہے جو مومنوں کے لیے بشارت اور مکذبین کے لیے عبرت ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس قریہ سے شام کی ایک بستی "انطاکیہ" مراد ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس سے انطاکیہ مراد نہیں بلکہ گزشتہ زمانے کی کوئی بستی مراد ہے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے زمانے کے مکذبین رسالت کا ہے جہاں پہلے اللہ تعالیٰ نے دور رسول بھیجے، پھر ان کی مدد کے لیے تیسرا رسول بھیجا۔ پھر ان تینوں کی مدد کے لیے شہر کے کنارے سے ایک مرد صالح آیا جس نے رسولوں کی اطاعت و اتباع کے متعلق نہایت معقول و مدلل تقریر کی جس پر مکذبین نے اس مرد صالح کو قتل کر دیا۔

قرآن کریم نے اس قصے کو تفصیلاً بیان نہیں کیا بلکہ نہایت اختصار و اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ مکذبین رسالت اس سے عبرت پکڑیں اور جان لیں کہ متکبرین و مکذبین کا انجام کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مکذبین رسالت کے سامنے اس بستی والوں کا حال بیان کیجئے جس میں تین رسول آئے تھے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ان سے پہلے بھی جھٹلانے والے عذاب الہی میں گرفتار ہوئے۔ پہلے ہم نے ان کے پاس دور رسول بھیجے لیکن اہل بستی نے دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے ان کی تائید و تقویت کے لیے تیسرے رسول کو بھیجا۔ پھر ان تینوں نے اہل بستی کو بتایا کہ ہم خود نہیں آئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیغام ہدایت دے کر ہم تینوں کو تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم اس پیغام ہدایت پر عمل کر کے اپنے آپ کو عذاب جہنم سے بچا سکو۔ لہذا تم بت پرستی کو چھوڑ کر توحید و رسالت پر ایمان لے آؤ۔ اہل بستی نے جواب دیا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو۔ کوئی بشر اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہو سکتا۔ ہم میں اور تم میں کوئی فرق نہیں اور نہ تمہیں ہم پر کسی طرح برتری حاصل ہے۔

اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم محض جھوٹ کہتے ہو کیونکہ ہم بھی بشر ہیں اور تم سے زیادہ مال و دولت والے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی کتاب ہی نازل کرنا تھی یا کسی انسان کو رسول بنانا تھا تو ہم اس کے زیادہ لائق ہیں۔ رسولوں نے جواب دیا کہ ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ اس نے ہمیں ہی تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہمارا کام تو صرف اللہ کا پیغام اور اس کے احکام کو ٹھیک ٹھیک پہنچا دینا ہے۔ سو وہ ہم نے پہنچا کر اتمام حجت کر دیا۔ ان کو ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔

(ابن کثیر ۵۶۶، ۵۶۷، ۳/۵۶۷، مواہب الرحمن ۲۶۹-۲۷۰/۲۲)

ایک مرد صالح کی نصیحت

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِن لَّمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ
لَيَمَسَّنَّكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ أَإِن
ذُكِّرْتُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا
الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَّسْعَى قَالَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ۝
اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلْكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ۝

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔ اگر تم (اپنی تبلیغ سے) باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں سخت تکلیف پہنچے گی۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی (لگی ہوئی) ہے۔ کیا تم اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی جائے بلکہ تم تو حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ اور ایک شخص شہر کے دور والے حصے سے دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے لگا اے میری قوم تم ان رسولوں کی پیروی کرو۔ ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں۔

تَطَيَّرْنَا : ہم نے بدفالی کی، ہم نے منحوس جانا۔ تَطَيَّرٌ سے ماضی۔

لَنَرْجُمَنَّكُمْ : ہم تم کو ضرور سنگسار کریں گے۔ رَجُمٌ سے مضارع بانون تاکید۔

أَقْصَا : بہت دور۔ قِصَا و قُصُوٌّ سے اسم تفضیل۔

تشریح : اہل قریہ اپنی بدکاریوں اور کفر و انکار کو نظر انداز کرتے ہوئے رسولوں کو الزام دینے لگے کہ

بیشک ہم تو تمہیں لوگوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ جب سے تم آئے ہو ہم تو طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ تمہارے آنے کے بعد سے بارش بند ہو گئی اور ہماری سب کھیتیاں خشک ہو گئیں۔ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں شدید تکلیف پہنچے گی۔ ان کے جواب میں انبیاء نے فرمایا کہ بارش بند ہونے اور کھیتیاں سوکھنے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، یہ سب تمہارے اعمالِ بد کی نحوست ہے۔ کیا تم اس لیے ہمیں الزام دیتے ہو کہ ہماری طرف سے تمہیں نصیحت کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو اور یہ مصیبت و نحوست تمہارے ہی افعال و اعمالِ بد کا نتیجہ ہے۔

جب یہ لوگ رسولوں کے قتل پر آمادہ ہو گئے اور یہ خبر شہر میں پھیل گئی تو منہبائے شہر سے ایک شخص رسولوں کی بددعا عانت کے لیے دوڑتا ہوا آیا اور لوگوں کو نصیحت کے طور پر کہنے لگا کہ تم ان رسولوں کی اتباع کرو۔ یہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نیک پیغام لیکر آئے ہیں اور تمہارے خیر خواہ ہیں۔ اے میری قوم کے لوگو! تم ان کی اتباع کرو جو تم سے کوئی اجرت و معاوضہ نہیں مانگتے۔ یہ لوگ مخلص اور بے لوث ہیں، ہدایت یافتہ ہیں اور تمہیں بھی سیدھے راستے پر چلانا چاہتے ہیں۔ ان بد بختوں نے اس کی ایک نہ سنی۔ آخر اس کو قتل کر دیا۔

قوم کی اصلاح کی کوشش

۲۲-۲۵: وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تَرْجِعُونَ ۖ ؕ أَخَذُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهَةً إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِ عَنْهُمْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُون ۚ ؕ إِنَّي إِذَا تَلَفْتُ ضَلَلْتُ مُبِينٌ ۚ إِنَّي أَمْنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُون ۗ ؕ

اور مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ کیا میں اس (اللہ) کے سوا ایسوں کو معبود بناؤں کہ اگر وہ رحمان مجھے تکلیف پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے (اس کی گرفت سے) بچا سکیں۔ اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑوں۔ سو تم سب سن لو کہ میں تمہارے رب پر ایمان لا چکا۔

فَطَرَنِي: اس نے مجھے پیدا کیا۔ فَطَرٌ سے ماضی۔

يُنْقِذُونَ: وہ چھڑائیں گے، وہ بچائیں گے۔ انقاذ سے مضارع۔

تشریح: اس مرد صالح نے کہا کہ میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس معبود حقیقی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور آخر کار تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ضرور دے گا۔ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کو معبود بنالوں جو کسی طرح عبادت کے لائق نہیں بلکہ ایسے عاجز و بے بس ہیں کہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی وقت مجھے کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان باطل معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے گی اور نہ یہ بت اپنی طاقت و قوت سے مجھے اللہ کے عذاب سے چھڑا سکیں گے۔ بلاشبہ ایسی حالت میں اگر میں ان بتوں کی پوجا کروں جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ضرورت میں کھلی گمراہی میں پڑ جاؤں گا۔ تم میری نصیحت کو گراں نہ جانو۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ یقیناً میں تمہارے معبود حقیقی پر ایمان لا چکا ہوں سو تم میری بات سنو اور اپنے خالق و معبود حقیقی پر ایمان لے آؤ۔

بغوی نے لکھا ہے کہ جب اس شخص نے یہ بات کہی تو اس کی قوم کے لوگوں نے اس پر ایک دم حملہ کر کے قتل کر دیا۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ قدموں سے ایسا روندنا کہ اس کی آستیں باہر نکل آئیں۔ سدی نے کہا کہ لوگ اس کو پتھروں سے مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر۔ آخر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مار ڈالا۔ (مظہری ۸، ۷۹/۸)

جنت میں داخلہ

۲۶-۲۹: قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝ بِمَا غَفَرْتُ لِي سِرِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۝ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ۝ إِنَّ كَانَتْ

إِذَا صَيَحَّتْ وَاحِدَةً فَاذًا هُمْ خِمْدُونَ ۝

(اس سے) کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے اہل عزت میں شامل فرمایا۔ اور اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اس طرح اتارا کرتے ہیں۔ وہ تو صرف ایک چیخ تھی۔ پھر

یکایک وہ بجھ (مر) گئے۔

جُنْد: لشکر، فوج۔ جَمْعُ جُنُود۔

صَيْحَةٌ: چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ مصدر ہے۔

خَمْدُون: بجھے ہوئے۔ بجھنے والے۔ خَمُوْدٌ سے اسم فاعل۔ واحد خَامِدٌ۔

تشریح: جب قوم نے اس مرد صالح کو شہید کر دیا جو ایک گوشہ نشین شہر سے رسولوں پر ایمان لانے کی تلقین کرنے کے لیے آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خاص اعزاز و اکرام کا معاملہ فرماتے ہوئے اس کو جنت میں داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ جب اس نے انعام و اکرام اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کیا تو اس کو پھر اپنی قوم یاد آئی اور تمنا کی کہ کاش میری قوم کو میرا حال معلوم ہو جاتا کہ رسولوں پر ایمان لانے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا کیا انعامات فرمائے اور کیسی کیسی دائمی نعمتیں عطا فرمائیں تو شاید وہ بھی ایمان لے آئیں اور طاعت گزار ہو جائیں۔

اس کے بعد اس قوم پر آسمانی عذاب کا ذکر ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی اور اس شخص کو شہید کر دیا جو ان کو نصیحت کرنے کے لیے آیا تھا تو ہم نے اس نافرمان قوم کو عذاب دینے کے لیے آسمان سے فرشتوں کا کوئی لشکر نہیں بھیجا اور نہ ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت تھی بلکہ صرف اتنا ہوا کہ فرشتے نے ایک زور کی چیخ نکالی اور سب کے سب ٹھنڈے ہو گئے۔

سابقہ قوموں کے احوال سے عبرت

۳۰-۳۲: يَحْسَرَةُ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ وَاِنْ كُلُّ لَمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝

افسوس ہے ان بندوں (کے حال) پر! کہ ان کے پاس (ایسا) کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم بہت سی امتیں ہلاک کر چکے ہیں جو ان کی طرف واپس نہیں لوٹیں اور یہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔

تشریح: ایسے لوگوں کے حال پر حسرت و افسوس ہے۔ قیامت کے روز یہ لوگ عذاب الہی کو دیکھ کر اپنے اوپر نادام ہوں گے اور کف افسوس ملیں گے اور کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کر کے خود اپنا برا کیا۔ دنیا میں ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا فوراً بلا تامل اس کی تکذیب کرتے اور اس کا تمسخر اڑاتے۔ جو لوگ ایسے مخلص اور خیر خواہوں کا مذاق اڑائیں جن کی نصیحت پر عمل پیرا ہونے سے دونوں جہان کی خیر و فلاح حاصل ہوتی ہو، وہ اسی قابل ہیں کہ ان کی حالت پر حسرت و افسوس کیا جائے۔

یہ مشرکین مکہ تو گزشتہ امتوں کے احوال سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی امتوں کو اللہ کے رسولوں کی تکذیب اور تمسخر کی سزا میں ہلاک و غارت کر دیا اور ہلاک شدہ قومیں انکے پاس کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گی کہ آ کر ان کو اپنا حال بتائیں۔ کسی مردے میں یہ قدرت نہیں کہ وہ مرنے کے بعد اپنے اختیار سے دو چار گھنٹے ہی کے لیے دنیا میں آجائے۔ قیامت کے روز حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لیے سب کو جمع کر کے ہمارے سامنے حاضر کیا جائے گا۔

مظاہر قدرت سے حسرت و نشر پر استدلال

۳۶-۳۳: وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۖ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿٣٦﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۖ لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ ۚ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾ سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَمْزَاجَ ۖ كُلَّهَا مِمَّا تُثْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾

اور مردہ زمین ان کے لیے ایک نشانی ہے۔ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا۔ سو یہ لوگ اس میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجور اور انگور کے باغ پیدا کر دیئے اور اس میں چشمے جاری کر دیئے تاکہ لوگ اس کے پھل کھائیں اور انہوں نے اس (پھل اور غلے) کو اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا۔ پھر کیوں شکر نہیں کرتے۔ وہ ذات پاک ہے جس نے ہر چیز کے

جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین سے اگتی ہوں یا خود ان کے نفوس ہوں یا وہ چیزیں ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں۔

تشریح: اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک مردہ زمین بھی ہے جس کو تم ہر وقت دیکھتے ہو۔ اس مردہ اور بنجر زمین میں کوئی روئیدگی، ہریالی اور گھاس وغیرہ نہیں ہوتی۔ پھر آسمان سے پانی برسا کر ہم اس مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور وہ لہلہانے لگتی ہے، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آنے لگتا ہے۔ ہم اس میں قسم قسم کے اناج پیدا کرتے ہیں جن کو تم خود بھی کھاتے ہو اور تمہارے بعض جانور بھی کھاتے ہیں۔ اس زمین میں ہم کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں، نہریں اور چشمے جاری کر دیتے ہیں جن سے باغ اور کھیتیاں سیراب ہوتی رہتی ہیں۔ یہ سب اس لیے کہ لوگ ان باغوں، کھیتوں اور درختوں سے منافع حاصل کریں۔ یہ تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ چیزیں نہیں اور نہ تم ان کو اگانے کی طاقت و قدرت رکھتے ہو بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو پالینے کے بعد بھی اس کا شکر نہیں کرتے اور نہ خالص اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو ان تمام نعمتوں کا خالق ہے۔ سو پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی قدرت کاملہ سے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں یا ان کی اپنی ذاتوں میں سے ہوں یا وہ چیزیں ہوں جن کو یہ نہیں جانتے۔

قدرت الہی کی نشانی

۳۷-۳۸: **وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاذَاهُمْ مُظْلِمُونَ ۝
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝
وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝
لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ
النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝**

اور ان کے لیے رات بھی ایک نشانی ہے جس سے ہم دن کو الگ کر دیتے ہیں تو وہ یکا یک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج اپنے مقرر راستے پر چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ اس اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے جو زبردست (اور) علم والا

ہے اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ (ان سے گزر کر) ایسا ہو جاتا ہے جیسے (کھجور کی) پرانی ٹہنی۔ نہ سورج کی مجال کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور سب آسمان میں تیر رہے ہیں۔

نَسْلَخُ: ہم کھینچ لیتے ہیں، ہم اتار لیتے ہیں۔ نَسْلَخُ سے مضارع۔

مُظْلِمُونَ: تاریکی میں پڑے ہوئے، اندھیرے میں داخل ہونے والے۔ اِظْلَام سے اسم فاعل۔

مُسْتَقَرٌّ: ٹھہرایا ہوا، ٹھہرنے کی جگہ۔ اِسْتَقَرَّ از سے اسم مفعول و اسم ظرف مکان۔

الْعُرْجُونُ: کھجور کی شاخ، کھجور کی ٹہنی۔ جَمْعُ عُرَاجِينُ۔

يَتَّبَعِي: وہ لائق ہوتا ہے، وہ درست ہوتا ہے۔ اِتَّبَعَاءُ سے مضارع۔

يَسْبَحُونَ: وہ تیرتے ہیں، وہ تیزی سے چلتے ہیں۔ سَبَحَ سے مضارع۔

تشریح: رات بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جس میں سے ہم دن کو کھینچ کر الگ کر دیتے ہیں۔ اس طرح دن ختم ہو جاتا ہے اور رات کے چھا جانے سے ہر طرف اندھیرا پھیل جاتا ہے۔ جس طرح جاندار کی کھال اس کے گوشت کو چھپائے رکھتی ہے اور کھال اتار لینے سے اندر کا گوشت ظاہر ہو جاتا ہے اسی طرح دن کی روشنی رات کو اپنے اندر چھپائے رکھتی ہے۔ جب خلا سے روشنی کھینچ لی جاتی ہے تو اندر سے ظلمت اور تاریکی ظاہر ہو جاتی ہے جو ہر طرف پھیل جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے سورج بھی ہے جو اس کے حکم سے اپنے مقررہ ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔ آفتاب کا یہ چلنا اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے۔ اس میں غلطی اور خطا کا امکان نہیں۔ آفتاب کی مجال نہیں کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ راستے سے ذرا بھی انحراف کر سکے۔ وہ اللہ کے حکم کے مطابق مقررہ وقت پر طلوع ہوتا ہے اور مقررہ وقت ہی پر غروب ہوتا ہے۔ قیامت تک وہ اسی طرح طلوع اور غروب ہوتا رہے گا۔ اسی طرح ہم نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دی ہیں جن کو وہ طے کرتا رہتا ہے۔ چاند کی کل اٹھائیس منزلیں ہیں۔ وہ روزانہ ایک منزل طے کرتا ہے۔ نہ اس سے آگے بڑھتا ہے اور نہ اس سے پیچھے رہتا ہے۔ پہلی رات سے اس کا سائز اور روشنی بڑھنا شروع ہوتی ہے یہاں تک کہ چودھویں رات کو اس کا سائز اور روشنی پوری ہو جاتی ہے۔ پھر پندرہویں رات سے اس میں پھر کمی شروع ہو جاتی ہے اور اٹھائیسویں رات کو کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک اور پتلا

ہو جاتا ہے۔ پھر ایک یا دو رات پوشیدہ رہ کر مہینے کے شروع میں کمان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ چاند کا اس طرح کم زیادہ ہونا بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ سورج اور چاند دونوں کی رفتار اور طلوع و غروب کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کر دی ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتے۔ لہذا نہ سورج کی مجال کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور اس کی منزل میں جا ترے اور نہ چاند کی مجال کہ وہ سورج کو پکڑ سکے دونوں کی رفتار اس کی قدرت کے تابع ہے۔ اسی طرح رات بھی دن پر سبقت نہیں کر سکتی، یعنی دن پورا ہونے سے پہلے رات نہیں آسکتی چاند اور سورج سب اپنے اپنے آسمان اور اپنے اپنے دائرے میں تیرتے اور گھومتے ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اپنے دائرے یا مدار سے باہر قدم نکال سکے۔

قدرتِ الہی کی ایک اور نشانی

وَاٰیۃٌ لّٰہُمۡ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمۡ فِی الْفَلٰکِ الْمَشْحُوۡنِ ۝ وَاَنۡ خَلَقْنَا لَہُمۡ مِّنۡ مِّثْلِہٖ مَا یَرْکَبُوۡنَ ۝ وَاِنۡ نَّشَآ نَغْرِقْہُمۡ فَلَا صَرِیۡخَ لَہُمۡ وَلَا ہُمْ یُنۡقَذُوۡنَ ۝ اِلَّا رَحْمَۃً مِنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ ۝

ان کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو (حضرت نوح کے زمانے میں) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا (اور اس کو زمین پر باقی رکھا) اور ہم نے ان کے لیے اس (کشتی) جیسی اور چیزیں (بھی) پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر نہ ان کا مددگار ہو اور نہ وہ رہائی پاسکیں مگر یہ ہمارے مہربانی ہے کہ ہم ان کو ایک مدت تک فائدہ (اٹھانے کا موقع) دے رہے ہیں۔

الْمَشْحُوۡنِ : بھرا ہوا۔ شَحْنٌ سے اسم مفعول۔

یَرْکَبُوۡنَ : وہ سوار ہوتے ہیں۔ رَكَبَ وَرُکِبَ سے مضارع۔

صَرِیۡخَ : مددگار، فریادرس، مصدر بھی ہے اور ضراخ سے صفت مشبہ بھی۔

یُنۡقَذُوۡنَ : ان کو چھڑایا جائے گا، ان کو بچایا جائے گا۔ اِنْقَاضٌ سے مضارع مجہول۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے گراں بار

کشتیوں اور جہازوں کو دریاؤں اور سمندروں میں چلاتا ہے جن پر ان کی اولاد اور وہ دور دراز کا سفر کرتے ہیں حالانکہ سمندر کے اندر بڑے سے بڑا جہاز بھی ایک تنکے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ ہم نے ان کے لیے کشتی کی مانند اور چیزیں بھی پیدا کی ہیں جن پر وہ سواری کرتے ہیں، مثلاً اونٹ، گھوڑے وغیرہ۔ بعض مفسرین کے نزدیک خلقنا لہم من مثله ما یرکبون سے وہ تمام قسم کے جہاز اور کشتیاں مراد ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بعد اس کی مماثلت اور مشابہت میں بنائی گئیں۔ بہر حال لوگوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کریں کہ اس نے محض اپنی رحمت سے بحر و بر میں ان کی سواری اور بار برداری کا انتظام فرمادیا۔

پھر فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو کشتی کو دریا میں غرق کر دیں، اس وقت ان کا کوئی فریاد رس بھی نہ ہوگا جو ان کو بچا سکے اور نہ وہ ڈوبنے سے نجات پاسکیں گے یہ تو ہماری رحمت و مہربانی ہے کہ ہم ان کو اپنے مقرر کئے ہوئے وقت تک ناکدہ پہنچاتے ہیں اور ہر طرح صحیح سلامت رکھتے ہیں اور ان کو غرق نہیں کرتے ورنہ وہ اپنے کرتوتوں اور کفر و شرک کی بناء پر غرق ہی کے مستحق تھے۔ (مظہری ۸/۸۷)

کافروں کی سنگدلی

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ انْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا الَّذِينَ كَفَرُوا الَّذِينَ آمَنُوا أَأَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَطَعَمْنَاهُ إِنَّكُمْ إِنْ أَلَا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس (عذاب) سے بچو جو تمہارے سامنے اور تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور ان کے سامنے ان کے کرب کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ایسی نہیں آئی جس سے وہ روگردانی نہ کرتے ہوں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس میں سے خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) تم تو ہو ہی کھلی گرا ہی میں۔

تشریح: ان آیتوں میں کافروں کی سنگدلی، سرکشی اور عناد و تکبر کا بیان ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس عذاب الہی سے ڈرو جو تم سے پہلے سرکشی اور تکذیب کرنے والوں پر آچکا ہے اور اس عذاب سے بھی ڈرو جو قیامت میں آنے والا ہے اور اپنی بد اعمالیوں سے تائب ہو کر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تا کہ اللہ تم پر مہربان ہو جائے اور تمہیں اپنے عذاب سے بچالے، تو یہ سنگدل ایسی باتوں کو سنتے تک نہیں بلکہ جب بھی اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو یہ اس کی طرف التفات کرنے کی بجائے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ اس کے محتاج بندوں پر خرچ کر دو تو یہ لوگ اہل ایمان سے تمسخر کے طور پر کہتے ہیں کہ تم تو یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کو روزی دیتا ہے سو جب اللہ نے ان کو روزی نہیں دی تو ہم اللہ کے ارادے کے خلاف کیوں کریں۔ اے مسلمانوں! تم جو ہمیں غریبوں کی مدد کا مشورہ دے رہے ہو تو تم کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ بعض مفسرین کے نزدیک ان انتم الافی ضلیل مبین کافروں کے قول کا تہمتہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو خطاب ہے کہ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ کوئی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کے حق میں کیا چاہتا ہے۔ اپنے بخل کے سبب نیک کام نہ کرنے کے لیے اللہ کی تقدیر اور مشیت کو بہانہ بنانا صریح گمراہی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے بعض کو مال دار بنایا اور بعض کو غریب و مسکین تاکہ غریب و مسکین صبر کریں اور مالدار شکر کریں۔ اللہ تعالیٰ نہ بخیل ہے اور نہ غنی کا محتاج ہے بلکہ اس نے بطور آزمائش مالداروں کو حکم دیا کہ اس کے دیئے ہوئے مال میں سے غریبوں اور محتاجوں کو بھی دیں۔ پس خیرات کے بارے میں اللہ کے حکم کو چھوڑ دینا اور تقدیر کو بہانہ بنانا کھلی گمراہی ہے (مظہری ۸/۸۸، ۸/۸۸، معارف القرآن ۴/۱۱۱ اور یس کا نہدھلوی ۴۵۵-۴۵۷/۶)

قیامت کا اچانک آنا

۴۸-۵۰: وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٥٠﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٥١﴾ فَلَا يَسْتَظِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٢﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب ہوگا اگر تم (اپنے دعوے

میں) سچے ہو۔ یہ لوگ بس ایک سخت چیخ کے منتظر ہیں جو ان کو آپکڑے گی اور یہ آپس میں ہی جھگڑ رہے ہوں گے۔ سو اس وقت نہ تو یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ لوٹ کر اپنے گھر والوں کے پاس جا سکیں گے۔

يَخْضَمُونَ: وہ جھگڑتے ہیں۔ اِخْتِصَامٌ سے مضارع۔

تَوْصِيَةٌ: وصیت کرنا۔ مصدر ہے۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تمام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی قیامت اور آخرت کی جزا و سزا کے بارے میں بتاتے رہے۔ قیامت کے آنے میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، مگر مشرکین و منکرین چونکہ قیامت کے قائل نہ تھے اس لیے وہ تمسخر اور انکار کے طور پر انبیائے کرام اور ان کے متبعین سے کہا کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی، کہاں ہے وہ قیامت جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو قیامت کو لاتے کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے منتظر ہیں، اس کو لانے کے لیے ہمیں کسی تیاری کی ضرورت نہیں بلکہ وہ تو صرف ایک مرتبہ صور پھونک دینے ہی سے برپا ہو جائے گی۔ صور کی آواز سب کو اس طرح اچانک آپکڑے گی کہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں گے اور باہمی معاملات میں جھگڑ رہے ہوں گے، صور کی آواز سنتے ہی جو جہاں اور جس حال میں ہوگا وہیں اسی وقت فنا ہو جائے گا۔ نہ کوئی کسی کو وصیت کر سکے گا اور نہ اپنے گھر واپس جا سکے گا اور نہ اپنے اس کام کو مکمل کر سکے گا جس میں وہ اس وقت مشغول ہوگا۔

نہضۃ ثانی

۵۱-۵۲: وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَاذْهَبْهُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ
قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا ۚ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ
وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۱ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةٌ وَّاحِدَةٌ
فَاِذْهُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۵۲ فَاَلْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ
شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۳

اور جب (دوسری بار) صور میں پھونک ماری جائے گی تو سب یکا یک

قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری شامت۔ کس نے ہمیں ہماری خواہگا ہوں سے اٹھا دیا۔ یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ بس وہ ایک چیخ ہوگی جس سے سب یکا یک ہمارے پاس حاضر کر دئے جائیں گے سو آج کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور تمہیں صرف ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم (دنیا میں) کرتے تھے۔

تشریح: جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور فرشتے ان کو جلدی جلدی دھکیل کر میدان حشر میں لے جائیں گے۔ کفار اگرچہ اپنی قبروں میں بھی عذاب میں مبتلا رہیں گے اور وہاں کچھ آرام نہ پائیں گے مگر وہ میدان حشر اور حساب و کتاب کا ہولناک منظر دیکھیں گے تو اس کے مقابلے میں ان کو قبر کا عذاب بہت ہلکا معلوم ہوگا اس لیے پکار کر کہیں گے کہ ہائے افسوس! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے جگا دیا اور ہمیں اس مصیبت کے میدان میں لا کھڑا کیا۔ اس وقت فرشتے یا مومن ان کو جواب دیں گے کہ یہ وہی قیامت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا اور اس کے رسولوں نے تم سے سچ کہا تھا مگر اس وقت تم نے اس پر یقین نہیں کیا تھا بلکہ رسولوں کی تکذیب کرتے رہے۔

پھر فرمایا کہ یہ نچھٹا نیہ ایک سخت آواز ہوگی جس کے نتیجے میں ایک دم سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے اور کوئی بھی وہاں سے نہ بھاگ سکے گا اور نہ روپوش ہو سکے گا۔ پس آج قیامت کے دن کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ آج تم سب کو تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ کافروں کے ساتھ عدل کا معاملہ ہوگا اور اہل ایمان کے ساتھ فضل و مہربانی کا معاملہ ہوگا۔

(معارف القرآن: ۴۰۲/۷، عثمانی: ۴۰۹/۲)

اہل جنت کے انعام

۵۵-۵۸: إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكُهُونَ ۖ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَكِئُونَ ۖ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ ۖ وَلَهُمْ مَائِدَ عُنُونَ ۖ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ۖ

بیشک آج کے دن اہل جنت (اپنے) مشاغل میں خوش ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جنت میں ان کے لیے (ہر قسم کے) میوے ہوں گے اور جو چاہیں گے وہ ان کو ملے گا۔ مہربان رب کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔

فَکَهُوْنَ : خوش ہونے والے، مزے اڑانے والے۔ فَکَاهَةٌ سے اسم فاعل۔

اَرَانِکَ : بہت سے تخت، مسہریاں۔ وَحْدَ اَرْنِکَہ۔

تشریح: اہل جنت اس روز یقیناً اپنے پسندیدہ اور مرغوب کاموں میں مشغول اور ہشاش بشاش ہوں گے۔ وہ جنت کی نعمتوں اور راحتوں میں ایسے مگن ہوں گے کہ ان کو کوئی دوسرا خیال تک نہ آئے گا اور ہر چیز سے بے خبر ہو جائیں گے۔ وہ اپنی بیویوں کے ہمراہ شاہانہ تختوں پر تکیے لگائے ہر قسم کے رنج و غم سے بے فکر درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ وہاں ان کے لیے ہر قسم کے میوے اور پھل ہوں گے جن کا دنیا میں تصور بھی محال ہے۔ اس کے علاوہ بھی وہاں وہ جس چیز کی خواہش کریں گے فوراً ان کو مل جائے گی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان پر اللہ کی طرف سے سلام ہوگا۔

ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے عیش و آرام میں ہوں گے کہ اچانک ان پر ایک نور پھیل جائے گا۔ اہل جنت اپنے سر اٹھا کر دیکھیں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تجلی فرمائی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے اہل جنت تم پر سلام ہو۔ سلام قولاً من رب الرحیم میں یہی بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے رب کی طرف دیکھیں گے اور کسی چیز کی طرف التفات نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرماتا رہے گا یہاں تک کہ وہ خود اوٹ کر لے گا لیکن اس کا نور اور برکت ان کے گھروں میں باقی رہے گی۔ (منظہری ۹۱-۹۳/۸)

اہل جہنم کی ذلت و رسوائی

۵۹-۶۳: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمَجْرُمُونَ ۝ اَلَمْ أَعْمَدَ إِلَيْكُمْ بَنِي
آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَإِنْ
اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ

جِبَلًا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ۝ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي
كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ اَصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔ اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں
لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ
میری عبادت کرتے رہنا۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور البتہ وہ (شیطان) تم میں
سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ یہی وہ جہنم ہے جس کا
تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ آج تم اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ۔

جِبَلًا : مخلوق، بڑی جماعت، بڑا گروہ۔

اَصْلَوْهَا : تم اس (آگ) میں داخل ہو جاؤ، تم اس میں گر جاؤ۔ صَلَّی سے امر۔

تشریح : حشر کے میدان میں جب اہل جنت کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا تو اس وقت اہل جہنم کو
اہل جنت سے علیحدہ کر کے کہا جائے گا کہ جنت کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ اے بنی آدم!
کیا میں نے تمہیں اسی دن کے لیے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے بار بار نہیں سمجھایا تھا کہ تم شیطان لعین
کی اتباع نہ کرنا۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس لیے وہ تمہیں جہنم میں پہنچائے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اگر تم
نجات اخروی چاہتے ہو تو خدائے واحد کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ لیکن تم نے انبیاء کی
تکذیب کی، سیدھے راستے کو چھوڑ کر شیطان کا راستہ اختیار کیا جو یقیناً تم میں سے بہت سی گزشتہ مخلوق
کو گمراہ کر چکا تھا۔ کیا تم اتنی عقل بھی نہیں رکھتے تھے کہ شیطان کی اس کھلی دشمنی کو سمجھتے، دوست اور دشمن
میں تمیز کرتے اور اپنے نفع و نقصان کو پہچانتے حالانکہ دنیا کے کاموں میں تم نہایت ہوشیاری اور ذہانت
سے کام لیتے تھے۔ اور آخرت کے بارے میں تم میں صاف اور صریح باتوں کے سمجھنے کی اہلیت نہ رہی۔
سواب تم اپنی حماقتوں کا خمیازہ بھگتو، یہی ہے وہ جہنم جس سے انبیاء علیہم السلام تمہیں دنیا میں ڈرایا
کرتے تھے اور تم انہیں جھٹلاتے اور قیامت کا انکار کرتے تھے۔ اب تم اپنے کفر و معصیت کے بدلے
اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہی تمہارا ٹھکانا ہے۔ (مواہب الرحمن ۲۶/۲۳، عثمانی ۲/۴۱۰)

کفر کا انجام

۶۵-۶۷: الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ

يٰۤمَآ كَانُوۡا يَكْسِبُوۡنَ ۝۱۵ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْيُنِهِمۡ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنۡىٰ يُبۡصِرُوۡنَ ۝۱۶ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمۡ عَلٰۤى مَكَانَتِهِمۡ فَمَا اسْتَطَاعُوۡا مِضًى وَلَا يَرْجِعُوۡنَ ۝۱۷

آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں بے نور کر دیں پھر یہ راستہ پانے کے لیے دوڑتے پھریں، پھر ان کو کہاں دکھائی دے گا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں مسخ کر دیں۔ پھر نہ وہ آگے چل سکیں اور نہ پیچھے لوٹ سکیں۔

اَفۡوَاهِهِمۡ : ان کے منہ۔ واحد فم۔

اَرۡجُلُهُمۡ : ان کے پاؤں۔ واحد رجل۔

طَمَسْنَا : ہم نے بے نور کر دیا، ہم نے مٹا دیا۔ طمس سے ماضی۔

مِضًى : گزر جانا، آگے چلنا۔ مصدر میمی۔

تشریح : قیامت کے روز جب کفار و منافقین اپنے گناہوں کا انکار کریں گے اور قسمیں کھا کر کہیں گے خدا کی قسم ہم بتوں کو نہیں پوجتے تھے (واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ انعام ۲۳) تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں کو بند کر دے گا تا کہ وہ جھوٹ نہ بول سکیں۔ پھر ان کے جسم کے اعضا کو بولنے کی قوت دے کر گواہی کا حکم دے گا۔ ان کے ہاتھ پیر، کان، آنکھ اور بدن کی کھال ان کے جرموں کی شہادت دیں گے۔ جیسے ارشاد ہے :

حَتّٰیۤ اِذَا مَا جَآءُوۡهَا شَهِدَ عَلَیْهِمۡ سَمْعُهُمۡ وَاَبۡصَارُهُمۡ وَجُلُوۡدُهُمۡ یٰۤمَآ كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝۲۰

یہاں تک کہ جب وہ اس (جہنم) پر پہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیں (ان اعمال کی) گواہی دیں گی جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔ (حم السجدہ: ۲۰)

جس طرح انہوں نے ہماری آیتوں سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں اگر ہم چاہتے تو دنیا ہی میں

سزا کے طور پر ان کی بینائی ختم کر کے ان کو مطلق اندھا بنا دیتے کہ ان کو ادھر ادھر جانے کا راستہ بھی

سوچھائی نہ دیتا۔ اگر ہم چاہتے تو ان کے کفر و عناد کی بنا پر ان کی صورتیں مسخ کر کے ان کو بالکل اپاہج بنا دیتے۔ پھر وہ نہ آگے چلنے پر قادر ہوتے اور نہ پیچھے لوٹنے پر لیکن ہم نے اپنی رحمت سے ایسا نہیں کیا۔ یہ ہماری طرف سے مہلت اور ڈھیل تھی۔ آج وہی اعضا یعنی آنکھیں، کان اور ہاتھ پاؤں وغیرہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (عثمانی ۲/۴۱۱)۔

قدرتِ الہی کی مثال

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۸﴾

اور جسے ہم طویل عمر دیتے ہیں تو اسے پیدائشی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں
(کہ وہ شیر خوار کی طرح دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے)۔ کیا ان کو عقل نہیں۔

نُعَمِّرْهُ: ہم اس کی عمر زیادہ کرتے ہیں۔ نَعْمِيرُ سے مضارع۔

نُنَكِّسْهُ: ہم اس کو پلٹ دیتے ہیں، ہم اس کو الٹا کرتے ہیں۔ نُنَكِّسُ سے مضارع۔

تشریح: جوں جوں آدمی کی جوانی ڈھلتی ہے اس پر بڑھاپے کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں اور اس کے قویٰ کمزور ہو کر جواب دینے لگتے ہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿۱۹﴾

اللہ ہی ہے جس نے کمزوری کی حالت میں تمہاری تخلیق کی۔ پھر کمزوری کے بعد قوت عطا فرمائی۔ پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی علم (اور) قدرت والا ہے۔ (الروم: ۵۴)

اور ارشاد ہے:

وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُورِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۖ

اور تم میں سے بعض بہت بڑی عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ علم کے بعد وہ بے علم ہو جائیں۔ (النحل: ۷۰)

دنیا زوال اور تغیر کی جگہ ہے۔ یہاں پائیداری اور قرار نہیں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ کہ بینائی چھین لینا اور صورتیں مسخ کر کے اپنا دینا کچھ بعید اور محال ہے۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ ایک مضبوط اور تندرست آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر دیکھنے سننے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے، پس جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں انسان کی قوتیں سلب کر لیتا ہے وہ جوانی میں بھی ایسا کر سکتا ہے۔ کیا یہ کافرا تا بھی نہیں سمجھتے کہ جو ذات واحد صورت بنانے پر قادر ہے وہ صورت بدلنے پر بھی قادر ہے۔ (ابن کثیر ۸/۵۷۸) (۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور شاعری

۱۹-۴۰ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذَكَرُوا
قُرْآنٌ مُّبِينٌ ۝ لِيُنْذِرَ مَنِ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ
عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

اور ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور یہ (شاعری) ان کے شایان شان بھی نہیں۔ وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کر دے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے۔

شان نزول: بغوی نے حسب قول کلبی بیان کیا کہ کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد جو کلام بناتے ہیں وہ شعر ہیں اس کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ تشریح: یہ کافر جب ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے حکمت اور نصیحت کی باتیں سن کر لا جواب ہو جاتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ سب شاعرانہ خیالات ہیں حالانکہ ہم نے اپنے پیغمبر کو نہ تو شاعری سکھائی ہے اور نہ شاعری ان کے شایان شان ہے، نہ شعر و شاعری سے ان کو کوئی محبت ہے اور نہ اس طرف ان کی طبیعت کا میلان۔ حقیقت میں ہم نے اپنے پیغمبر کو قرآن دیا ہے جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے۔ باطل تو اس کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔ یہ ایسی کتاب ہے جو دن رات پڑھی جاتی ہے اور حقائق و معارف اور احکام و حدود کو ظاہر کرتی ہے اور اس شخص کو آخرت کے انجام سے ڈراتی ہے جس کا دل زندہ اور حق و باطل کے فرق کو سمجھتا ہے اور کافروں پر عذاب کی حجت قائم کرتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ شعر گوئی سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ عبدالمطلب کی اولاد کا ہر مرد و عورت شعر کہنا جانتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کوسوں دور

تھے۔ ابو داؤد میں ہے کہ کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لیے شعروں سے بھر لینے سے بہتر ہے۔
 بغوی نے حسن کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مصرع بطور مثل پڑھا:

كُفَى بِالْإِسْلَامِ وَالشَّيْبِ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

اسلام اور بالوں کی سفیدی آدمی کو گناہوں سے روکنے کے لیے کافی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! شاعر نے تو اس طرح کہا

ہے۔ کفی الشیب والاسلام بالمرء ناهیا

آپ نے دوبارہ پڑھا تو پھر بھی پہلے ہی کی طرح پڑھا۔ اس پر حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں

گو امی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ وما علمنه الشعر وما ينبغي له۔

(یس: ۲۹)۔ (ابن کثیر ۵۷۸-۵۸۰/۳، مظہری ۸/۹۷)

اللہ کی نشانیاں

۷۱-۷۲: أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۖ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۖ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّهُمْ يُنْصَرُونَ ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ ۖ فَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۖ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے مویشی پیدا کئے پھر وہ ان کے مالک ہو گئے اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا سو ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ ان مویشیوں میں ان کے لیے اور بھی فوائد اور پینے کی چیزیں ہیں۔ سو کیا یہ پھر بھی شکر نہیں کرتے۔ اور انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنالیا ہے کہ شاید وہ ان منکرین کی مدد کریں۔ یقیناً ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں اور وہ (باطل معبود) ان مشرکین کے لشکر بن کر

حاضر ہوں گے۔ سو آپ ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم ان کی پوشیدہ اور علانیہ باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

ذَلَّلْنَا : ہم نے فرماں بردار کر دیا، ہم نے تابع کر دیا۔ تَذَلَّلْنَا سے ماضی۔

جُنْدٌ : لشکر۔ فوج۔ جَعِ جُنُودٌ۔

يُسْرُونَ : وہ چھپاتے ہیں۔ اِسْرَارٌ سے مضارع۔

تشریح: کیا ان منکرین و مکذبین نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے نفع کے لیے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، گھوڑے، خچر وغیرہ جانوروں کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے۔ کوئی دوسرا آدمی ان کے بنانے میں ہمارا شریک نہیں اور نہ کوئی معین و مددگار ہے۔ پھر محض اپنے فضل سے ہم نے ان کو ان چوپایوں کا مالک بنا دیا۔ ہم ہی نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کیا ہے کہ جس طرح چاہیں ان سے کام لیں اور فائدہ اٹھائیں۔ سیکڑوں اونٹوں کی قطار کو ایک چھوٹا سا بچہ تکمیل پڑ کر جدھر چاہے لے جائے۔ ان جانوروں میں سے بعض پر تو یہ سواری کرتے ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں اس کے علاوہ ان میں لوگوں کے لیے اور بھی منافع اور پینے کی چیزیں ہیں جیسے دودھ، اون وغیرہ۔ پھر بھی یہ لوگ اللہ کا شکر نہیں کرتے جس نے ان کو یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ یہ لوگ شکر کی بجائے کفر و شرک میں مبتلا ہیں۔

انہوں نے اس امید پر اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ شاید کسی مصیبت کے وقت یہ ان کے کام آئیں اور ان کی مدد کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باطل معبودان کی تو کیا خود اپنی بھی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ یہ تو ایسے عاجز و بے بس ہیں کہ جو چاہے ان کو توڑ پھوڑ دے۔ یہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ نہ بولنے پر قادر ہیں اور نہ منکرین کی بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ قیامت کے روز کافروں کے باطل معبودوں کو طلب کیا جائے گا، ان کے ساتھ ان کے پرستاروں کو بھی لایا جائے گا جو ایک لشکر کی مانند اپنے معبودوں کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ پھر ان سب کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مشرکین جو آپ کی تکذیب و توہین اور لہذا نہ باتیں کرتے ہیں، آپ ان سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ یقیناً ہم ان کے دلوں میں چھپے ہوئے بغض و عناد، غلط عقائد اور فاسد خیالات سے واقف ہیں اور جو کلمات کفر و شرک زبان سے کہتے ہیں ہم ان کو بھی جانتے ہیں۔ ہم ان کو ان کے تمام اعمال بد کی سزا دیں گے۔

(مظہری ۹۸، ۹۹، ۸، معارف القرآن مولانا ادیس کاندھلوی ۶۴۹-۶۵۰/۵)

حشر و نشر کا اثبات

۸۰-۷۷: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۖ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۚ ۝ اِذْنِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ۝

کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔ پھر بھی وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا اور ہمارے لیے مثال دینے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح کی پیدائش کو خوب جانتا ہے۔ اسی نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ بنائی۔ پھر تم اس سے (مزید) آگ جلاتے ہو۔

عظام: ہڈیاں۔ واحد عظم۔

رَمِيمٌ: بوسیدہ، ریزہ ریزہ، گلی ہوئی۔ رَمَّةٌ سے صفت مشبہ۔

أَنْشَأَ: ہرا۔ سبز۔ خَضْرَاءُ سے صفت مشبہ۔

تُوقِدُونَ: تم آگ سلگاتے ہو، تم آگ روشن کرتے ہو۔ اِيقَادٌ سے مضارع۔

شان نزول: حاکم نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ عاص بن وائل ایک بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس (ہڈی) کی حالت جو میں دیکھ رہا ہوں کیا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔ آپ نے فرمایا بیشک اللہ اس کو بھی زندہ کر کے اٹھائے گا۔ تجھے بھی ہلاک کرے گا پھر جہنم میں داخل کرے گا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں (سورت کے آخر تک)۔

ابن ابی حاتم نے متعدد اسناد سے مجاہد، عکرمہ اور عروہ بن زبیر کی روایت سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابومالک کی روایت سے بیان کیا کہ ان آیات کا نزول ابی بن خلفؓ کی کفایت میں ہوا۔ یہی ایک بوسیدہ ہڈی لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور بعث و حشر کا انکار کر

کے آپ سے جھگڑا کر رہا تھا۔ اسی نے کہا تھا کہ اس قدر بوسیدہ ہو جانے کے بعد اس کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھے بھی زندہ کر کے اٹھائے گا اور جہنم میں داخل کرے گا۔ اس پر یہ آیتیں سورت کے اختتام تک نازل ہوئیں۔ (منظہری ۹۹/۸)۔

تشریح: کیا انسان دوبارہ زندہ کرنے پر ہمارے قادر ہونے کا انکار کرتا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کو ایک حقیر و ذلیل قطرے سے پیدا کیا حالانکہ وہ اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا۔ پھر جب وہ اللہ کی قدرت سے پیدا اور زندہ ہو گیا تو ہمارے قدرت کے بارے میں علی الاعلان جھگڑنے لگا۔ اور ہمارے لیے ایک تعجب انگیز مثال بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ وہ ایک بوسیدہ ہڈی کو ہاتھ میں لے کر کہنے لگا کہ ان بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے ان گلی سڑی ہڈیوں کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا وہی ان کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ وہ ہر مخلوق کو اور ہر قسم کی پیدائش کو خوب جانتا ہے۔ کوئی مخلوق اپنی پیدائش سے اتنی آگاہ نہیں جتنا خالق اپنی مخلوق اور اس کی پیدائش سے آگاہ ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ ہر چیز کے منتشر و پراگندہ اجزا سے خوب واقف ہے۔ جس طرح وہ ان اجزا کو متفرق و منتشر کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ ان منتشر اجزا کو جمع کرنے پر بھی قادر ہے۔ اس لیے وہ جب چاہے ان ذرات کو جمع کر کے زندہ کر سکتا ہے۔ اسی نے تمہارے لیے سرسبز اور ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کی سو تم اس درخت سے آگ جلاتے ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد مرغ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں۔ ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چھماق کی طرح آگ نکلتی ہے۔ (منظہری ۹۹-۱۰۳/۸)

حاکم مطلق

۸۱-۸۳: اَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَدِيْرٍ عَلٰۤی اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْۙ بَلٰۤی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُۙ ۝۱۰۱ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْۡئًا اَنْ يَقُوْلَ لَّذٰكُنْ فَيَكُوْنُۙ ۝۱۰۲ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْۤ يَبْدِئُ مَلٰكُوْتُ كُلِّ شَيْۡءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَۙ ۝۱۰۳

اور جس نے آسمانوں اور زمین جیسے بڑے بڑے اجسام کو پیدا کیا کیا وہ ان

(انسان) جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَخَلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ

البتہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش، انسانی پیدائش سے بہت بڑی اور اہم ہے۔ (المؤمن: ۵۷)

جو ذات کسی چیز کو ابتداء پیدا کر سکتی ہے اس کے لیے اس کو دوبارہ پیدا کرنا بہت آسان ہے اس لیے وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے اس کو کسی قسم کے آلات اور مشینری وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا صرف یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ ہو جا تو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے یعنی کسی چیز کی ایجاد و تخلیق کے لیے صرف اس کا ارادہ اور مشیت کافی ہے۔ سو تم اس کی قدرت کاملہ پر ایمان لاؤ اور اسی کی تسبیح و تقدیس کرو جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہی اور ملکیت ہے۔ آخر دوبارہ زندہ ہو کر تمہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اس وقت تمہیں کفر و انکار کی پوری پوری سزا ملے گی۔ (۱ بن کثیر ۵۸۲، ۵۸۳/۳)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الصَّفَّت

وجہ تسمیہ: سورت کی ابتدا لفظ الصَّفَّت سے ہوئی ہے۔ اسی کی مناسبت سے اس کا نام الصفت ہے۔
 تعارف: اس میں پانچ رکوع ۱۸۲ آیتیں ۸۶۰ کلمات اور ۳۸۲۶ حروف ہیں۔ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے۔ دوسری مکی سورتوں کی طرح اس کا بنیادی موضوع بھی ایمانیات ہے۔ اس میں توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد کو مختلف دلائل سے ثابت کیا گیا ہے، نیز مشرکین کے عقائد فاسدہ کا رد اور جنت و دوزخ کے حالات کی منظر کشی اور مشرکین و منکرین کے انجام بد کا بیان ہے۔ ضمناً بعض انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا بیان ہے۔
 نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلکی نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور آپ ہمیں سورة الصَّفَّت سے نماز پڑھایا کرتے تھے۔
 (ابن کثیر ۲/۴، مواہب الرحمن ۴۰/۲۳)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: توحید کا اثبات، آسمان دنیا کی زینت اور منکرین حشر کی جہالت کا بیان ہے۔
 رکوع ۲: منکرین حشر کا انجام اور کفار کا ایک دوسرے کو الزام دینا بیان کیا گیا ہے۔ پھر اہل جنت اور اہل دوزخ کے احوال کا بیان ہے۔
 رکوع ۳: شروع میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے واقعات مذکور ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم کو بیٹے کی قربانی کا حکم ہے اور اس قربانی کو ذبح عظیم قرار دیا گیا ہے۔
 رکوع ۴: حضرت موسیٰ و ہارون، حضرت الیاس اور حضرت لوط علیہم السلام کے واقعات کا بیان ہے۔
 رکوع ۵: حضرت یونس کا واقعہ، ملائکہ اور جنوں کا حال اور کفار کا تمسخر کے طور پر عذاب الہی کے لیے جلدی کرنا مذکور ہے۔

اثباتِ توحید

۵-۱: وَالصَّفَاتِ صَفًّا ۖ فَالزَّجْرَاتِ زَجْرًا ۖ فَالتَّلِيلِ ذِكْرًا ۖ
إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۚ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ
الْمَشَارِقِ ۚ

قسم ہے صف باندھنے والے (فرشتوں) کی۔ پھر (قسم ہے) پوری طرح
ڈانٹنے والوں کی، پھر یاد کر کے تلاوت کرنے والوں کی۔ بیشک تم سب کا
معبود ایک ہی ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے
ان کا اور مشرقوں کا رب ہے۔

الزَّجْرَاتِ : ڈانٹنے والیاں، بندش کرنے والیاں۔ یہاں فرشتے مراد ہیں جو شیطانوں کو ڈانٹ کر
بھگاتے رہتے ہیں۔ زَجْرٌ سے اسم فاعل۔

التَّلِيلِ : تلاوت کرنے والیاں، پڑھنے والیاں۔ تِلَاوَةٌ سے اسم فاعل۔
تشریح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں کھائی ہیں۔

۱۔ قسم ہے ان فرشتوں کی جو اپنے اپنے مقام پر آدابِ عبودیت کا پورا پورا لحاظ رکھتے
ہوئے نمازیوں کی صفوں کی طرح صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور حکمِ الہی کے منتظر رہتے ہیں۔
۲۔ اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو بادلوں کو روکتے اور چلاتے ہیں یا شیاطین کو ڈانٹ کر
بھگاتے رہتے ہیں۔

۳۔ اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو ذکرِ اللہ کی تلاوت کرتے ہیں یا ان آیتوں کو پڑھتے ہیں
جو آسمانی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئی ہیں۔

ان قسموں کے بعد فرمایا کہ اے اہل مکہ بلاشبہ تم سب کا معبود برحق اپنی ذات و صفات اور
اپنے اقوال و افعال میں ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی آسمانوں اور زمین کا خالق اور ان کے درمیان کی
تمام چیزوں کا مالک و متصرف ہے اور وہی تمام قوموں کا رب ہے۔ اسی نے ستاروں، چاند اور سورج کو
مسخر کر رکھا ہے جو مشرق سے طلوع ہوتے ہیں اور مغرب میں غروب۔ آیت میں لفظ مشارق سے مراد
تمام ستاروں اور چاند و سورج کے طلوع ہونے کے مقامات ہیں۔ سال میں ۳۶۵ دن ہوتے ہیں، ہر

روز طلوع کا مقام بدلتا رہتا ہے۔ جس طرح مقام طلوع روزانہ بدلتا رہتا ہے اسی طرح مقام غروب بھی روزانہ بدلتا رہتا ہے۔

مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔

۱۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئی ہیں۔

۲۔ ہمارے لیے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے۔

۳۔ پانی نہ ملنے کے وقت زمین کی مٹی ہمارے لیے وضو کے قائم مقام کی گئی ہے۔

(مظہری ۱۰۵، ۱۰۶/۸، ابن کثیر ۲/۳۰۴)

آسمان دنیا کی زینت

۱۰-۶ : إِنَّا زَيْنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ إِنَّا كَوَّيْنَا ۖ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ فَارِدٍ ۖ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ وَيُقَذَّفُونَ مِّنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ دُحُورًا ۖ لَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۖ إِلَّا مَنِ خَطِئَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعْنَاهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۖ

اور ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں سے رونق دی ہے اور ہم ہی نے ہر سرکش شیطان سے اس کی حفاظت کی ہے۔ عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے وہ (شیاطین) کان بھی نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر طرف سے (انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔ (ان کو) بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے مگر جو (شیطان چھپ چھپا کر) کچھ (خبر) اچک لے تو ایک دکھتا ہوا انگارا اس کا پیچھا کرتا ہے۔

مارِد : سرکش، شریر۔ مُرَوِّد سے اسم فاعل۔

يُقَذَّفُونَ : ان پر انگارے پھینک کر مارے جاتے ہیں۔ قَذَف سے مضارع مجہول۔

دُحُورًا : دور کرنا، دھتکارنا، ہانکنا۔ مصدر ہے۔

وَاصِبٌ : لازوال، دائمی، مستقل۔ وَصُوب سے اسم فاعل۔

خطف: اس نے اچک لیا، اس نے جھپٹ لیا۔ خطفۃ سے ماضی۔

تشریح: یہاں آسمان دنیا سے مراد نزدیک ترین آسمان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نزدیک والے آسمان کو جس کو آسمان دنیا کہتے ہیں، نہایت خوبصورت اور چمک دار ستاروں کے ذریعے زینت دی ہے جو رات کے وقت آسمان پر قندیلوں کی مانند روشن اور جگمگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ تاروں بھرا آسمان خود بخود وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کو کسی نے پیدا کیا ہے۔ پس جو ذات اتنی عظیم الشان چیزوں کو وجود میں لاسکتی ہے اسے کسی شریک اور ساجھی کی ضرورت نہیں۔

زینت و آرائش کے علاوہ ان ستاروں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے آسمان کو ہر سرکش شیطان کی رسائی سے محفوظ کر دیا گیا ہے، اب آسمان دنیا سے اوپر کسی شیطان کی رسائی نہیں کہ عالم بالا کی باتیں سن سکے۔ اگر کوئی شیطان غیبی خبروں کی سن گن لینے کے لیے آسمان کے قریب جانے کی کوشش کرتا ہے یا کچھ سن گن پالیتا ہے تو اس کو ایک دہلکتے ہوئے انگارے کے ذریعے سنگسار کیا جاتا ہے، تاکہ وہ دنیا میں پہنچ کر اپنے معتقد کا ہٹوں کو کچھ نہ بتا سکے۔ بعض اوقات آسمان پر کہیں کہیں تارے ٹوٹ کر گرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو حقیقت میں دہکتے ہوئے انگارے ہوتے ہیں۔ اور شیاطین کو مارے جاتے ہیں۔ ان ہی کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔

منکرین حشر کی جہالت

۱۱-۱۹: فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنِ خَلَقْنَاهُ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ ۝ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخَرُونَ ۝ وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا إِنَّنَا لَسَبْعُوتُونَ ۝ أَوْ آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۝ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۝

آپ ان کافروں سے پوچھئے کہ آیا ان کا پیدا کرنا دشوار ہے یا جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے۔ ان کو تو ہم نے لیس داریوں سے پیدا کیا ہے بلکہ آپ تو (قدرت الہی پر) تعجب کر رہے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور جب انہیں نصیحت

کی جاتی ہے تو مانتے نہیں اور جب کسی معجزے کو دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ بھلا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی ہمیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں! اور تم ذلیل (بھی) ہو گے۔ وہ (قیامت) تو بس ایک زور کی آواز ہوگی پھر یکایک سب دیکھنے لگیں گے۔

لا زب : لازم، چپکنے والا، چمٹنے والا۔ لزب سے اسم فاعل۔

دخرون : ذلیل ہونے والے، جھکنے والے۔ دخور سے اسم فاعل۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور حشر و نشر کو محال بتاتے ہیں آپ ان سے معلوم تو کیجئے کہ ہم پر ان کا پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان و زمین، فرشتے اور جنات وغیرہ کا۔ ظاہر ہے آسمان و زمین جیسے اجسام کے مقابلے میں انسان کی کیا حقیقت ہے۔ انسان کو تو ہم نے لیس وار اور چپکنے والی مٹی سے پیدا کیا جو آسمان و زمین کی طرح مضبوط اور سخت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ معجزات بھی آپ کی سچائی کے گواہ ہیں اور یہ لوگ خود بھی آپ کو صادق و امین کہتے ہیں اور اس کے باوجود آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قدرت الہیہ کا ہمہ گیر ہونا ظاہر اور روشن ہے، اس کے باوجود یہ لوگ قدرت الہیہ کا انکار کرتے ہیں اور دوبارہ زندہ ہونے کو محال سمجھتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ قیامت اور حشر و نشر کا مذاق اڑاتے ہیں۔

جب قرآن کے ذریعے ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو وہ جان بوجھ کر اس سے اعراض کرتے ہیں اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کو تمسخر میں اڑانے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح اور کھلا جادو ہے۔ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے پھر بھی ہمیں دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا یا ہمارے باپ دادا جو ہم سے برسہا برس پہلے مر چکے وہ بھی دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ مشرکین اپنے گمان میں، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر سمجھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ان کو بتا دیجئے کہ یقیناً ان کو اور ان کے باپ دادا کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس کی ذات تو ایسی قادر و قاہر ہے کہ اس کے سامنے کسی کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا:

وَكُلُّ أَوْتَوْهُ ذٰخِرِيْنَ ۝

اس کے سامنے ہر شخص عاجزی اور لا چاری سے حاضر ہونے والا ہے۔ (النمل: ۸۷)

اور ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ
ذٰخِرِيْنَ ۝

جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں
جائیں گے۔ (المؤمن: ۶۰)

جس قیامت کو یہ منکرین و مشرکین محال سمجھ رہے ہیں وہ تو اللہ پر بہت آسان ہے اور ان کا
دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا بھی کسی مادی سبب کا محتاج نہ ہوگا، بلکہ وہ تو ایک ہولناک اور سخت آواز
ہوگی جس کو سن کر سب لوگ قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور قیامت کے ہولناک منظر کو دیکھنے لگیں
گے۔ (ابن کثیر ۳/۴۳۲ مظہری ۱۰۶/۱۱۲-۸)

منکرین حشر کا انجام

۲۶-۲۰ وَقَالُوا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ
بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ اُحْشَرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا
يَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّجِيْمٍ ۝
وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْمُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْصَرُوْنَ ۝ بَلْ هُمْ
اِلْيَوْمَ مُّسْتَسْلِمُوْنَ ۝

وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی۔ یہ تو جزا کا دن ہے۔ یہ تو وہی فیصلے کا دن
ہے جسے تم جھٹلاتے رہے۔ ظالموں، ان کے ہم مشربوں اور ان کے
معبودوں کو جمع کر لو، اللہ کو چھوڑ کر (جن کی یہ عبادت کرتے تھے) ان سب کو
دورخ کی راہ دکھاؤ اور ان کو روکے رکھو۔ بیشک ان سے کچھ سوال کئے
جائیں گے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ
آج وہ سب کے سب فرماں بردار ہوں گے۔

تشریح: قیامت کے روز دہشت و ہولناکی دیکھ کر کفار حسرت و ناامیدی کے ساتھ کہیں گے کہ یہ تو وہی بدلے کا دن معلوم ہوتا ہے جس کا انبیاء نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اس وقت فرشتے ان کی ندامت بڑھانے کے لیے ان سے کہیں گے کہ یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم سچا نہیں مانتے تھے اور جس کو تم محال بتایا کرتے تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تم ان ظالموں کو جنہوں نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا کر اپنے اوپر ظلم کیا تھا، ان کے بھائی بندوں سمیت ایک جگہ جمع کرو اور ان کو بھی جمع کرو جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے تھے۔ پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ جیسے فرمایا:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمِيَآ وَبُكْمًا وَصُمًّا
مَا وَلَهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ۝

اور ہم انہیں ان کے منہ کے بل اندھے، بہرے، گونگے کر کے جمع کریں گے۔ پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب بھی اس کی آگ ہلکی ہوگی ہم اسے بھڑکا دیں گے۔ (الاسراء: ۹۷)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان کو کچھ دیر جہنم کے پاس کھڑا کرو تا کہ ہم ان سے باز پرس کریں۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم دنیا میں ایک دوسرے کے حامی اور مددگار تھے آج ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ اس دن یہ سب گردن جھکائے دم بخود ہوں گے۔

کفار کا ایک دوسرے کو الزام دینا

۲۷-۳۶: وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا كُنَّا كُفَّارًا
تَاتُونَا عَنِ الْيَمِينِ ۝ قَالُوا بَلْ لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَ
مَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِينَ ۝
فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذٰلِقُونَ ۝ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا
كُنَّا غٰوِينَ ۝ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۝ إِنَّا
كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْجَٰثِمِينَ ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلٰهَ
إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَارِكُوا إِلٰهَتِنَا
لَشَٰعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال و جواب کریں گے اور (اپنے پیشواؤں سے) کہیں گے کہ تم تو ہمارے پاس وہی طرف سے آیا کرتے تھے، وہ جواب دیں گے بلکہ تم ہی مومن نہ تھے۔ تم پر ہمارا کچھ زور نہ تھا بلکہ تم خود سرکش تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہو چکی کہ ہم سب کو (عذاب کا) مزہ چکھنا ہے۔ سو ہم نے تمہیں گمراہ کیا بیشک ہم تو خود ہی گمراہ تھے۔ پس آج کے دن یہ سب عذاب میں شریک ہیں۔ بیشک ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

تشریح: قیامت کے روز کافر ایک دوسرے کو الزام دیں گے اور چھوٹے لوگ اپنے سرداروں کو الزام دیں گے کہ تمہارے ہی کہنے سے ہم گمراہ ہوئے اور تمہاری ہی وجہ سے ہمیں یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ تمہیں تو ہمیں حق سے روکتے تھے اور باطل کو اچھا کر کے دکھاتے تھے۔ اگر آیت میں یحییٰ سے قوت و غلبہ کے معنی مراد لیے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ تم بزرگوں سے ہمیں راہ ہدایت سے روکتے تھے۔ ان کے جواب میں سردار کہیں گے کہ ہم نے تم پر کوئی زبردستی نہیں کی تھی بلکہ تم خود ہی مومن نہ تھے۔ تم نے اپنی مرضی سے گمراہی کو پسند کیا تھا اور تم کو خود ہی سرکشی کرتے تھے۔ اب ہمارے رب کی بات ہم سب پر ثابت ہو گئی۔ بلاشبہ اب ہم عذاب کا مزہ چکھنے والے ہیں۔ پھر سردار لوگ کہیں گے کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم تو خود ہی گمراہ تھے۔ ہم نے تو صرف اتنا کیا کہ تمہیں بھی گمراہی کی طرف بلایا تا کہ تم بھی ہماری طرح ہو جاؤ۔ تم ہماری باتوں میں کیوں آگئے؟ تم نے سیدھی راہ دکھانے والوں کی بات پر عمل کیوں نہیں کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوگا کہ سردار اور ان کی اتباع کرنے والے دونوں مجرم ہیں اس لیے آج دونوں جہنم کے عذاب میں شریک ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کی سزا پائے گا۔ بلاشبہ ہم کفر و شرک کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں۔ بیشک ان لوگوں کا جرم یہ تھا کہ یہ لوگ تو حید و رسالت کا انکار کرتے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو یہ تکبر اور غرور کے ساتھ منہ موڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

اللہ کی طرف سے کافروں کی تکذیب

۳۹-۳۷: بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ ۝ اِنَّكُمْ لَذَاۤئِقُوْا الْعَذَابِ الْاَلِيمِ ۝ وَمَا تَجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(وہ شاعر و مجنوں نہیں) بلکہ وہ تو ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ یقیناً تم سب کو ایک دردناک عذاب کا مزہ چکھنا ہے اور تمہیں اسی کا بدلہ ملے گا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے کافروں کی تردید میں فرمایا کہ بیشک آپ نہ شاعر ہیں اور نہ دیوانے بلکہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں اور سچا دین لیکر آئے ہیں۔ آپ سے پہلے جو پیغمبر اللہ کا دین اور احکام لیکر آتے رہے آپ ان سب کی تصدیق کرتے اور سب کو سچا بتاتے ہیں۔ ظاہر ہے جو شخص سابقہ انبیاء کی تصدیق کرتا ہو اور جس کا لایا ہوا دین سراسر حق اور سچ ہو وہ شاعر اور مجنون نہیں ہو سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فروں کو مخاطب کر کے فرمائے گا کہ اب تم اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلانے کی پاداش میں دردناک عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ دردناک عذاب بطور ظلم نہیں بلکہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں پر جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پھر جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس نے میری طرف سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا سوائے اس حق کے جو کلمہ توحید کے متعلق ہے (یعنی شرعی حق زکوٰۃ و قصاص وغیرہ) اور ایسے شخص کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ (مواہب الرحمن ۵۱/۲۳)

اہل جنت کے احوال

۴۰-۳۹: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِلٌ وَهُمْ مُكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنَّتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ بَيِّضَاءَ لَذَّةٍ لِّشَرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ ۝ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ وَ عِنْدَہُمْ قَصْرٰتُ الطَّرَفِ عِيْنٍ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنَ ۝

مگر جو اللہ کے مخلص بندے ہیں (ان پر اللہ کے انعامات ہوں گے) انہی کے لیے رزق مقرر ہے (ان کے لیے) میوے ہیں اور وہ عزت والے ہیں، نعمتوں والی جنتوں میں ہیں تختوں پر آنے سے (بیٹھے) ہوں گے۔ لطیف شراب کا جام ان کے درمیان گردش کرے گا، جو سفید اور پینے میں لذیذ ہوگی اور نہ اس سے سرچکرائے گا اور نہ وہ اس سے بہکیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی اور خوبصورت آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی۔ گویا وہ انڈے ہیں چھپائے ہوئے۔

فَوَاكِهُ : پھل، میوہ۔ واحد فَاكِهَةٌ۔ عربی میں فَاكِهہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بھوک کی ضرورت رفع کرنے کے لیے نہیں بلکہ لذت حاصل کرنے کے لیے کھائی جائے۔

سُرُرٌ : تخت۔ واحد سُرُرٌ۔

كَأْسٌ : ایسا جام جو لبالب بھرا ہوا ہو۔ جمع كُؤُسٌ۔

مَعِينٌ : بہتا ہوا، آب رواں، جاری چشمہ۔ مَعْنٌ سے اسم مفعول۔

غَوْلٌ : خرابی، درد سر، خمار، سرچکرانا۔ مصدر بھی ہے اسم بھی۔

يُنْزَلُونَ : وہ بہکائے جائیں گے، وہ مدہوش ہو جائیں گے۔ نَزَلَ سے مضارع مجہول۔

قَصْرٌ : نیچی نظر رکھنے والیاں، پاک دامن عورتیں۔ قَصَرَ سے اسم فاعل۔

تشریح : اللہ کے مخلص اور پسندیدہ بندے جو دنیا میں کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک و صاف رہے وہ قیامت کی ذلت و رسوائی اور اس کے مصائب و آلام سے محفوظ رہیں گے۔ ان کے لیے قسم قسم کے میوہ جات سے پُر روزی مقرر ہے۔ جنت کا رزق بطور ضرورت نہیں بلکہ لذت و فرحت کے لیے ہوگا۔ جیسے ارشاد ہے :

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى ۖ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَصْحَى ۝

بیشک اس (جنت) میں نہ تو بھوکا رہے گا اور نہ ننگا اور یہ کہ نہ تو تو یہاں پیاسا

رہے اور نہ دھوپ سے تکلیف اٹھائے گا۔ (طہ: ۱۱۸، ۱۱۹)

رزق معلوم کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں :

۱۔ اس میں جنتی غذاؤں کی ان تفصیلی صفات کی طرف اشارہ ہے جو قرآن میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔

۲۔ رزق کے اوقات معین اور معلوم ہیں یعنی وہ صبح شام دیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں غدو وعشیا (صبح شام) کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

۳۔ وہ یقینی اور دائمی رزق ہوگا۔ دنیاوی رزق کی طرح غیر یقینی اور محدود نہیں ہوگا۔

اہل جنت اللہ کے ہاں بڑی عزت و اکرام والے ہوں گے، ان کی خوب آؤ بھگت ہوگی اور وہ ناز و نعمت کے باغوں میں نہایت عیش و آرام کے ساتھ شاہی تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے سامنے لطیف اور بہتی ہوئی شراب کے دور چل رہے ہوں گے یہ شراب دیکھنے میں سفید اور پینے میں لذیذ اور مزیدار ہوگی۔ دنیاوی شراب کی طرح اس میں نہ کسی قسم کی خرابی ہوگی کہ پینے والے گرائی محسوس کریں اور نہ اس میں نشہ ہوگا کہ پی کر ہدمست ہو جائیں اور بیہودہ گوئی کرنے لگیں۔ جن تختوں پر اہل جنت بیٹھے ہوئے ہوں گے انہی پر ان کے پاس نیچی نگاہ کئے ہوئے بڑی بڑی آنکھوں والی حسین و جمیل عورتیں ہوں گی جو اپنے شوہروں کے سوا کسی پر نظر نہیں ڈالیں گی۔ ان کی رنگت محفوظ موتی یا انڈے کی مانند صاف و شفاف ہوگی۔ (معارف القرآن ۴۳۵/۷)

کافر دوست کا حال

۵۰۔ ۶۱: فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۖ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۖ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۚ إِذَا امْتَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ إِنَّا لَمَدِينُونَ ۖ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُّطْلَعُونَ ۖ فَأُطْلِعَ قَرَاهُ فِي سَوَاءٍ الْجَحِيمِ ۖ قَالَ تَاللَّهِ إِن كُذِّبَتْ لَتُرْدِينَ ۖ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ ۖ أَفَمَا نَحْنُ بِمَبْتَلَيْنَ ۖ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبَيْنَ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۖ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ۖ

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ ان میں سے

ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا، وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تو بھی (قیامت کے آنے کا) یقین رکھنے والوں میں سے ہے۔ جب ہم مرکز مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی ہم جزا دیئے جائیں گے۔ وہ کہے گا کہ کیا تم (اس کو) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو۔ سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو جہنم کے بیچوں بیچ (جلتا ہوا) دیکھے گا۔ (جھانکنے والا) کہے گا خدا کی قسم تو نے تو مجھے برباد ہی کر دیا تھا اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماحوذ لوگوں میں سے ہوتا۔ کیا اب ہم نہیں مریں گے سوائے پہلی بار مرنے کے اور (اب تو) ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا۔ بیشک یہی عظیم کامیابی ہے۔ ایسی ہی (کامیابی) کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔

قرین: ساتھی، ہم نشین، مصاحب۔ جمع قرناء۔

مدینون: جزا دیئے ہوئے، بدلہ دیئے ہوئے، تابعدار۔ دین سے اسم فاعل۔

مطلعون: مطلع ہونے والے، جھانک کر دیکھنے والے۔ اطلاع سے اسم فاعل۔

تردین: تو مجھے ہلاک کرے گا، تو مجھے گڑھے میں ڈالے گا۔ ارداد سے مضارع۔

تشریح: اہل جنت نہایت بے فکری اور فارغ البالی کے ساتھ جنت کے بالا خانوں میں تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ پری جمال خدام خدمت پر مامور ہوں گے، قسم قسم کے کھانے اور طرح طرح کی لذتوں سے بہرہ مند ہوں گے۔ اس وقت وہ تفریح طبع کے لیے ایک دوسرے سے دنیا کے بعض واقعات کا تذکرہ کریں گے۔ اس وقت اہل جنت میں سے ایک شخص کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا منکر تھا اور مجھے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا تھا اور احمق سمجھتا تھا۔ وہ تمسخر کے طور پر مجھ سے کہتا تھا کہ کیا تو اس بات کو مانتا ہے کہ جب ہم مرکز مٹی اور گلی سڑی ہڈیاں بن جائیں گے تو پھر بھی ہمیں دوبارہ زندہ کر کے ہمارے اعمال کی سزا دی جائے گی۔ ایسا ہونا تو بہت ہی عجیب اور بعید از عقل ہے۔ میرا یہ ساتھی مجھے بھی اپنے راستے پر چلانا چاہتا تھا۔ یقیناً وہ دوزخ میں پڑا ہوگا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے۔ پھر وہ جنتی اپنے بالا خانے سے جھانک کر دوزخ میں دیکھے گا تو اس کا دوست اس کو جہنم کے وسط میں نظر آئے گا۔ یہ حال دیکھ کر جنتی کو عبرت ہوگی اور اللہ کا فضل و احسان یاد آئے گا اور کہے گا کہ

خدا کی قسم اگر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی اور وہ مجھے ہدایت نہ دیتا تو تو نے تو مجھے تباہ و برباد ہی کر دیا تھا کہ آج میں بھی تیری طرح دروناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔

پھر وہ جنتی اپنے اس دنیوی ساتھی سے کہے گا جس کو اس نے جھانک کر دوزخ کے وسط میں دیکھا تھا کہ تو دنیا میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا منکر تھا اور اس کو محال بتاتا تھا۔ اب تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور جزا و سزا برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوبارہ زندہ کر کے ہمیشہ کے لیے جنت عطا فرمائی ہے۔ اب اس پہلی موت کے سوا جو ایک بار دنیا میں ہم پر واقع ہو چکی ہے اب کبھی موت نہیں آئے گی اب یہاں نہ کسی قسم کا خوف ہے اور نہ رنج و ملال اور نہ کبھی یہ عیش و آرام ختم ہوگا۔ اور نہ یہ نعمتیں فنا یا کم ہوں گی۔ بلاشبہ یہ ہمیشہ کی زندگی ہی بڑی کامیابی ہے۔ عمل کرنے والوں کو فنا پذیر دنیوی منافع کے حصول کے لیے کوششیں کرنے کی بجائے ایسی ہی جزا اور انعام کے لیے محنت اور عمل کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ (ابن کثیر ۷۔ ۴/۱۰۰ عثمانی ۲/۴۱۹)

کافروں کی آزمائش

۶۲-۶۳: اَذْلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقْوُمِ ۖ إِنَّا جَعَلْنَهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ۝

بھلا یہ مہمانی اچھی ہے یا زقوم کا درخت (جو جہنمیوں کا کھانا ہوگا)۔ بیشک ہم نے اس (درخت) کو ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنا دیا ہے۔

نُزُلًا: دعوت، مہمانی، آؤ بھگت، کھانے یا پینے کی وہ چیز جو مہمان کے آتے ہی اس کے سامنے لائی جاتی ہے۔

زَقْوَم: تھوہر کا درخت جو سخت بدبودار اور کڑوا ہوتا ہے، جہنم کا ایک درخت جو دوزخیوں کو کھانے کے لیے دیا جائے گا۔

تشریح: جنت کی نعمتوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کی یہ راحت و نعمت اچھی مہمانی ہے یا زقوم کا درخت جو دوزخیوں کا کھانا ہے۔ زقوم ایک نہایت بدبودار، بد مزہ اور زہریلا درخت ہے۔ بھوک کے وقت اہل دوزخ کو یہی کھانے کے لیے دیا جائے گا اور وہ انتہائی طبعی کراہت کے باوجود اس کو کھانے پر مجبور ہوں گے، اگرچہ اپنی تلخی اور بو کی وجہ سے اس کو حلق سے نیچے اتارنا ممکن

نہ ہوگا۔ یہ بھی ایک عذاب ہوگا جس میں ان کو مبتلا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو دی جانے والی جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے وہ ان کو بالکل ابتدائی طور پر دی جائیں گی۔ اس کے بعد ان کو کیا عطا کیا جائے گا وہ عقل و فہم کی رسائی سے باہر ہے اسی طرح دوزخیوں کو ابتدائی طور پر زقوم دیا جائے گا۔ اس کے بعد کیسا عذاب ہوگا اس کو سمجھنا عقل کی رسائی میں نہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم نے اس زقوم کے درخت کو کافروں کے لیے دنیا میں آزمائش اور آخرت میں عذاب بنادیا۔ کفار نے جب زقوم کے بارے میں سنا تو تمسخر کے طور پر کہنے لگے کہ آگ میں درخت کیسے اُگے گا اور اگر آگ آیا تو باقی کیسے رہے گا، آگ تو درخت کو جلانے والی ہے۔ غرض زقوم کا درخت بھی ایک آزمائش ہے۔ مومن تو اس کا حال سن کر ڈر گئے اور کافر اس کا تمسخر اڑانے لگے۔ (مظہری ۱۱۷، ۱۱۸/۸)

اہل دوزخ کا حال

۶۴-۷۴: اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيْطٰنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَا يَكُوْنُوْنَ مِنْهَا فَمَا لَيْتُوْنَ مِنْهَا الْبٰطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنْ لَّهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ ثُمَّ اِنْ مَّرَجَعَهُمْ لَا اِلٰى الْجَحِيْمِ ۝ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَاءَهُمْ ضٰلِّيْنَ ۝ فَمِمَّ عَلٰى اٰثَرِهِمْ يَهْرَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِيْنَ ۝

بیشک وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہہ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔ بیشک (اہل جہنم) اسی کو کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔ پھر اس کے اوپر ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جائے گا۔ پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہی کی طرف ہوگا۔ بیشک انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو گمراہ پایا اور یہ بھی انہی کے نقش قدم پر دوڑتے رہے اور ان سے پہلے بھی بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور بیشک ہم

نے ان میں بھی ڈرانے والے بھیجے تھے سو دیکھ لو ان کا کیسا برا انجام ہوا جن کو
ڈرایا گیا تھا، سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔

طُلُعَهَا : اس کا خوشہ، اس کا سر، اس کا پھول۔

مَلْتُون : پھرنے والے۔ مَلَا سے اسم فاعل۔

شَوْبًا : ملاوٹ، آمیزش۔ مصدر ہے۔

الْفَوَا : انہوں نے پایا۔ الْفَاء سے مافی۔

يُفْرَعُونَ : وہ بے تحاشہ ڈرائے جاتے ہیں۔ اِفْرَاع سے مضارع مجہول۔

شان نزول : ابن جریر نے قتادہ کی روایت سے بیان کیا کہ ابو جہل نے کہا کہ تمہارا ساتھی کہتا ہے کہ
آگ کے اندر ایک درخت ہوگا، حالانکہ آگ درخت کو کھا لیتی ہے پھر آگ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔
خدا کی قسم ہم تو کھجوروں اور مکھن ہی کو زقوم سمجھتے ہیں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (منظہری ۱۱۸/۸)
تشریح : اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ درخت آگ میں کیسے پیدا ہو سکتا
ہے، فرمایا کہ یقیناً وہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی جز سے اُگتا ہے اور اس کے خوشے خباثت اور بدشکلی
میں شیاطین کے سروں کی مانند ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے زقوم کے پھل کو شیاطین کے سروں سے تشبیہ
دی ہے کیونکہ کسی چیز کی انتہائی برائی ظاہر کرنے کے لیے اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ اگرچہ شیاطین نظر
نہیں آتے لیکن دماغ میں ان کی صورتوں کا تصور بری شکلوں ہی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ دوزخی اپنا پیٹ بھرنے کے لیے اسی بدشکل، بد ذائقہ، ہدمزہ اور بدبودار
درخت کو کھائیں گے۔ زقوم کھانے کے بعد جب وہ پیاس سے بے تاب و بے قرار ہو کر پانی مانگیں
گے تو ان کو پیپ ملا ہوا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کڑے کڑے کر دے گا۔ پانی پینے
کے بعد ان کو پھر جحیم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ بغوی کہتے ہیں کہ پہلے گرم پانی پلانے کے لیے ان کو
کھولتے ہوئے پانی کے مقام پر لے جایا جائے گا، پھر واپس جحیم میں لایا جائے گا کیونکہ گرم پانی کا
مقام جحیم سے باہر ہوگا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :

يَطْوُونُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَيْمِ اِنْ ۝۴۰

وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔ (رحمن ۴۴)
اس دردناک عذاب کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بغیر سوچے سمجھے اپنے گمراہ باپ دادا کے نقش

قدم پر چلتے رہے۔ ان سے پہلی امتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ تھے۔ وہ بھی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ ان میں بھی رسول آئے تھے جو ان کو گمراہی کے انجام سے ڈراتے اور خبردار کرتے تھے مگر انہوں نے نہ تو حق کو قبول کیا اور نہ گمراہی سے باز آئے۔ سو دیکھ لو ان کا کیسا انجام ہوا اور وہ کیسے تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے جو اپنے ایمان و اخلاص کی وجہ سے دنیوی عذاب اور برے انجام سے محفوظ رہے۔ (مظہری ۱۱۸، ۱۱۹/۸)

حضرت نوحؑ کا واقعہ

۸۲-۷۵: وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنَاهُ وَآهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ ۝ سَلَّمَ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعَلَمِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنٰا الْآخِرِيْنَ ۝

اور نوح نے ہمیں پکارا سو (دیکھ لو) ہم کیسے اچھے دعا قبول کرنے والے ہیں اور ہم نے اس کو اور اس کی پیروی کرنے والوں کو عظیم مصیبت سے بچالیا اور ہم نے صرف انہی کی نسل کو باقی رہنے دیا اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا (ذکر خیر) باقی رکھا۔ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔ ہم محسنوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔

تشریح: گزشتہ آیات میں سابقہ امتوں کی گمراہی کا اجمالی ذکر تھا۔ آئندہ آیات میں ان کے بعض واقعات کی کچھ تفصیل ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ان کی قوم گمراہ ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا جو ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے اور ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے مگر قوم اپنی گمراہی پر قائم رہی اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو سخت ایذائیں دیتی رہی۔ ان میں سے چند لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ جو لوگ ایمان لانے والے تھے وہ لا چکے، اب

آئندہ ان کافروں میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی :

رَبِّ لَا تَذَرْنَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ ذِيَارًا ۝

اے میرے رب! کافروں کا بسنے والا ایک گھر بھی زمین پر نہ چھوڑ۔ (نوح: ۲۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو قوم کے ہاتھوں پہنچنے والے دکھ اور تکالیف سے بچالیا۔ انہی کی اولاد سے دنیا کو آباد کیا اور ان کا ذکر خیر بعد میں آنے والی امتوں میں باقی رکھا۔ لوگ ہمیشہ ان پر سلام بھیجتے رہیں گے اور ان کی تعریفیں بیان کرتے رہیں گے۔ جو لوگ خلوص کے ساتھ ہماری عبادت اور اطاعت پر جم جاتے ہیں ہم بھی اسی طرح بعد والوں میں ان کا ذکر خیر ہمیشہ کے لیے باقی رکھتے ہیں۔ یقیناً حضرت نوح علیہ السلام ہمارے مومن بندوں میں سے تھے اسی لیے وہ ہمارے قبر سے محفوظ رہے۔ پھر اہل ایمان کے سوا ہم نے تمام نافرمانوں کو غرق کر دیا۔ (ابن کثیر ۴/۱۲)

حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ

۸۳-۸۴: وَإِنْ مِنْ شَيْعَتِهِ لَا بُرْهِيْمَ ۝ اِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ لِاٰيٰتِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝ اَيُّفَكَ اِلٰهَةٌ دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور اسی (نوح) کی راہ پر چلنے والوں میں سے ابراہیمؑ بھی تھے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لیکر آئے اور اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم اللہ کے سوا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو پھر رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

شَيْعَتِهِ: اس کے رفیق، اس کے گروہ۔ جَمْعُ اَشْبَاعٍ۔ عربی میں اس گروہ یا جماعت کو شیعہ کہتے ہیں جس کے افراد کے بنیادی نظریات اور طور طریق یکساں ہوں۔

۝ فُكَا: صریح جھوٹ، بہتان۔

تشریح: بلاشبہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام بھی حضرت نوح علیہ السلام کے دین اور ان کے طریقے پر تھے۔ انہوں نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح مکذبین کی ایذاؤں پر صبر کیا اور توحید الہی پر ثابت

و قائم رہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو غرق ہونے سے بچایا اسی طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلنے سے بچالیا۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین کے سامنے اس وقت کا حال بیان کیجئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دل کو اللہ کے سوا دوسروں کی محبت اور خیالات سے خالی کر کے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے، جو بت پرست تھے پوچھا کہ تم کس واہیات چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے اور باطل معبودوں کو پوجتے ہو اور ان کی پرستش میں لگے ہوئے ہو؟ پھر جو ساری کائنات کا رب اور حقیقی مالک و خالق ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تم نے جو اس کی عبادت کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک قرار دے رکھا ہے تو کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

یہاں قلب کو قلبِ سلیم کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اللہ کی کوئی عبادت اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک کہ عبادت کرنے والے کا دل غلط عقائد اور فاسد خیالات سے پاک نہ ہو، خواہ عبادت کرنے والے نے اس میں کتنی ہی محنت و مشقت اٹھائی ہو۔ اسی طرح اگر عبادت کرنے والے کا مقصد اللہ کی خوشنودی کی بجائے دکھاوایا کوئی مادی منفعت ہو تو وہ عبادت بھی قابل قبول نہیں۔ حضرت ابراہیم کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا ان سب باتوں سے پاک تھا۔ (معارف القرآن از مفتی محمد شفیع ۴۷/۸)

حضرت ابراہیمؑ کا حیلہ

٨٨-٩٨: فَظَرَّ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۖ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۝ فَرَأَاهُ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ۝ فَرَأَاهُ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۝ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ۝ قَالَ أَعْبُدُونَنِي مَا تَسْجُدُونَ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُيُوتًا فَأَلْقُوهُ فِي الْخِجْمِ ۝ فَرَادَوْا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۝

پھر اس (ابراہیم) نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی اور کہا کہ بیشک میں بیمار ہوں۔ پھر وہ سب اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر وہ ان بتوں کے پاس گئے اور

(ان کے سامنے رکھے ہوئے کھانے دیکھ کر) کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بولتے بھی نہیں۔ پھر دائیں ہاتھ سے ان کو مارنے (توڑنے) لگے۔ پھر وہ (بت پرست) دوڑتے ہوئے ان (ابراہیم) کے پاس آئے۔ ابراہیم نے کہا کہ کیا تم ان کو پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ابراہیم کے لیے ایک عمارت بناؤ اور اس کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ انہوں نے ابراہیم کے ساتھ ایک چال چلنا چاہی سو ہم نے انہی کو نچا دکھا دیا۔

سَقِيمٌ: بیمار۔ سَقُمٌ سے صفت مشبہ

رَاغٌ: وہ جاگھسا، وہ پوشیدہ طور سے گیا، وہ مارنے کے لیے ٹوٹ پڑا۔ رَوُغٌ سے ماضی۔

يَرْفُونَ: وہ گھبراتے ہیں، وہ دوڑتے ہیں۔ رَفٌ و رُفُوفٌ سے مضارع۔

تَنْحِتُونَ: تم تراشتے ہو۔ نَحَتٌ سے مضارع۔

كَيْدًا: خفیہ تدبیر، مکر، فریب، چال۔ مصدر واسم۔

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ بت پرست ہونے کے ساتھ ساتھ ستارہ

پرست بھی تھے۔ وہ کواکب کو حوادثِ عالم میں متصرف سمجھتے تھے اور ایک خاص دن میں تہوار منایا کرتے

تھے۔ جب وہ خاص دن آیا تو قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی جشن میں شرکت کی دعوت دی

کہ شاید وہ جشن میں ان کے ساتھ رہ کر ان کے دین سے متاثر ہو جائیں اور اپنے دین کی دعوت و تبلیغ

چھوڑ دیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارادہ کچھ اور تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جب قوم جشن میں چلی

جائے گی تو وہ ان کی عبادت گاہوں میں جا کر ان کے بتوں کو توڑ دیں گے۔ اس طرح جشن سے واپس

آ کر جب وہ اپنے معبودوں کی بے بسی کا عملی مشاہدہ کریں گے تو شاید ان میں سے بعض کے دلوں میں

ایمان پیدا ہو اور وہ شرک سے توبہ کر لیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے ساتھ جانے

سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ چونکہ ستارہ پرست تھے اس لیے حضرت ابراہیم نے پہلے نگاہ بھر کر ستاروں کو

دیکھا پھر کہا کہ میں بیمار ہوں۔ حضرت ابراہیم نے اپنی بیماری کے بارے میں بتاتے ہوئے ستاروں کی

طرف اس لیے دیکھا تھا تا کہ قوم والے یقین کر لیں کہ وہ اپنی بیماری کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے

ہیں وہ کوئی حیلہ نہیں بلکہ وہ صحیح بات ہے اور ستاروں کے چلن پر غور کر کے کہہ رہے ہیں۔ یہی طریقہ ان کے لیے زیادہ قابل اعتماد تھا۔ اسی لیے انہوں نے حضرت ابراہیم کی بات پر یقین کر کے ان کے ساتھ چلنے پر اصرار نہ کیا اور ان کو وہیں چھوڑ کر خود جشن میں چلے گئے۔ جشن میں جاتے وقت وہ بتوں کے سامنے کھانے کی اشیا رکھ گئے تاکہ وہ متبرک ہو جائیں۔

ان کے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت خانے میں داخل ہو گئے اور ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہو کر تمسخر کے طور پر کہنے لگے کہ یہ کھانے جو تمہارے سامنے رکھے ہیں تم ان کو کھاتے کیوں نہیں؟ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم بولتے بھی نہیں۔ پھر حضرت ابراہیم پوری قوت کے ساتھ بتوں کو توڑنے لگے یہاں تک کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ جب قوم کے لوگ جشن سے واپس آ کر بت خانے میں داخل ہوئے تو بتوں کا حشر دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ کام حضرت ابراہیم ہی کا ہے چنانچہ وہ فوراً غضبناک ہو کر دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم کے پاس آئے اور ان سے باز پرس کرنے لگے۔ حضرت ابراہیم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو۔ جو چیز تم اپنے ہاتھوں سے تراش کر بناتے ہو وہ معبود کیسے ہو سکتی ہے۔ پس جس طرح تمہاری ذات اللہ کی مخلوق ہے اسی طرح تمہارے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزیں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ قوم کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل کا کوئی جواب نہ دے سکے اور حیران و پریشان ہو کر کہنے لگے کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر اس کی دہکتی ہوئی آگ میں اس کو ڈال دو۔ غرض حضرت ابراہیم کی قوم نے ان کے ساتھ جو برائی کرنی چاہی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو اس میں ناکام و نامراد اور ذلیل و رسوا کیا اور اپنے غلیل کی مدد فرما کر ان کی برائی اور شرارت سے بچا لیا اور ان کی دہکائی آگ کو حضرت ابراہیم کے لیے باغ و بہار بنا دیا۔ واقعے کی مزید تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر سورہ انبیاء آیات ۵۱-۵۰۔

(معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۲۸-۲۲۹/۷، روح المعانی ۱۰۰/۱۲۶، ۲۳)

بیٹے کی قربانی کا حکم

۹۹-۱۰۵: وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ

قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تَوْمَرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَا بُرْهِيْمٌ ۝ وَنَادَيْنَاهُ
اَنْ يَّا بُرْهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقَتِ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ابراہیم نے کہا کہ میں تو اپنے رب کی طرف جاتا ہوں۔ وہی میری رہنمائی
کرے گا۔ اے میرے رب مجھے صالح اولاد عطا فرما، سو ہم نے اسے ایک
بردار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (لڑکا) ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم
کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم نے کہا کہ اے میرے بیٹے میں خواب میں
دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں سو بتا تیری کیا رائے ہے۔ اس نے
کہا کہ اے میرے باپ! آپ کو جو حکم ہوا ہے اسے بجالائیے۔ انشاء اللہ
آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے
سرتسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا تو ہم نے آواز دی
کہ اے ابراہیم یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بیشک ہم نیکی کرنے
والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

غُلَمَ: لڑکا، بچہ۔ جَمْعُ غُلَمَانٍ۔

تَلَا: اس نے اس کو لٹایا، اُس نے اس کو پچھاڑا۔ تَلَّ سے مضارع۔

تشریح: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح و سالم نکل آئے اور قوم میں سے ان کے
بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی بھی ایمان نہ لایا تو انہوں نے قوم سے مایوس ہو کر کہا کہ اب
میں اپنے رب کے حکم سے اس کفرستان سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں آزادی کے
ساتھ اپنے رب کی عبادت کر سکوں گا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت سارہ اور اپنے
بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کو لیکر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اس لیے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ایک
ایسا فرزند عطا فرما جو صالحین میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایک حلیم اور
بردار لڑکے کی بشارت دی۔ اور حضرت ہاجرہ کے لطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام ایسی عمر کو پہنچ گئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے لگے اور کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے تو ایک دن حضرت ابراہیم نے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں سو تیری کیا رائے ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خواب آپ کو متواتر تین روز تک دکھایا گیا۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب چونکہ وحی ہوتا ہے اس لیے اس کی تعمیل واجب ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم کی بات سن کر حضرت اسماعیل نے جواب میں کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے آپ اس کو بلا تاویل کر گزریے، میں بسر و چشم اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے تیار ہوں۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور باپ نے ذبح کرنے کے لیے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور حلق پر چھری پھیر دی تو اللہ تعالیٰ نے چھری کو ذبح کرنے سے روک دیا اور حضرت ابراہیم کو آواز دی کہ بلاشبہ تم نے خواب سچ کر دکھایا یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اس میں تم نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ جب کوئی شخص اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر کے اپنے جذبات کو قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو ہم اسے دنیوی تکلیف سے بھی بچا لیتے ہیں اور اس کو آخرت کا اجر و ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

(منظری ۱۲۵-۱۳۱/۸، روح المعانی ۱۲۷-۱۳۱/۲۳)

ذبح عظیم

۱۰۶-۱۱۳: إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَفَدَيْنَهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ۝
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَ
بَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَبُرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلَىٰ
إِسْحَاقَ ۝ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ۝

درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا اور ہم نے اس کے بدلے میں ایک بڑا ذبیحہ دے دیا اور ہم نے ان کے بعد آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا کہ ابراہیم پر سلام ہو، نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ

ہمارے مومن بندوں میں سے تھے اور ہم نے ان (ابراہیم) کو اسحاق کی بشارت دی جو نبی اور صالح لوگوں میں سے ہوگا۔ ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل فرمائیں اور ان دونوں کی اولاد میں بعض تو نیک بخت ہیں اور بعض اپنے اوپر صریح ظلم کرنے والے ہیں۔

تشریح: بیٹے کو ذبح کر دینے کا یہ حکم بلاشبہ کھلا ہوا اور صریح امتحان تھا اور ہم نے حضرت اسماعیل کے فدیہ میں حضرت ابراہیم کو قربانی کا ایک عظیم جانور عطا کیا روایات میں ہے کہ یہ آواز سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے، پھر حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے کی بجائے اس مینڈھے کو قربان کیا۔ اس قربانی کو عظیم اس لیے کہا گیا کہ یہ مینڈھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا تھا اور اس کے مقبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ ہم نے حضرت ابراہیم کا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا تا کہ بعد میں آنے والی امتیں ان کو ذکر خیر کے ساتھ یاد کرتی رہیں۔ سلام ہو ابراہیم پر کہ ہم اپنے نیک بندوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ ابراہیم ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ پھر اسماعیل کے بعد ہم نے ابراہیم کو ایک دوسرے فرزند اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوگا اور صالحین میں سے ہوگا۔ ہم نے ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر دین و دنیا کی برکتیں نازل کیں۔ پھر ان دونوں یعنی حضرت ابراہیم و اسحاق یا حضرت اسماعیل و اسحاق کی نسل میں نیک لوگ بھی ہوں گے اور بدکار بھی جو اپنے اوپر صریح ظلم کریں گے۔

حضرت موسیٰ و ہارونؑ پر اللہ کے انعام

۱۱۲-۱۲۲: وَ لَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَ هَارُونَ ۖ وَ نَجَّيْنَاهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۚ وَ نَصَرْنَاهُمْ فَاَنْتَوُا هُمُ الْغَالِبِينَ ۚ وَ اَتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ۚ وَ هَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۚ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرَيْنِ ۚ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَ هَارُونَ ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۚ اِنَّهٗمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۚ

یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بڑا احسان کیا کہ انہیں اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی اور ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب رہے۔ ہم

نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ان کو سیدھے راستے پر قائم رکھا۔ ہم نے ان دونوں کے بعد آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

الکُرب: کرب بختی، غم۔ جمع کُروِبٌ۔

المُسْتَبِينَ: بیان کرنے والی، واضح ہدایت والی، روشن۔ اِسْتَبَانَةٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ و ہارون کو نبوت و رسالت کے علاوہ کمالات ظاہرہ اور باطنیہ سے سرفراز فرمایا۔ ان دونوں اور ان کی قوم یعنی بنی اسرائیل کو نہ صرف فرعون کی غلامی اور اس کے ظلم و ستم سے نجات دی بلکہ ان کو دشمن پر غلبہ دیا اور قوم فرعون کو غرق کر کے بنی اسرائیل کو ان کے اموال و املاک کا وارث بنا دیا۔ پھر دونوں کو ایک واضح اور روشن کتاب یعنی تورات دی جس میں احکام الہی صاف صاف اور واضح طور پر بیان کئے گئے تھے دونوں کو سیدھا راستہ دکھایا جو منزل مقصود تک پہنچانے والا تھا اور ان کے بعد میں آنیوالی قوموں میں ان کا ذکر خیر قائم رکھا۔ سلام ہو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر۔ بلاشبہ ہم اپنے نیک بندوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں کہ ان کو تعریف و تحسین کا مستحق بنادیتے ہیں۔ یقیناً یہ دونوں ہمارے خاص الخاص مومن بندوں میں سے تھے۔

حضرت الیاس کا واقعہ

۱۳۳-۱۳۲: وَإِنَّ إِلْيَاسَ مِّنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۚ
أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۖ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَ
رَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۚ فَكَذَّبُوهُ فَأَنَّهُم لَمُحْضَرُونَ ۖ إِلَّا عِبَادَ
اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۖ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۖ سَلَامٌ عَلَى
إِلْ يَاسِينَ ۖ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۖ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا
الْمُؤْمِنِينَ ۖ

بیشک الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ

کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔ کیا تم بعل (ایک بت کا نام) کو پکارتے ہو۔ اور سب سے بہتر خالق اللہ کو چھوڑے بیٹھے ہو جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔ سو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ پس (قیامت کے دن) وہ (عذاب میں) پکڑے ہوئے آئیں گے سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے اور ہم نے الیاس کا (ذکر خیر) پچھلوں میں بھی باقی رکھا کہ الیاس پر سلام ہو۔ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

تشریح: جمہور علما کے نزدیک حضرت الیاس علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ حضرت موسیٰ کے بعد اور حضرت ذکریا اور یحییٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں۔ بلاشبہ حضرت الیاس علیہ السلام بھی رسولوں میں سے تھے جن کو ہم نے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا جو بعل نامی بت کو پوجتے تھے۔ حضرت الیاس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے کہ بہترین خالق و مالک کو چھوڑ کر بعل بت کو پوجتے ہو اور اس سے اپنی حاجتیں مانگتے ہو حالانکہ وہ بالکل بے حس و حرکت اور بے جان چیز ہے۔ حقیقی خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے آباد اجداد کا بھی رب ہے۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ان لوگوں نے حضرت الیاس علیہ السلام کی تکذیب کی اس لیے قیامت کے روز ان کو پکڑ کر عذاب جہنم کے لیے حاضر کیا جائے گا سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے جو توحید پر قائم تھے ان مخلص بندوں کو سوار یوں پر سوار کر کے اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہم نے ان کے بعد آنے والی قوموں میں بھی ان کا ذکر خیر قائم رکھا۔ سلام ہو الیاس پر۔ بلاشبہ ہم اپنے نیک بندوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً حضرت الیاس ہمارے خاص الخاص مومن بندوں میں سے تھے۔ الیاسین بھی حضرت الیاس ہی کا نام ہے۔

حضرت لوط کا واقعہ

وَإِنَّ لُوطًا لِّمَنِ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۖ
إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ۖ ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِيزِينَ ۖ وَانْكَمَّ لَتَّعُرُونَ
عَلَيْهِمْ مَّصْبِحِينَ ۖ وَيَا لَيْلٌ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۖ

پیشک لوط بھی رسولوں میں سے تھے۔ ہم نے انہیں اور ان کے تمام متعلقین کو نجات دی سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا (اے مشرکین مکہ) پیشک تم تو (شام جاتے ہوئے) صبح کے وقت ان کی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہو اور رات کو بھی۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

عَجُوزًا: بڑھیا۔ جَعَّ عَجَائِزٌ وَ عَجُزٌ۔

عَجُوزٌ: پیچھے رہنے والے، باقی رہنے والے، تباہ ہونے والے۔ عَجُزٌ وَ عَجُوزٌ سے اسم فاعل۔

ذَمْرُنَا: ہم نے تباہ کر ڈالا، ہم نے اکھاڑ ڈالا۔ قَدْ مَيِّرُ سے ماضی۔

تشریح: حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبر بنا کر اہل سدوم کی طرف بھیجا تھا جو بت پرست تھے اور بد فعلیوں اور بے حیائیوں میں مبتلا تھے۔ جب قوم نے حضرت لوط کو جھٹلایا تو ان پر بھی اللہ کا عذاب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کے گھر والوں سمیت عذاب سے بچا لیا سوائے ایک بڑھیا کے جو ان کی بیوی تھی اور قوم کے لوگوں کے ساتھ پیچھے رہ گئی تھی۔ یہ بڑھیا بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی۔

اے اہل مکہ! یہ واقعہ تمہارے لیے خاص طور پر مقام عبرت ہے، کیونکہ تم تجارت کے لیے شام جاتے رہتے ہو اور سدوم کی بستی سر راہ واقع ہے اس لیے تم دن رات وہاں سے گزرتے ہوئے ان کی بستیوں کے کھنڈرات اور تباہی و بربادی کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ کیا تمہیں ذرا بھی عقل اور سمجھ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی کوئی ایسا ہی عذاب آجائے۔

حضرت یونسؑ کا واقعہ

وَإِنْ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۸﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿۱۳۹﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۴۰﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۴۱﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۴۲﴾ لَلَبَثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴۳﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۴۴﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِينَ ﴿۱۴۵﴾ وَارْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ آلَافٍ أَوْ يُزِيدُونَ ﴿۱۴۶﴾ فَأَمْنُوا فَمَنْعَهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۴۷﴾

تحقیق یونس بھی نبیوں میں سے تھے جب وہ بھاگ کر اس بھری کشتی پر پہنچے اور قرعہ ڈالا تو یہی خطا وار ٹھہرے۔ پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے۔ پھر ہم نے اسے ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھے اور ہم نے ان پر ایک نیل دار درخت اگا دیا۔ ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا تھا پھر وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک خاص وقت تک فائدہ اٹھانے دیا۔

أَبَقَ : وہ بھاگا۔ اَبَاقَ سے ماضی۔

فُلُكَ : کشتی، جہاز۔ مذکر مؤنث، واحد جمع سب کے لیے آتا ہے۔

مَشْحُونٌ : بھرا ہوا۔ شَحْنٌ سے اسم مفعول۔

سَاهَمَ : اس نے قرعہ ڈالا۔ مُسَاهِمَةٌ سے ماضی۔

مَذْخَصِينَ : خطا وار، شکست خوردہ۔ اِذْخَاصٌ سے اسم مفعول۔

الْتَقَمَهُ : اس نے اس کا لقمہ کر لیا، اس نے اس کو نگل لیا۔ اِلْتِقَامٌ سے ماضی

الْحَوْتُ : مچھلی۔ جَمَعَ حَيْتَانِ۔

مَلِيمٌ : قابل ملامت، قابل مذمت۔ اِلَامَةٌ سے اسم فاعل۔

نَبَذَهُ : ہم نے اس کو پس پشت ڈال دیا، ہم نے اس کو پھینک دیا۔ نَبَذَ سے ماضی۔

عَرَاءَ : چٹیل میدان، بغیر گھاس کی زمین۔ جَمَعَ اَعْرَاءَ۔

يَقْطَعِينَ : کدو کا پودا، نیل دار پودا۔ اسم جنس ہے۔

تشریح : حضرت یونس علیہ السلام بھی یقیناً پیغمبروں میں سے تھے۔ وہ اپنی قوم کی ایذا پر صبر نہ کر سکے

اور قوم کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا

تھا۔ جب قوم کے لوگ ایمان نہ لائے اور اپنے کفر و تکذیب پر ڈٹے رہے تو حضرت یونس سمجھ گئے کہ

ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو ان سے پہلے سرکشوں اور نافرمانوں کا ہوا۔ ان کا خیال تھا کہ بہت جلد

عذاب آنے والا ہے اس لیے وہ وحی کا انتظار کئے بغیر اور اللہ کا حکم آنے سے پہلے ہی اپنی قوم کے

درمیان سے نکل کر دریا کے کنارے پہنچ گئے اور ایک کشتی پر سوار ہو گئے جو لوگوں اور سامان سے بھری

هوى تهى - ان كى سوار هونى كى بىء كشتى كچھ ءور جا كر رك گنى اور كسى طرء نى چلتى تهى - بظا هر كنى كا كوئى سبب بهى نى تها - ملاءون نى آپنى عقىءى كى مطابق كها كى كشتى مىں آپنى آقا سى بها كا هوا كوئى غلام هى اس لى كشتى نىس چلتى - پھر ملاءون نى تىن مرتبه قرءى ءال - تىنوں مرتبه قرءى مىں حضرت يونس كا نام نكلا - يء ءيكه كر حضرت يونس نى ءوءى آپنى آف كو ءور يا مىں ءال ءىا - اسى وقت الله كى ءكم سى اىك مچھلى نى ان كو نكل كر آپنى پىء مىں محفوظ كر لىا - اس وقت حضرت يونس ؁ الله كى ءكم كى بغير بسى سى نكلنى پراپنى آف كو ملامت كر رهى تهى -

اكر حضرت يونس علىه السلام الله كى تسبىء كرنى والوں مىں سى نى هوتى توقىامت تك مچھلى كى پىء مىں زءءه پڑى رهى اور ان كو وهاں سى نكلنا نصىب نى هوتا - لىكن تسبىء كى بركت سى ان كو ءلء رهاى مل گنى - پھر الله تعالى نى مچھلى كو ءكم ءىا كى وه حضرت يونس كو اىك چشمل مىءان مىں اكل ءىء ؁ مچھلى كى پىء مىں مناسب غذا اور هوا نى ملنى كى وء سى اس وقت وه مضمل اور نهاىء كمزور تهى ءىسى ءبى بال و پر كا ءوزى هوتا هى - پھر سائى كى لىء هم نى ان پراىك بىل ءار ءرءء اكا ءىا تا كى ان كا ءسم مكهىوں و بفرى سى محفوظ رهى - پھر ءب حضرت يونس صءء منء اور ءوانا هو گىءى ءو هم نى ان كو پىغمبر بنا كر اىك لاكه يا اس سى زىاءه آءمىوں كى پاس بهاا - ءب وه اپنى قوم كى پاس پنىءىءى ءو سب لوگ ان پراىمان لى آئى - ءب تك وه زءءه رهى ان پركوئى عذاب نىس آىا - (مظهرى ۱۳۳ - ۱۳۶ / ۸) مزىء تفصىل كى لىء سورة يونس آىء ۹۸ كى تفسىر ءىكھىء -

مشركىن كى ءهالت اور بىوقوفى

۱۳۹ - ۱۶۰ : فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّيَاسُ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ۝ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلَكَةَ اِنَاثًا وَهُمْ شُهُدُونَ ۝ اَلَا اِنَّهُمْ مِّنْ اَفْكِهَمْ لَيَقُولُونَ ۝ وَلَءَ اللهُ وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ اصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ ۝ فَاْتُوا بِكُتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَءَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسْبًا ۝ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝ سُبْحٰنَ اللهِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلِصِيْنَ ۝

سو آپ ذرا ان سے پوچھئے کہ آپ کے رب کی تو بیٹیاں ہوں اور ان کے بیٹے
یا یہ اس وقت موجود تھے جب ہم نے فرشتوں کو مونث پیدا کیا۔ آگاہ رہو!
بیشک یہ لوگ بہتان باندھ کر کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ یقیناً یہ لوگ
جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ نے (اپنے لیے) بیٹوں کی بجائے بیٹیاں پسند کر لیں۔
تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟ یا
تمہارے پاس کوئی صریح دلیل ہے۔ پس اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ۔
ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ داری ٹھہرائی ہے حالانکہ
جنوں کو معلوم ہے کہ وہ (اللہ کے سامنے) حاضر کئے جائیں گے۔ جو کچھ یہ
بیان کر رہے ہیں اللہ اس سے پاک ہے مگر جو اللہ کے خلص بندے ہیں۔

أَصْطَفَىٰ : کیا (اللہ تعالیٰ نے) پسند کر لیا ہے۔ (اصطفاء سے ماضی۔

سُلْطٰنٌ : اقتدار، قوت، دلیل، غلبہ۔ جمع سلاطین۔

يَصِفُونَ : وہ بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں۔ وَصَفٌ سے مضارع۔

تشریح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی جہالت اور بیوقوفی بیان فرمائی ہے کہ یہ لوگ اپنے
لیے تو لڑکے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں۔ اگر ان کے لڑکی پیدا
ہو جائے تو ان کے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں، لوگوں کے سامنے آنے سے کتراتے ہیں اور لڑکی کو زندہ
درگور کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے ہیں۔ ان کی جہالت کی انتہا
نہیں۔ اول تو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرنا ہی بڑی گستاخی ہے پھر اولاد بھی نہایت کمزور۔ چنانچہ
ارشاد فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکوں سے جو قسم قسم کے باطل عقائد اور مہمل خیالات
میں مبتلا ہیں، پوچھئے کہ یہ کیسی تقسیم ہے کہ تمہارے لیے تو لڑکے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں
ہوں۔ یہ لوگ فرشتوں کو لڑکیاں کس بنا پر کہتے ہیں؟ کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے اور دیکھ
رہے تھے کہ انہیں مونث بنایا گیا ہے۔

خوب سن لو! بلاشبہ یہ لوگ اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر ایسا کہہ رہے ہیں کہ نعوذ باللہ اللہ
کے اولاد ہے۔ یقیناً یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں اور ان کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیا اللہ نے بیٹوں کے
مقابلے میں بیٹیاں پسند کیں۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسی بات کہتے ہو؟ کیا تمہیں ذرا بھی خیال نہیں کہ

تم کیا کہہ رہے ہو۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو اور اس عقیدے کے بارے میں تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے تو تم اپنی وہ کتاب پیش کرو جو اللہ نے اتاری ہو اور جس میں لکھا ہوا ہو کہ فرشتے مؤمنان ہیں اور اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

ان لوگوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ اور جنات میں بھی رشتہ داری قائم کر دی، حالانکہ جنات خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ان کا کوئی رشتہ نانا نہیں۔ وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اور قیامت کے روز حساب و کتاب کے لیے دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ کے روبرو پکڑے ہوئے آئیں گے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے اور کوئی اس پکڑ و پھکڑ سے محفوظ نہیں ہوگا۔ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ سو وہاں رشتہ نانا نہیں بلکہ صرف بندگی اور اخلاص کام آئے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے جو یہ مشرکین اس کے بارے میں افتراء باندھتے ہیں۔ (ابن کثیر: ۲۲، ۲۳، ۲۴، مظهری: ۱۴۶-۱۴۸/۸)

ہدایت و گمراہی کا اختیار

۱۶۱-۱۷۰: فَإِذَا كُفِرْتُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۖ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفِتْنَيْنِ ۖ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالٍ الْجَحِيمِ ۖ وَمَا مَنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ۖ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ۖ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ۖ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُنَّ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۖ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۖ فَكْفَرُوا بِهِ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۖ

سو تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ (اللہ کے خلاف) کسی کو بھی نہیں بہکا سکتے سوائے اس کے جو جہنم میں داخل ہونے والا ہے اور (فرشتے کہتے ہیں کہ) ہم میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے اور ہم تو (اللہ کی بندگی میں) صف بستہ رہتے ہیں اور اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ یہ (مشرکین) تو کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے سامنے اگلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی تو ہم بھی اللہ کے مخلص بندے ہوتے۔ پھر یہ لوگ اس (قرآن) کا انکار کرنے لگے، سو بہت جلد ان کو (انکار کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے فرمایا کہ تم اور جن باطل معبودوں کو تم پوجتے ہو سب مل کر بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے برگشتہ اور کفر و شرک پر آمادہ نہیں کر سکتے، سوائے ان کے جن کو اللہ نے پیدا ہی جہنم کے لیے کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ فرشتے خود کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک جگہ اور حد مقرر ہے اور عبادت مخصوص ہے۔ ہم نہ اپنے مقام سے آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ ہم اپنی مخصوص عبادت میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ جس کام کے لیے ہمیں مقرر کیا گیا ہے ہم اس میں ذرا بھی رد و بدل نہیں کر سکتے۔ ہم سب صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ کوئی اس کی بندگی کے لیے کھڑا ہے تو کوئی اس کے حکم کے انتظار میں۔ ہم ہر وقت اس کی تسبیح و تحمید، پاکی و بزرگی اور بڑائی بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ہم سب اس کے محتاج اور اس کے سامنے اپنی پستی و عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

کفار مکہ آپ کی بعثت سے پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کی طرح کوئی کتاب ہوتی تو ہم بھی اس سے نصیحت حاصل کر کے اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔ پھر جب ان کے پاس نصیحت کے لیے اللہ کی کتاب آگئی تو اس کا انکار کرنے لگ گئے اور اپنے سابقہ قول و قرار سے منحرف ہو گئے۔ اب بہت جلد ان کو اس انکار کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

عذاب الہی میں عجلت کا مطالبہ

۱۸۲-۱۷۱: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۚ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۚ وَإِنْ جُنَدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۚ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۚ وَأَبْصَرَهُمْ ۚ فَسَوْفَ يُبْصَرُونَ ۚ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۚ فَإِذَا أَنْزَلْ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۚ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۚ وَأَبْصَرَهُمْ فَسَوْفَ يُبْصَرُونَ ۚ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۚ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ

البتہ ہمارے رسولوں کے حق میں ہمارا حکم پہلے (صادر) ہو چکا کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی اور ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔ آپ کچھ عرصے کے لیے ان سے منہ موڑ لیجئے اور ان کو دیکھتے رہئے۔ سو بہت جلد یہ بھی (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں سو جب ہمارا

عذاب ان کے سامنے آئے گا تو جن لوگوں کو ڈرایا جا چکا ہے ان کے لیے وہ بہت ہی بری صبح ہوگی اور آپ کچھ عرصے تک ان کا خیال چھوڑ دیجئے اور آپ دیکھتے رہئے سو وہ بھی بہت جلد (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔ آپ کا رب، بڑی عزت والا رب، ان تمام باتوں سے پاک ہے جو یہ (مشرکین) بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہے اور تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

سَبَقَتْ : وہ سبقت کر چکی، وہ پہلے ہو چکی۔ سَبَقْتُ سے ماضی۔

سَاحَتِهِمْ : ان کا آگن، ان کی کشادہ جگہ، ان کا میدان، ان کے سامنے۔

سَاءَ : وہ برا ہے۔ سَوَّءٌ سے ماضی۔ فعل ذم ہے۔

تشریح : ہم یہ بات پہلے ہی طے کر چکے ہیں کہ بلاشبہ ہمارے رسولوں اور ان کی اتباع کرنے والوں ہی کا انجام بہتر ہوگا وہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران رہیں گے اور اللہ کا لشکر ہی دشمنوں پر غالب رہے گا۔ یہاں اللہ کے لشکر سے انبیاء مرسلین کی اتباع کرنے والے اور اہل حق مراد ہیں۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایک مقررہ وقت تک صبر و استقامت کے ساتھ ان کا معاملہ دیکھتے رہئے اور جو کچھ یہ کہتے اور کرتے ہیں ان کو کرنے دیجئے پھر ہم آپ کو ان سب پر غالب کر دیں گے۔ یہ لوگ خود بھی بہت جلد اپنی ذلت و خواری کو دیکھ لیں گے اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ کس طرح اسلام کو کفر پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ کیا یہ لوگ تمسخر کے طور پر ہمارے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں اور دلیری و بے باکی سے کہتے ہیں کہ وہ عذاب کب آئے گا۔ خوب سمجھ لو کہ جب وہ عذاب ان کے صحنوں اور میدانوں میں اترے گا تو وہ دن ان پر بہت ہی بھاری ہوگا، جن کو اس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا اور وہ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایک مقررہ وقت تک صبر و استقامت کے ساتھ ان سے اعراض کرتے رہئے اور دیکھتے رہئے کہ کس طرح اللہ کی مدد آتی ہے پھر یہ لوگ بھی اپنا انجام بد دیکھ لیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک اور بری ہے جو یہ مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں مثلاً اولاد، باطل معبود اور فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں قرار دینا وغیرہ۔ وہ بڑی عزت و عظمت والا ہے اور ان مفتریوں کی بہتان تراشی سے پاک و منزہ ہے اور ان تمام پیغمبروں پر سلام ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات بیان کی ہیں۔ تمام حمد و ثنا اور تعریف و توصیف اسی رب العالمین کے لیے سزاوار ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ ص

وجہ تسمیہ: اس سورت کی ابتدا حروف تہجی کے چودھویں حرف ”ص“ سے ہوئی ہے۔ یہی اس سورت کا نام ہے۔ بعض مفسرین نے اس کا نام سورۃ داؤد بھی بیان کیا ہے کیونکہ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خاص عظمت و اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

تعارف: اس میں پانچ رکوع ۸۸ آیات ۷۸۲ کلمات اور ۳۰۹۹ حروف ہیں۔ قرطبی کے مطابق یہ سورۃ بالاتفاق مکہ ہے۔ ابن عباس وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کا آغاز قرآن کی حقانیت اور عظمت شان سے ہوا ہے جو آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ گزشتہ سورت کی طرح اس میں بھی سابقہ انبیاء حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہم السلام کے بعض احوال کا بیان ہے۔ (مواہب الرحمن ۱۲۰، ۱۲۱/۲۳)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: گزشتہ قوموں کی ہلاکت کا سبب اور مشرکین کی طرف سے بہت سے خداؤں کی بجائے ایک خدا ہونے پر اظہار تعجب اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اعتراض کا بیان ہے۔
- رکوع ۲: حضرت داؤد علیہ السلام کے احوال اور خلافت کا بیان ہے۔
- رکوع ۳: شروع میں تخلیق کائنات کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ پھر جہاد کے لیے پالے ہوئے گھوڑوں کا حال اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش مذکور ہے۔
- رکوع ۴: حضرت ایوب کا واقعہ اور ابراہیم و ائحق و یعقوب علیہم السلام کا تذکرہ ہے۔ پھر آخرت میں پرہیزگاروں کے انعام اور سرکشوں کے انجام کا بیان ہے۔
- رکوع ۵: ابتدا میں اعلان توحید و رسالت ہے۔ پھر تخلیق آدم اور ابلیس پر لعنت کا بیان ہے۔

حروف مقطعات

ص: بعض علما کے نزدیک یہ قسم ہے اور بعض نے اس کو سورت کا نام قرار دیا۔
صحیح یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ اس کے معنی و مراد اللہ اور اس کا
رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

سابقہ قوموں کی ہلاکت کی وجہ

۱-۳ ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ
كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوا وَآلَاتٍ حِينَ مَنَاصٍ
قسم ہے نصیحت کرنے والے قرآن کی۔ یہ کفار تو تکبر اور ضد میں پڑے
ہوئے ہیں۔ ہم ان سے پہلے بھی بہت سی امتوں کو (ان کے کفر کے سبب)
ہلاک کر چکے ہیں۔ سوانہوں نے (عذاب کے وقت) بہت چیخ و پکار کی لیکن
وہ وقت چمٹکارے کا نہ تھا۔

شِقَاق: مخالفت، ضد، مشقت میں ڈالنا۔

مَنَاصٍ: بھاگنا، پناہ لینا۔ نَوْصٌ سے مصدر میسی۔

شان نزول: احمد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ جب ابو
طالب بیمار ہوئے تو قریش کے لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی
تشریف لے آئے۔ لوگوں نے ابوطالب سے آپ کی شکایت کی تو ابوطالب نے آپ کو مخاطب کر کے
کہا کہ میرے بھتیجے آپ قوم والوں سے کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان سے صرف ایک
بات کا اقرار چاہتا ہوں جس سے سارے عرب ان کے تابع ہو جائیں گے اور عجمی بھی ان کو جزیہ ادا
کریں گے۔ ابوطالب نے کہا کہ وہ بات کیا ہے آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ۔ قریش کہنے لگے کہ اس
نے سب معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

تشریح: قسم ہے اس قرآن کی جو بڑی عزت و عظمت اور عبرت و نصیحت والا ہے۔ اس سے وہی
لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے دل میں ایمان ہے۔ کافرا اپنے تکبر، بغض و عناد اور سرکشی کی بنا پر اس

کے فائدے سے محروم ہیں۔ اہل مکہ کو چاہئے کہ وہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے منکرین کے انجام پر نظر ڈالیں، اور اپنے انجام کی فکر کریں۔ سابقہ قومیں قوت و شوکت میں ان سے بہت زیادہ تھیں، ہم نے ان کو اسی جرم میں تہہ وبالا کیا تھا۔ جب ان پر عذاب الہی آیا تو چیخ اٹھے، خوب روئے پیٹے، گڑ گزائے اور آہ و زاری کی کہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچ جائے مگر سب بے سود رہا، کیونکہ عذاب سے نجات کا وقت نکل چکا تھا۔ اب ان کے لیے نہ کوئی جائے پناہ تھی اور نہ فرار کا مقام۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ﴿١٦﴾

پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کر لیا (آتا دیکھا) تو اس (بستی) سے بھاگنے لگے۔ (حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ انبیاء اور مومنین کا مذاق اڑاتے تھے)۔ (انبیاء: ۱۶)

کفار کا تعجب و اعتراض

وَعَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سِحْرٌ
كَذَّابٌ ۖ أَجْعَلُ الْإِلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ
وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنْ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ إِنَّ هَذَا
لَشَيْءٌ يُرَادُ ۖ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَذَا
إِلَّا اخْتِلَافٌ ۖ

کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور وہ کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر (اور) جھوٹا ہے۔ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنادیا۔ یقیناً یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے اور ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلائے کہ یہاں سے چلا اور اپنے معبودوں پر جیسے رہو۔ بیشک اس بات میں آپ کی کوئی غرض ہے۔ ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ یہ تو محض گھڑی ہوئی (بات) ہے۔

انْطَلَقَ: وہ چل کھڑا ہوا۔ انْطَلَقَ سے ماضی۔

مَلَأَ: سرداروں کی جماعت۔

یُرَادُ: اس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اِرَادَۃً سے مضارع مجہول۔

اِخْتِلَافٌ: اپنی طرف سے گھڑ لینا، بہتان۔ مصدر ہے۔

تشریح: مشرکین مکہ کو اس بات پر تعجب ہے کہ ان کے پاس انہی میں سے ان جیسا ایک خبردار کرنے والا (پیغمبر) آگیا حالانکہ وہ پیغمبر ان کا خوب جانا پہچانا تھا۔ اس کے باوجود وہ کہنے لگے کہ یہ تو (نعوذ باللہ) جادوگر اور نبوت کے دعوے میں بڑا ہی جھوٹا ہے۔ اس کے معجزے تو جادو کے کرشمے ہیں۔ وہ شخص کیسے سچا ہو سکتا ہے جس نے بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا۔ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے کہ اتنی بڑی کائنات کا انتظام ایک ہی خدا چلائے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے یہ کہا کہ تم لا الہ الا اللہ کہہ دو تو عرب کے حاکم بن جاؤ گے اور عجمی بھی تمہارے فرماں بردار ہو جائیں گے، تو ان کے سردار متکبرانہ انداز میں یہ کہتے ہوئے ابوطالب کے پاس سے اٹھ کر چل دیئے کہ اپنے معبودوں پر مضبوطی سے جمے رہو۔ ان کی بات نہ مانو اور اپنے معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اس قدر عزم و استقلال سے ہمارے معبودوں کے خلاف جہاد میں لگے ہوئے ہیں ضرور اس میں ان کی کوئی غرض ہے اور وہ یہ کہ اس طرح وہ ایک خدا کا نام لیکر ہم سب کو اپنا محکوم بنالیں اور دنیا کی حکومت حاصل کر لیں سو ان کو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دو۔ ہم نے یہ توحید کی بات تو پہلے کسی ملت میں بھی نہیں سنی۔ نصاریٰ بھی تو تین خدائیں مانتے ہیں۔ مجوس اور آتش پرست دو خدائیں داں اور اہرمن کے قائل ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد اور تمام قبائل قریش بہت سے خداؤں کے قائل تھے۔ پھر اس شخص نے کہاں سے یہ بات نکال لی کہ خدا ایک ہی ہے۔ ہونہ ہو یہ تو اس شخص کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ (عثمانی ۴۳۱، ۴۳۲، ۲/مواہب الرحمن ۱۲۴، ۱۲۵/۲۳)

آپ کی رسالت پر مشرکین کا اعتراض

۸-۱۱: اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي ۚ
بَلْ لَّمَّا يَذُوقُوا عَذَابٍ ۚ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ
الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۚ اَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ
فَلْيَرْتَقُوا فِي الْاَسْبَابِ ۚ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۚ

کیا ہم میں سے ان ہی پر نصیحت (کلام الہی) نازل کی گئی بلکہ یہ لوگ تو میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے (ابھی تک) میرا عذاب چکھا ہی نہیں۔ کیا ان کے پاس آپ کے زبردست فیاض رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟ کیا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس پر ان کی حکومت ہے۔ پس ان کو چاہئے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جائیں۔ اس مقام پر یہ بھی گروہوں میں سے ایک شکست خوردہ لشکر ہے۔

يَرْتَقُوا : وہ چڑھتا ہے۔ اَرْتَقَاء سے مضارع۔

اَسْبَاب : سیڑھیاں، رسیاں، راستے۔ واحد سَبَب۔

مَهْزُومٌ : شکست خوردہ، بھاگا ہوا۔ مَهْزُومٌ سے اسم مفعول۔

تشریح : یہ شخص نہ ہمارا بزرگ اور شیخ ہے اور نہ مال و عزت میں ہم سے بڑھ کر ہے۔ کیا نزول قرآن کے لیے اللہ تعالیٰ کو سارے ملک میں کوئی بڑا رئیس، کوئی سردار یا کوئی مالدار نہیں مل رہا تھا کہ سب کو چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرِيبَتَيْنِ عَظِيمَةٍ
أَهُمَّ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ
بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۳۱﴾

وہ کہنے لگے کہ یہ قرآن دو بڑے شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں (یہ تو اس قدر محتاج ہیں کہ) دنیا میں بھی ان کی روزیاں اور درجے ہم ہی تقسیم کرتے ہیں۔ اور آپ کے رب کی رحمت اس (دولت) سے بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیں۔ (الزخرف: ۳۱، ۳۲)

پھر فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا، اسی لیے یہ لوگ

میری وحی کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہیں۔ قیامت کے روز جب ان کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو اس وقت یہ اپنی سرکشی کا مزہ پائیں گے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ان لوگوں کے قبضے میں ہیں۔ اللہ تو بڑا غالب، زبردست اور خوب عطا کرنے والا ہے۔ یہ لوگ تو محض بے بس، لاچار اور سراسر مجبور ہیں۔ یہ اللہ کی رحمت اور انعام کو نہیں روک سکتے۔ اللہ ہی اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ عزت و ذلت اسی کے اختیار میں ہے، ہدایت و گمراہی اسی کی طرف سے ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت و رسالت سے سرفراز کرتا ہے اور جس کے دل پر چاہتا ہے مہر لگا دیتا ہے۔

کیا زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں پر ان کا اختیار ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان کو چاہیے کہ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں، عرش تک پہنچ کر اس پر بیٹھ جائیں اور وہاں سے کائنات کا نظام چلائیں اور جس کو چاہیں نبوت و رسالت عطا کریں، لیکن ایسا ہونا محال ہے۔ یہ لوگ آسمان و زمین کی حکومت اور وہاں کے خزانوں کے مالک تو کیا ہوتے بلکہ یہ تو شکست خوردہ لشکروں میں سے ایک شکست خوردہ گروہ ہے۔ یہ اللہ کے رسول کا کیا مقابلہ کریں گے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور کافروں کو تہدید ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے دوسرے سال ہی ان کافروں کا ایک عظیم لشکر بری طرح شکست کھا کر بھاگا۔ ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو الہتیری، زمعہ بن الاسود اور امیہ بن خلف جیسے نامور سردار و سپہ سالار مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے۔ (مواہب الرحمن ۱۲۵، ۱۲۶، ۲۳، عثمانی ۲/۴۴۳)۔

عاد و ثمود اور فرعون وغیرہ کا حال

۱۲-۱۶: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۝ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لَيْكَةِ أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ ۝ إِنَّ كُلًّا إِلَّا كَذَبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابٌ ۖ وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝

ان سے پہلے بھی قوم نوح و عاد اور میمون والے فرعون نے تکذیب کی تھی اور

قوم ثمود و لوط اور ایک کے رہنے والوں نے بھی (تکذیب کی تھی)۔ وہ بڑے بڑے گروہ تھے۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے رسولوں کی تکذیب نہ کی ہو۔ پھر (ان پر) میرا عذاب واقع ہو گیا اور یہ لوگ بس ایک چیخ کے منتظر ہیں جس میں کوئی وقفہ نہ ہو گا اور یہ لوگ (تمسخر کے طور پر) کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہمارا حصہ روز حساب سے پہلے ہمیں یہیں دیدے۔

اَوْتَادٌ : میخیں، کھونٹیاں۔ واحد وَتْدٌ۔

اَيْكَةُ : گھنا جنگل، درختوں کا ٹھنڈ، بن، حضرت شعیب کی قوم اور مدین بستی کے اطراف کے باشندے مراد ہیں۔

فَوَاقٍ : مہلت، ڈھیل، گنجائش۔

قَطْنَا : ہمارا اعمال نامہ، ہمارا حصہ۔ جمع قَطُوطٌ۔

تشریح : ان مشرکین مکہ سے پہلے قوم نوح، قوم ہود اور فرعون نے جس کی سلطنت کی میخیں گڑ گئی تھیں اور قوم صالح و لوط اور ایک والوں نے اپنے اپنے زمانے کے نبیوں کی تکذیب کی تھی۔ ان میں سے کوئی جماعت بھی ایسی نہ تھی جس نے پیغمبروں کو بھڑھلایا ہو۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کا سخت ترین عذاب واقع ہوا۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو مال و اولاد، قوت و طاقت، زور و زر میں ان مشرکین مکہ سے بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ لیکن اللہ کا عذاب آنے کے بعد کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی۔ چاہے تو یہ تھا کہ اہل مکہ ان طاقتور قوموں کے عبرتناک انجام سے نصیحت حاصل کرتے اور اپنی سرکشی سے باز آ جاتے، مگر یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں اور ایک چیخ یعنی صور پھونکنے جانے کے منتظر ہیں، جو ایک ہی لمحے میں ان سب کو ہلاک و تباہ کر ڈالے گا۔ ان کی جہالت اور دلیری یہاں تک پہنچ گئی کہ قیامت کے عذاب سے ڈرنا تو درکنار یہ تو قیامت سے پہلے ہی جہنم میں سے اپنے عذاب کا حصہ مانگتے ہیں، اور تمسخر کے طور پر کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس عذاب آخرت سے ہمیں ڈراتے ہیں وہ ہمیں دنیا ہی میں دیدے۔ ظاہر ہے یہ گستاخی اور تمسخر اسی وقت تک ہے جب تک عذاب الہی نازل نہیں ہوتا۔ جب عذاب الہی آئے گا تو ان کو ایک لمحے کی بھی مہلت نہ ملے گی۔

حضرت داؤد کا حال

۱۷-۲۰: **إِصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَادْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ**
إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعُشِيِّ ۖ وَالْطَّيْرَ
مَحْشُورَةٌ كُلُّ لَذَةٍ أَوَّابٌ ۝ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَأَتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ
وَفَصَّلَ الْخُطَابَ ۝

آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بڑی قوت والے تھے۔ بیشک وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔ بیشک ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام اور صبح کو تسبیح کیا کریں اور پرندے بھی جمع ہو کر (تسبیح کرتے تھے) سب اس کے زیر فرمان رہے اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔

اَوَّابٌ: بہت رجوع کرنے والا، بہت توبہ کرنے والا۔ اَوَّابٌ سے مبالغہ۔

مَحْشُورَةٌ: جمع کی ہوئی، اکٹھی کی ہوئی۔ حَشَرَ سے اسم مفعول۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مشرکین جو تمہارا ستہرا اور تکذیب و تردید کرتے رہتے ہیں، آپ اس پر صبر کرتے رہئے اور ہمارے بندے حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کیجئے جو بڑی قوت و ہمت والے تھے۔ ان کے علم و حلم، عزم و حوصلہ اور سلطنت و حکومت کے رعب و دبدبے کی کوئی حد نہ تھی۔ اللہ نے ان کی حکومت کا خوف لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا تھا۔ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عبادت کی خاص قدرت اور اسلام کی سمجھ عطا فرمائی تھی۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ حضرت داؤد کی رات کی نماز اور دن کے روزے پسند تھے۔ آپ آدمی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور رات کا چھٹا حصہ بھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے اور دشمنان دین سے جہاد میں پیٹھ نہ دکھاتے اور اپنے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت و رجوع رکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو آپ کے لیے مسخر کر دیا تھا۔ وہ آپ کے ساتھ سورج نکلنے کے وقت

اور غروب آفتاب کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کرتے۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ اللہ کی تسبیح و تحمید کرنے لگ جاتے۔ جب آپ زبور پڑھتے تو قریب سے گزرنے والے پرندے بھی اپنی پرواز روک کر آپ کے ساتھ تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔

بغوی نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ نے حضرت داؤد کو تمام بادشاہوں سے بڑھ کر اقتدار عطا فرمایا تھا۔ ان کے شاہی محل کی نگرانی ہر رات ۳۶ ہزار سپاہی کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ ہم نے داؤد کو حکمت یعنی نبوت و معرفت عطا فرمائی اور ہم نے ان کو فیصلہ کن خطاب اور قوت گویائی عطا کی تھی کہ ان کی گفتگو نہایت فصیح و بلیغ اور جامع ہوتی تھی اور مضبوط دلائل کی بنا پر حق و باطل اور ظلم و انصاف کے درمیان فیصلہ کن ہوتی۔

بغوی نے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے کہ فصل الخطاب یہ ہے کہ البینۃ علی المدعی و الیمین علی من انکر یعنی مدعی پر لازم ہے کہ وہ گواہ پیش کرے اور گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ سے حلف لیا جائے۔ شمس نے کہا کہ حمد و ثنا کے بعد جب آدمی اپنا مقصد بیان کرنا چاہتا ہے اور اس سے پہلے اما بعد کہتا ہے تو یہ فصل الخطاب ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ فصل الخطاب اس لیے ہے کہ یہ لفظ حمد و ثنا کو بیان مقصد سے جدا کر دیتا ہے۔ (مظہر ۱۵۹-۱۶۱/۸، ابن کثیر ۲۹، ۳۰/۴)۔

ایک عجیب مقدمہ

۲۱-۲۵: وَهَلْ أَتَاكَ نَبُؤُا الْخَصَمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۖ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمِينَ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۖ إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعَجَةً وَاحِدَةً ۖ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۖ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجِكَ إِلَىٰ نَعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۖ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا ۖ وَأَنَابَ ۖ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ نَّائِبٍ ۖ

کیا آپ کو جھگڑا کرنے والوں کی بھی خبر پہنچی جبکہ وہ دیوار پھاند کر عبادت کی جگہ آئے۔ جب وہ (حضرت) داؤد کے پاس پہنچے تو وہ (حضرت داؤد) گھبرا گئے۔ وہ کہنے لگے کہ آپ خوفزدہ نہ ہوں۔ ہم دونوں آپس میں جھگڑا اور زیادتی کر رہے ہیں۔ آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور نا انصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے۔ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس ایک بھیڑ ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اپنی ایک بھیڑ مجھے دے دو اور (یہ) بات چیت میں مجھے دبا لیتا ہے۔ (حضرت) داؤد نے کہا کہ بیشک وہ اپنی بھیڑوں کے ساتھ تیری ایک بھیڑ ملا لینے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کرتا ہے، اور اکثر شر کا ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور (حضرت) داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے، سو انہوں نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور (اللہ کی طرف) رجوع ہوئے سو ہم نے انہیں معاف کر دیا اور بیشک ان کے لیے ہمارے پاس بڑا مرتبہ اور اچھا ٹھکانا ہے۔

تَسَوَّرُوا : انہوں نے دیوار کو پھاندا۔ تَسَوَّرَ سے ماضی۔

فَزِعَ : وہ گھبرا گیا، وہ ڈر گیا۔ فَزَعَ سے ماضی۔

تُسَطِّطُ : تو بے انصافی کرتا ہے، تو زیادتی کرتا ہے۔

نَعَجْتُ : ایک دہی، ایک بھیڑ۔ جمع نَعَاج۔

اَكْفَلْنِيهَا : تو مجھ کو اس کا کفیل کر دے، تو مجھ کو وہ سونپ دے۔ اَكْفَلْتُ سے امر۔

رُفْئَى : درجہ، مرتبہ، نزدیکی۔ مصدر ہے۔

تشریح : ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک دو آدمی دیوار پھاند کر ان کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت داؤد اپنی قوت و شوکت کے باوجود یہ ناگہانی ماجرہ دیکھ کر گھبرا گئے کہ یہ انسان ہیں یا کوئی اور مخلوق، ان کو بے وقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی۔ نہ جانے یہ لوگ کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ جس یکسوئی کے ساتھ وہ عبادت میں مشغول تھے وہ اس واقعہ سے قائم نہ رہ سکی۔ آنے والے

دونوں آدمیوں نے کہا کہ آپ کچھ اندیشہ نہ کریں، ہم ایک مقدمے کے دو فریق ہیں۔ اور اس کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ انصاف کے ساتھ ہمارا فیصلہ کر دیجئے۔ ہم عدل و انصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لیے آپ کے پاس آئے ہیں کوئی ٹالنے کی بات نہ ہو۔

ان میں سے ایک کہنے لگا کہ یہ میرا دینی بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح میری ایک بھیڑ بھی مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کر لے۔ بات کرنے میں بھی یہ مجھ سے تیز ہے۔ جب بات کرتا ہے تو مجھ پر غالب آ جاتا ہے اس لیے لوگ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں حالانکہ میں حق پر ہوں۔ اس کی گفتگو سن کر حضرت داؤد نے فرمایا کہ اگر یہ تیرا بھائی ایسا کرتا ہے تو یہ زیادتی اور نا انصافی ہے۔ ہم اس کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اکثر شر کا ایک دوسرے پر اسی طرح زیادتی کرتے ہیں مگر اللہ کے مومن اور نیک بندے ایسا نہیں کرتے لیکن وہ دنیا میں بہت کم ہیں۔ جب حضرت داؤد نے ان کا فیصلہ کر دیا تو وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسے، پھر آسمانوں کی طرف چڑھ کر غائب ہو گئے اور حضرت داؤد بھی سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقدمے سے ان کا امتحان لیا ہے۔ اس لیے فوراً اپنے رب سے معافی مانگنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے اور پوری طرح اللہ کی طرف رجوع ہو گئے۔ پھر اللہ نے ان کی وہ خطا جس کی انہوں نے معافی مانگی تھی معاف کر دی اور فرمایا کہ بلاشبہ اس مغفرت کے بعد ان کے لیے ہماری بارگاہ میں قرب کا ایک بہت ہی عظیم مقام اور بہترین انجام و ٹھکانہ ہے۔

ان آیات میں حضرت داؤد کی جس خطا کی طرف اشارہ ہے اس کے بارے میں مفسرین نے بہت سی روایات اور قصے بیان کئے ہیں۔ ابن کثیر ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان میں اکثر اسرائیلیات ہیں۔ قرآنی الفاظ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد نے ایک بات کی خواہش کی یعنی ایک عورت سے نکاح کی باوجود اس کے کہ ان کو اس جیسی ننانوے عورتیں حاصل تھیں۔ اس پر تنبیہ کے لیے اللہ نے مقدمہ کی شکل دیکر دو فرشتوں کو بھیجا۔ حضرت داؤد فوراً متنبہ ہو گئے اور توبہ و استغفار میں لگ گئے۔ (عثمانی ۴۳۵، ۴۳۶، ۲/۴۳۶، ابن کثیر ۳/۳۲، ۳۱)۔

حضرت داؤد کو زمین پر خلیفہ بنانا

يٰۤاٰدٰوْدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ
وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ

اے داؤد ہم نے آپ کو زمین پر اپنا نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بیشک جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے۔

تشریح: اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انعامات خداوندی میں سے خلافت ارضی کے انعام سے نوازنے کا ذکر ہے۔ نبوت و رسالت تو ان کو پہلے ہی عطا فرمادی گئی تھی۔ پھر مزید انعام یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلطنت و حکومت بھی عطا فرمادی اور ان کی توجہ اس منصب کی ذمہ داریوں کی طرف دلائی۔ ۱۔ اے داؤد لوگوں کے درمیان ہمیشہ حق و انصاف کے مطابق فیصلہ کرنا۔ ۲۔ خواہش نفس کی کبھی پیروی نہ کرنا۔ اگر خواہش نفس کی پیروی کی تو وہ تمہیں راہ حق سے بہکا دے گی اور جو راہ حق سے ہٹا وہ عدل قائم نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ اس آیت کے مخاطب اگرچہ حضرت داؤد ہیں اس سے دوسرے بادشاہوں اور حاکموں کو متنبہ کرنا ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کریں اور اپنے روز حساب کو فراموش نہ کریں ورنہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر نے حضرت طلحہ، زبیر، کعب اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ حضرت سلمان فارسی نے کہا کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو رعایا میں انصاف کرے۔ سب کو معاشی تقسیم ایک جیسی کرے اور رعایا پر ایسی شفقت کرے جیسے آدمی اپنے گھر والوں پر کرتا ہے اور اللہ کی کتاب کے موافق فیصلے کرے۔ حضرت کعب نے کہا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ اس مجلس میں میرے سوا کوئی بھی خلیفہ کے معنی نہیں جانتا۔

سلمان بن ابی العوجاء سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ۔ ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ان دونوں میں فرق ہے حضرت عمر نے فرمایا کیا فرق ہے۔ اس شخص نے کہا خلیفہ حق پر لیتا اور حق پر دیتا ہے۔ الحمد للہ آپ ایسے ہیں اور بادشاہ ظلم کرتا ہے (ظلماً) اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔ حضرت عمر خاموش ہو گئے۔ بعض روایات میں ہے جب حضرت امیر

معاویہ منبر پر بیٹھتے تو یہ کہا کرتے کہ خلافت نہ مال جمع کرنے کا نام ہے نہ تقسیم کرنے کا بلکہ خلافت اس کا نام ہے کہ حق پر عمل کرے، فیصلے میں عدل کرے اور لوگوں کو حکم الہی پر قائم کرے۔ (منظہری ۸/۱۷۳)

تخلیق کائنات کی حکمت

۲۹-۲۷: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ
الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۚ أَمْ نَجْعَلُ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ أَمْ
نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۚ ۝ كَتَبْنَا إِلَيْكَ مَبْرُوكًا
لَّيْلًا بَرْوًا ۖ آتَيْنَاهُ وَلَيِّتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ یہ خیال تو کافروں کا ہے سو افسوس ہے! کافروں کے لیے آگ (کی سزا) ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے اور نیک کام کئے ان کے برابر کر دیں گے جو دنیا میں فساد مچاتے رہے؟ کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں کی مانند کر دیں گے؟ یہ (قرآن) ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

تشریح: آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یہ سب ہم نے حکمت سے خالی، بیکار اور محض کھیل تماشے کے لیے پیدا نہیں کئے جیسا کہ کافروں کا خیال ہے کہ اس حیات دنیوی کے بعد نہ کوئی اور حیات ہے اور نہ حشر و نشر اور جزا و سزا ہے، بلکہ ان کی تخلیق میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ پھر ایک وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کو سرفراز و سر بلند کیا جائے گا اور نافرمانوں کو سخت سزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن منکرین حشر و نشر اور جزا و سزا کے لیے بڑی خرابی ہوگی جب حساب و کتاب کے بعد انہیں اس آگ میں ڈال دیا جائے گا جو اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہے۔

آسمان وزمین اور کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور کمال حکمت کی واضح دلیل

ہیں۔ جو لوگ ان دلائل و حقائق پر ایمان رکھتے ہیں وہ مومن و پرہیزگار ہیں۔ اور جو ان کا انکار و تکذیب کرتے ہیں وہ نافرمان و مفسد ہیں۔ ان مومنوں اور نافرمانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ دونوں گروہ برابر اور ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اس لیے تخلیق کائنات کے مقصد اور حکمت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ عدل و انصاف قائم کر کے نیکوں کو نیکوں کی جزا اور نافرمانوں کو نافرمانی کی سزا دی جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب جزا و سزا اور حساب و کتاب کا ایک وقت مقرر ہو۔ اسی کا نام آخرت اور یوم قیامت ہے۔ اسی قانون حکمت کا حامل یہ قرآن ہے جو آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ یہ ایک بابرکت کتاب ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور سمجھدار لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ (مظہری ۱۷۳، ۱۷۴، ۸)

جہاد کے گھوڑے

۳۰-۳۳: وَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعَمَ الْعَبْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ إِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعِشِيِّ الصُّفُنُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا جو بہت اچھا بندہ تھا۔ بیشک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا۔ جب ان کے سامنے شام کے وقت نہایت تیز رو اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں ان گھوڑوں کی محبت میں اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ ان (گھوڑوں) کو میرے پاس واپس لاؤ۔ پھر وہ (جہاد کے شوق میں) ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر (محبت سے) ہاتھ پھیرنے لگے۔

الصُّفُنُ: نہایت تیز رو گھوڑے۔ صُفُونُ سے اسم فاعل۔

الْجِيَادُ: بہت اچھے، عمدہ، تیز رو۔ واحد جَوَادٌ۔

تَوَارَتْ: وہ پوشیدہ ہو گئی، وہ چھپ گئی۔ تَوَارَتْ سے ماضی۔

طَفِقَ : وہ کرنے لگا، اس نے شروع کیا۔ طَفِقَ وَ طَفُوقٌ سے ماضی۔

تشریح : سمجھدار اور عقلمند لوگوں پر اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اپنا فضل و انعام فرماتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی بڑے عقلمند اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سلیمان جیسا بیٹا عطا فرمایا، جو نہایت عقلمند اور اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھا۔ حضرت سلیمان کا وہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے جب شام کے وقت جہاد وغیرہ کے لیے پالے ہوئے اخیل اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے اور وہ ان کے معائنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا اور ان کی نماز یا ایسا ہی کوئی اور معمول فوت ہو گیا۔ پھر جب خود ہی اس غفلت پر متنبہ ہوئے تو گھوڑے چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذاتی ملکیت میں تھے اور ان ہی سے یاد الہی میں خلل واقع ہوا تھا۔ اور ان کی شریعت میں اونٹ گائے اور بکری کی طرح گھوڑوں کی قربانی بھی جائز تھی اس لیے انہوں نے عبادت کے طور پر گھوڑوں کو اللہ کے نام پر قربان کر دیا۔ (روح المعانی ۱۹۳/۲۳)

ان آیات کی ایک اور تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جب وہ گھوڑے معائنے کے لیے پیش کئے گئے جو جہاد کے لیے پالے گئے تھے تو وہ انہیں دیکھ کر مسرور ہوئے اور فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں سے محبت دنیا کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کی یاد کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ جہاد کے لیے تیار کئے گئے ہیں اور جہاد ایک افضل عبادت ہے۔ اس دوران گھوڑے نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے تو آپ نے جذبہ جہاد کے جوش میں حکم دیا کہ ان کو دوبارہ سامنے لایا جائے۔ جب وہ دوبارہ سامنے آ گئے تو فرط جذبات میں آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس تفسیر کی رو سے عن ذکر ربی میں عن سیدہ ہے اور توارث کی ضمیر گھوڑوں کی طرف راجع ہے اور مسح سے مراد کاٹنا نہیں بلکہ محبت سے ہاتھ پھیرنا ہے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۵۱۲، ۵۱۳، ۷/۵۱۳، عثمانی ۲/۲۳۸)۔

حضرت سلیمان کی آزمائش

۳۴-۳۵ : وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَداً ثُمَّ أَنَابَ ۝

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ۝

بیشک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم لا ڈالا۔ پھر وہ

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۹﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ
رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿۴۰﴾ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿۴۱﴾
وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۲﴾ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ
أَوْ اْمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۳﴾ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ
مَآبٍ ﴿۴۴﴾

(ہماری طرف) رجوع ہوئے۔ (حضرت) سلیمان نے دعا مانگی کہ اے
میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد
کسی کو میرا نہ ہو۔ بیشک تو بہت ہی دینے والا ہے۔ سو ہم نے ہوا کو اس کے
تابع کر دیا۔ وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے آپ کو نرمی سے پہنچا دیا
کرتی تھی اور جنات کو، سارے عمارت بنانے والوں اور غوطہ خوروں کو بھی
(ان کے تابع کر دیا) اور دوسرے (جنات کو بھی) جو زنجیروں میں جکڑے
رہتے تھے۔ (ہم نے سلیمان سے کہا) یہ ہماری عطا ہے سو (جس پر چاہو)
احسان کرو اور (جس سے چاہو) روک لو تم سے کچھ حساب نہ ہوگا اور بیشک
ان کے لیے ہمارے پاس بڑا مرتبہ اور اچھا ٹھکانا ہے۔

بَنَاءٌ : معمار، عمارت بنانے والا۔ بَنَاءٌ سے مبالغہ کے وزن پر اسم فاعل۔

غَوَّاصٍ : غوطہ خور، اچانک آجانا۔ غَوَّاصٌ و غَوَّاصٌ سے مبالغہ۔

مُقَرَّنِينَ : جکڑے ہوئے، کس کر باندھے ہوئے۔ تَقْرِينٌ سے اسم فاعل۔

أَصْفَادٍ : زنجیریں۔ واحد صَفَدٌ و صَفَادٌ۔

تشریح : ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک آزمائش اور ایک دعا کا ذکر
فرمایا ہے کہ اس آزمائش کے دوران ایک دھڑ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔ وہ
دھڑ کیا تھا؟ اس کے کرسی پر ڈالنے کا مطلب کیا ہے؟ اور اس سے آزمائش کیسے ہو گئی؟ یہ تمام تفصیلات
نہ قرآن کریم میں موجود ہیں اور نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہیں۔ قرآن کریم نے اس کو مجمل رکھا ہے
اس لیے اس کی تفصیلات میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اس بات پر ایمان رکھنا کافی ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کوئی آزمائش کی تھی اور اس آزمائش کے بعد حضرت سلیمان میں

انابت الی اللہ کا جذبہ پہلے سے زیادہ پیدا ہوا۔ قرآن کریم کا مقصود بھی یہی بتانا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مصیبت یا آزمائش میں مبتلا ہو تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح اس کو پہلے سے زیادہ رجوع الی اللہ کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۵۱۵، ۵۱۶/۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرا قصور معاف فرما دے اور مجھے ایسی عظیم الشان حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔ یقیناً تو ہی سب کچھ بخشنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو ایسی حکومت عطا فرمائی کہ ان کے بعد ویسی حکومت کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ سو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان کا فرماں بردار بنا دیا۔ وہ ان کے حکم سے ان کو نرمی کے ساتھ وہاں لے جاتی جہاں وہ جانا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں، عمارتیں بنانے والوں اور غوطہ خوروں کو ان کا تابع بنا دیا، نیز مفسد اور شریر جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے، حضرت سلیمان کا فرماں بردار بنا دیا تھا تا کہ وہ کسی قسم کی سرکشی نہ کر سکیں۔

ہم نے سلیمان سے کہا کہ ایسی حکومت و سلطنت ہم نے کسی اور کو نہیں دی۔ یہ صرف تمہیں دی گئی ہے اور یہ ہمارا خاص عطیہ ہے۔ اب تم جس کو چاہو دو اور جس سے چاہو روک لو، تم سے کچھ حساب نہ ہوگا اس کے علاوہ آخرت میں حضرت سلیمان کو ہمارے پاس قرب کا ایک خاص مقام بھی حاصل ہوگا اور بہترین انجام کیونکہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی آخرت کی معمولی نعمت کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

حضرت ایوبؑ کا واقعہ

۴۱-۴۳: **وَإِذْ كُرَّ عِبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ
بِنُصِيبٍ وَعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ فَكُضِّبَ بِرَجْلِكَ هَذَا مَغْتَاسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۖ
وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرًا لِّأُولِي
الْأَلْبَابِ ۝۴۳**

آپ ہمارے بندے ایوب کا بھی ذکر کیجئے جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف پہنچائی ہے (ہم نے کہا) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو، یہ ہے نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی۔ ہم نے ان کا پورا کنبہ ان کو عطا فرما دیا

اور اپنی خاص رحمت سے ان کے برابر اور بھی اور اہل عقل کی نصیحت کے لیے

نُصِبَ : مصیبت، رنج، جسمانی تکلیف۔ جمع النصاب۔

أُرْكَضَ : تولات مار، تو پاؤں مار، دُرْكَضَ سے امر۔

تشریح : حضرت ایوب بڑے خوشحال پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں طرح طرح کے جانور، کھیتیاں، باغات، مال و اولاد اور باندی غلام غرض سب کچھ دیا تھا۔ پھر اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش کے لیے مال و اولاد وغیرہ سب فنا ہو گئے، صحت و تندرستی جاتی رہی۔ اپنے اور غیر سب نے منہ موڑ لیا، کوئی خیریت تک پوچھنے والا نہ تھا۔ صرف بیوی ہی ساتھ رہ کر دن رات خدمت کرتی رہی۔ ان آیتوں میں اسی آزمائش کا ذکر ہے کہ ان کو ایک شدید قسم کا مرض لاحق ہو گیا تھا، مگر اس مرض کی نوعیت نہیں بتائی گئی اور نہ احادیث میں اس کی کوئی تفصیل مذکور ہے۔ سو جس طرح دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام مختلف آزمائشوں سے گزرے، اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام بھی ایک آزمائش سے گزرے، تاکہ اہل دنیا کے سامنے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے صبر کا نمونہ ظاہر ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

اشد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامثل

سب سے زیادہ شدید آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے پھر ان کے بعد وہ جو درجہ بدرجہ ان سے مشابہ اور قریب ہوں۔

حضرت ایوب جس طرح نعمت و راحت میں اللہ کے شکر گزار رہے اسی طرح مصیبت میں بھی نہایت صابر و شاکر رہے۔ آخر جب بیماری حد سے بڑھ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس رحیم و کریم نے اسی وقت ان کی دعا قبول فرما کر ان کو زمین پر پاؤں مارنے کا حکم دیا۔ حضرت ایوب نے زمین پر پاؤں مارا تو اس سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ حضرت ایوب اس سے نہائے بھی اور اس کو پیا بھی۔ اس طرح ان کو تمام اندرونی و بیرونی بیماریوں سے صحت کلی حاصل ہو گئی۔

پھر فرمایا کہ ہم نے ان کو ان کے گھر والے بھی عطا کر دیئے جو حوادث میں ضائع ہو گئے تھے اور محض اپنی رحمت و مہربانی سے ان جیسے اور ان ہی کے برابر مزید عطا کئے تاکہ عقلمند اور سمجھدار لوگوں کے لیے یہ واقعات عبرت و نصیحت کا سامان ہو جائیں اور وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے صابر و شاکر بندوں کو کیسے کیسے انعامات سے نوازتا ہے۔ (ابن کثیر ۳۹، ۴۰/۴)

حضرت ایوبؑ کی قسم

۴۳: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُثْ إِنَّكَ وَجَدَنَّاهُ صَابِرًا
نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّكَ أَوَّابٌ ۝

اور (ہم نے ایوب سے کہا کہ) اپنے ہاتھ میں سینکوں کا ایک مٹھا لے کر اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔ بیشک ہم نے (حضرت) ایوب کو صابر پایا۔ وہ بڑا نیک بندہ تھا۔ بیشک وہ (ہماری طرف) بہت ہی رجوع کرنے والا تھا۔

ضِغْثًا: جھاڑو، سینکوں کا مٹھا۔ جمع اَضْغَاثُ۔

تَحْنُثْ: تو قسم توڑتا ہے۔ حَنْثٌ سے مضارع۔

تشریح: حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کے دوران اپنی بیوی سے کسی بات پر ناراض ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ شفا ہو جانے کے بعد ان کو سو کوڑے ماریں گے۔ بیماری کے دنوں میں جب سب لوگ ان سے دور ہو چکے تھے تو تنہا یہی بیوی ان کی خدمت کرتی تھی۔ ایسی نیک صفت خاتون اس سزا کے لائق نہ تھیں جو حضرت ایوب نے ان کے لیے طے کر رکھی تھی۔ پس جب حضرت ایوب علیہ السلام تندرست ہو گئے اور انہوں نے اپنی قسم کو پورا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس خاتون پر رحم فرمایا اور حضرت ایوب کو حکم دیا کہ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے سینکوں کا مٹھا بنا کر اپنی بیوی کو اس سے ایک دفعہ مار دو۔ اس سے سو کوڑے مارنے کی قسم پوری ہو جائے گی اور نیک صفت خاتون بھی سخت سزا سے بچ جائے گی۔ پھر فرمایا کہ ہم نے حضرت ایوب کو مصائب و شدائد میں بڑا صابر و شاکر پایا۔ وہ بڑا نیک بندہ ثابت ہوا۔ اس کے دل میں ہماری کئی محبت تھی اس لیے وہ ہماری طرف جھکتا رہا اور ہم ہی سے لو لگائے رہا۔

ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ وغیرہ کا ذکر

۴۵-۴۸: وَادْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهٖمَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولٰٓئِذِىْ وَاَلْبَصٰرِ ۝ اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةِ ذِكْرِى الدَّارِ ۝ وَاَنھُمْ عِنْدَنَا لِمَنَ الْمُصْطَفٰٓئِىْنَ الْاٰخِیَارِ ۝ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَاَلِیْسَعَ وَذَا الْکٰفِلُ وَكُلٌّ مِّنَ الْاٰخِیَارِ ۝

آپ ہمارے بندوں، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا بھی ذکر کیجئے جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ بیشک ہم نے ان سب کو ایک خاص بات کی بنا پر امتیاز دیا تھا اور وہ آخرت کی یاد ہے اور ہمارے نزدیک وہ سب برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے، اور آپ اسماعیل، یسع اور ذوالکفل کا بھی ذکر کیجئے۔ وہ سب بہترین لوگ تھے۔

تشریح: حضرت ایوب علیہ السلام کے ذکر کے بعد اب حضرت ابراہیم واسحاق و یعقوب علیہم السلام کے اخلاص اور رجوع الی اللہ اور ان کے دیگر فضائل کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بصیرت بھی عطا فرمائی تھی اور دین کی سمجھ بھی۔ یہ لوگ اللہ کی اطاعت میں نہایت مستقیم تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت و وقعت نہ تھی بلکہ ان کے پیش نظر صرف آخرت تھی اور وہ ہمہ وقت اسی کی تیاری میں لگے رہتے تھے اور اپنی تمام عملی قوتوں اور فکری صلاحیتوں کو اسی کے لیے وقف کئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ میں کمال کے سبب اپنے نفس پر غالب تھے اور دوسروں کو اعمال صالحہ کی ترغیب دیتے تھے۔ یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے منتخب کے ہوئے اور خاص الخاص بندے تھے۔

دیگر برگزیدہ پیغمبروں کی طرح حضرت اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل نے بھی اپنی فکری صلاحیتوں اور عملی قوتوں کو آخرت کی بہتری کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اس لیے یہ بھی اللہ کے خاص چنیدہ اور پسندیدہ بندوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بھی ویسے ہی درجات ہیں جیسے دوسرے برگزیدہ انبیاء کے۔ پس اگر کسی کو آخرت کے انعامات و فضائل کا شوق ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کے ان نیک اور برگزیدہ پیغمبروں کے نقوش قدم پر چلے اور ان کی تکذیب و انکار سے بچے کیونکہ انبیاء کی تکذیب و انکار کرنے والوں کا انجام، ان کی ہلاکت و بربادی اور ذلت و رسوائی اہل دنیا کے سامنے ہے۔ قرآن کریم نے یہ واقعات عبرت و نصیحت کے لیے بیان کئے ہیں اس لیے ہر صاحب عقل کو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

آخرت کا انعام

۵۴-۵۹: هَذَا ذِكْرُ ۞ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ۞ جَنَّتٍ عَدْنٍ مُمْتِنَةٍ ۞ لَّهُمْ فِيهَا يَدُوعُونَ فِيهَا يَفَاكِهِةٌ

كَثِيرَةً وَشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قُصِرَتُ الْأَرْفَافُ ۝ هَذَا
مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ إِنَّ هَذَا لِرِزْقِنَا مَالَهُ مِنْ
نَفَادٍ ۝

یہ واقعات ایک نصیحت ہے اور بیشک پرہیزگاروں کے لیے بہت اچھا ٹھکانا ہے (ان کے لیے) ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے۔ وہ ان میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی ہم عمر (خوریں) ہوں گی۔ یہ وہی (نعمت) ہے جس کا تم سے روزِ حساب آنے پر وعدہ کیا گیا تھا۔ بیشک یہ ہمارا (عطا کیا ہوا) رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

مَاب : واپس ہونے کی جگہ، لوٹنے کی جگہ۔ اَوْب سے اسم ظرف مکان۔

قُصِرَاتُ : نیچی نگاہ رکھنے والیاں، پاکدامن عورتیں۔ قُصِرَ سے اسم فاعل۔

اَتْرَابُ : ہم عمر عورتیں، ہمجولیاں۔ واحد تَرَب۔

نَفَادُ : کم ہونا، ختم ہو جانا۔ مصدر ہے۔

تشریح : بلاشبہ پرہیزگاروں کے لیے آخرت میں بہترین ٹھکانا ہے۔ وہاں ہمیشہ قائم رہنے والے باغات ہوں گے جن کے دروازے پرہیزگاروں کے لیے کھلے ہوئے ہوں گے۔ یعنی ان کے اعزاز و اکرام کا یہ حال ہوگا کہ جب بھی وہ اپنے باغات و محلات میں آئیں گے تو فرشتے ان محلات کے دروازے کھولے ہوئے ان کے استقبال کے منتظر ہوں گے۔ یہ پرہیزگار لوگ اپنے باغات و محلات میں سکون و اطمینان کے ساتھ تکیے لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان محلات میں قسم قسم کے پھل اور میوے ہوں گے اور متعدد قسم کے مشروبات ہوں گے۔ جس پھل یا مشروب کو ان کا دل چاہے گا اس کو ان کے حکم کے ساتھ ہی باسلیقہ خدام حاضر کر دیں گے۔ ان کے پاس ان کی ہم عمر بیویاں ہوں گی جو پاکدامن، نیچی نگاہوں اور ان سے محبت رکھنے والی ہوں گی۔ ان کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھیں گی۔ یہ ہیں وہ انعامات و اکرامات جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں سے فرمایا ہے۔ قیامت کے روز یہ لوگ حساب و کتاب سے فارغ ہو کر ایسی صفات والی جنت کے مالک و وارث ہوں گے۔ ہمارے اس انعام میں نہ کبھی کمی آئے گی اور نہ وہ کبھی فنا ہوگا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ (النحل: ۹۶)

سرکشوں کا انجام

۵۵-۶۴: هَذَا أُولَٰئِكَ لَلظَّٰغِنِ كُشْرًا ۖ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَيَسْسُ إِلَيْهَا ۖ هَذَا أَفْلِيدُ وَفَوْهُ حَمِيمٌ ۖ وَغَسَّاقٌ ۖ وَآخِرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ۖ هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۖ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنْتُمْ قَدْ مَتَّوْهُ لَنَا ۖ فَيَسْسُ الْقَرَارُ ۖ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۖ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ۖ أَخَذَتْهُمْ سَخِرٌ ۖ أَمْرًا زَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۖ

بیشک سرکشوں کے لیے برا ٹھکانا ہے جو دوزخ ہے جس میں وہ داخل ہوں گے سو وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ یہ ہے (وہ) کھولتا ہوا پانی اور پیپ سو اس کا مزہ چکھو اور کچھ اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں۔ یہ ایک جماعت ہے جو تمہارے ساتھ (دوزخ میں) داخل ہونے والی ہے۔ ان کو خوشی نصیب نہ ہو۔ بیشک یہ (بھی) جہنم میں جانے والے ہیں۔ وہ کہیں گے بلکہ تمہیں ہی خوشی نصیب نہ ہو۔ تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے آگے لائے ہو۔ پس وہ (رہنے کے لیے) بہت بری جگہ ہے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! جو اس (عذاب) کو ہمارے آگے لایا ہے اس کو دوزخ میں دو گنا عذاب دے اور وہ (جہنمی آپس میں) کہیں گے کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ کیا ہم (یونہی) ان کا مذاق اڑاتے رہتے تھے یا ہماری آنکھیں ان سے چوک گئی ہیں۔ (اہل دوزخ کا) آپس میں جھگڑنا یقیناً سچ ہے۔

غَسَاقٌ : پیپ، کچ لہو۔ غَشِقٌ سے مبالغہ۔

مُقْتَحِمٌ : گھسنے والا، خطروں میں پڑنے والا، بیٹھنے والا۔ اِفْتِحَامٌ سے اسم فاعل۔

زَاغَتْ : وہ کھلی کی کھلی رہ گئی، وہ چوک گئی۔ زَايَغٌ سے ماضی۔

تشریح : جو لوگ دنیا میں اللہ کے احکام کو نہیں مانتے تھے اور پیغمبروں کی تکذیب کرتے تھے، آخرت میں ان کے لیے جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ اور آرام کے لیے بہت ہی بری جگہ ہے۔ جب یہ جہنم میں داخل ہوں گے تو جہنم کی آگ ان کو چاروں طرف سے گھیر لے گی۔ ان کو پینے کے لیے پیپ اور کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا اور ان کے لیے اور بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ سرکشوں کی ایک جماعت جہنم میں داخل ہو جانے کے بعد جہنم کے داروغہ کے ساتھ دوسری جماعت کو آتے ہوئے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہے گی کہ تمہارے ساتھ عذاب میں شریک ہونے کے لیے یہ ایک اور جماعت بے تابی کے ساتھ جہنم میں گھس رہی ہے۔ ان پر خدا کی مار ان کو بھی یہیں آمرنا تھا۔ خدا کرے ان کو کہیں آرام کی جگہ نہ ملے۔ وہ بعد میں آنے والی جماعت پہلے سے موجود جماعت سے کہے گی کہ تم ہی پر خدا کی مار ہو، خدا تم ہی کو کہیں آرام کی جگہ نہ دے۔ تم ہی نے تو برے کاموں میں لگا کر ہمیں اس مصیبت سے دوچار کیا ہے سو یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

آپس کی لعن طعن کے بعد دوسرا گروہ جو بعد میں دوزخ میں داخل ہوا تھا، اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے ہمارے پروردگار! انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اس لیے تو ان کو دو گنا عذاب دے۔ پھر اسی حالت میں وہ تعجب کے طور پر کہیں گے کہ یہ کیا بات ہے کہ دوزخ میں ہمیں وہ مسلمان نظر نہیں آ رہے جن کو ہم دنیا میں برا سمجھتے تھے اور ان کی تذلیل و تحقیر کرتے تھے اور ان کا تمسخر اڑاتے تھے یا ہماری نظر چوک رہی ہے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے۔ وہ بھی جہنم ہی میں ہوں گے لیکن کسی ایسی طرف ہیں کہ ہماری نگاہ ان پر نہیں پڑتی۔ پھر فرمایا کہ یہ بات بظاہر خلاف قیاس ہے کہ اس افراتفری میں یہ لوگ ایک دوسرے سے جھگڑا کریں کیونکہ عذاب کا ہولناک منظر کسی دوسری طرف کیے متوجہ ہونے دے گا۔ لیکن ایسا ہو کر رہے گا، یہ بالکل یقینی بات ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اعلان توحید و رسالت

۶۵-۷۰ : قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ وَمَا مِن إِلَهِ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾
رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ

نَبُؤًا عَظِيمًا ۝۱۰ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۝۱۱ مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ
الْاَعْلَى اِذْ يَخْتَصِمُونَ ۝۱۲ اِنْ يُؤَخِّرْهُ اِلَّا اَنَّمَا اَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝۱۳

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور اللہ واحد و غالب کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے، زبردست (اور) بڑا بخشنے والا ہے۔ آپ کہہ دے دیجئے کہ یہ ایک عظیم خبر ہے جس سے تم منہ موڑے ہوئے ہو۔ مجھے عالم بالا کے (واقعات) کا علم نہ تھا جب وہ (فرشتے) جھگڑ رہے تھے۔ مجھے تو (اللہ کی طرف سے) یہی وحی ہوئی ہے کہ میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اعلان کر دیجئے کہ میں ساحر و کذاب نہیں ہوں۔ میں تو اللہ تعالیٰ واحد و قہار کی طرف سے مشرکین و منکرین کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے اور خبردار کرنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب اور مالک ہے۔ ہر چیز اسی کے تصرف اور قبضے میں ہے۔ وہ بڑا زبردست ہے اس کے باوجود گناہوں کو بڑا بخشنے والا ہے۔

آپ ان منکرین کو بتا دیجئے کہ میرا رسول کی حیثیت سے تمہارے درمیان آنا، لوگوں کو توحید کی طرف بلانا، ان کو قیامت اور اس کے عذاب سے ڈرانا اور تمہارے سامنے اس کی صفات و کیفیات بیان کرنا بڑی عظیم الشان خبر ہے۔ اس لیے تمہیں تو اس کو فوراً قبول کر لینا چاہئے تھا مگر افسوس کہ تم اس سے منہ موڑے ہوئے ہو۔ نہ تم توحید و رسالت پر ایمان لاتے ہو اور نہ قرآن کو مانتے ہو حالانکہ جو کچھ میں بیان کرتا ہوں وہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ میرے پاس اس لیے وحی آتی ہے کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے وحی کے ذریعہ نہ بتاتا تو مجھے اس گفتگو کا ذرا بھی علم نہ ہوتا جو عالم بالا میں تخلیق آدم کے بارے میں ہو رہی تھی۔ مجھے تو اللہ کی طرف سے یہی وحی کی گئی ہے کہ میں تمہیں آخرت کے عذاب سے صاف صاف خبردار کروں تاکہ تم موت سے پہلے راہ راست پر آ کر عذاب سے نجات پاسکو۔

تخلیق آدم

۷۱-۷۲: اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۷۱ فَاِذَا سَوَّيْتُهُ

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٥٠﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٥١﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٢﴾

جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں اس کو پوری طرح بنا لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبر کیا اور وہ تو تھا ہی کافروں میں سے۔

تشریح: حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے ارادے سے مطلع فرمایا کہ میں آدم کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں اس کو بنا لوں اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کو سجدہ کرنا تا کہ میری فرماں برداری کے ساتھ ساتھ حضرت آدم کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے۔ چنانچہ جب اللہ نے حضرت آدم کو بنا لیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی تو سب فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا سوائے ابلیس لعین کے۔ اس وقت ابلیس نے غرور میں آ کر حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ فرشتوں میں سے تھا بھی نہیں بلکہ جنوں میں سے تھا۔ اس طرح اس کی طبعی خباثت اور جبلی سرکشی ظاہر ہو گئی۔

ابلیس پر لعنت

۴۵-۸۵: قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِإِيْدِي ۖ اسْتَكْبَرْتَ ۖ أََمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٤٥﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَهوَ خُلِقَ مِنْ طِينٍ ﴿٤٦﴾ قَالَ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَاجِعٌ ۖ وَإِنْ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٧﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٤٨﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٤٩﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٥٠﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا أُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥١﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿٥٢﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ﴿٥٣﴾ لَا مَلَكَنَ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمَنْ تَبَعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٤﴾

اللہ نے فرمایا اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا جس کو میں

نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ کیا تو غرور میں آگیا یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے۔ اس نے کہا میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا تو یہاں سے نکل جا بیشک تو مردود ہے اور بیشک قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب! مجھے اس دن تک مہلت دے جب مردے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا بیشک تجھے مہلت ہے۔ مقررہ وقت کے دن تک۔ ابلیس نے کہا کہ تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے، اللہ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں۔ میں تجھ سے اور ان میں سے تیری اتباع کرنے والے تمام لوگوں سے دوزخ کو بھردوں گا۔

مُنْظَرَيْنَ : مہلت دیئے ہوئے۔ اِنْظَارٌ سے اسم مفعول۔

اُغْوَيْنَهُمْ : میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔ اِغْوَاءٌ سے مضارع بانون تاکید۔

اَفْلَسْنِ : میں ضرور بھردوں گا۔ فَلَاً سے مضارع بانون تاکید۔

تشریح : اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابلیس تو نے ایسی معزز مخلوق کو جسے میں نے اپنے ہاتھوں اور خاص قدرت سے بنایا تھا میرے فرمان کے باوجود سجدہ کیوں نہیں کیا۔ کیا تو غرور میں آگیا یا تو واقعی بڑے درجے والوں میں سے ہے، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ فرشتے میرے حکم کی تعمیل میں آدم کو سجدہ کر کے یقیناً تجھ سے افضل ہو گئے۔ ابلیس نے کہا کہ میں نے آدم کو اس لیے سجدہ نہیں کیا کہ میں اس سے افضل و اعلیٰ ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا کہ اب تو یہاں سے نکل جا۔ بلاشبہ تو مردود ہے اور تجھ پر ابدی لعنت ہے۔ یہ سن کر ابلیس کہنے لگا کہ اے میرے رب تو مجھے قیامت تک مہلت دے۔ اللہ تعالیٰ تو بے حد حلیم ہے اور گناہوں پر اپنی مخلوق کو فوراً نہیں پکڑتا اس لیے اس نے ابلیس کی درخواست پر اس کو قیامت تک مہلت دیدی۔ پھر ابلیس اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں آدم کی تمام اولاد کو گمراہ کر دوں گا سوائے تیری مخلص اور منتخب بندوں کے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خود حق ہوں اور میری یہ بات بھی حق اور اٹل ہے کہ میں جہنم کو ضرور تجھ سے اور تیری اتباع کرنے والوں سے بھردوں گا۔

منکرین کو نصیحت

۸۸-۸۶: قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ۝۸۸
هُوَ الَّذِي ذَكَرُوكُمْ لِتَعْلَمِينَ ۝۸۹ وَلِتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ۝۹۰

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے (اپنی خیر خواہی کا) کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ یقیناً تھوڑی ہی مدت کے بعد تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

مُتَكَلِّفِينَ : تکلف کرنے والے، بناوٹ کرنے والے۔ تَكْلَفٌ سے اسم فاعل۔

نَبَأَهُ : اس کی خبر، اس کا حال۔ جَمْعُ أَنْبَاءٍ

حِينٍ : وقت، زمانہ، مدت۔ جَمْعُ أَحْيَانٍ۔

تشریح: منکرین و مکذبین کو مذکورہ بالا تمام باتوں کی صداقت اور حقانیت پر یقین کرنا چاہئے۔ اگر اس کے باوجود بھی کوئی بد باطن کسی قسم کا شک و تردد کرے یا یہ خیال کرے کہ آپ کسی طمع یا لالچ کے تحت ایسا کہتے اور کرتے ہیں تو آپ اتمام حجت کے طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں تبلیغ دین اور احکام قرآن پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ اس تبلیغ دین سے میرا مقصد دنیوی نفع حاصل کرنا نہیں اور نہ میں تکلف و تصنع کرنے والا ہوں کہ میں نے قرآن اپنی طرف سے بنا لیا ہو بلکہ میں واقعی نبی ہوں۔ میرا دعوائے نبوت جھوٹا نہیں اور یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور دنیا جہان والوں کے لیے ایک عظیم پیغام نصیحت ہے۔ جو کچھ مجھ پر نازل ہوتا ہے وہ میں تمہیں بلا کم و کاست پہنچا دیتا ہوں۔ اس سے میرا مقصود صرف رضائے الہی ہے۔ میری باتوں کی حقیقت، میرے کلام کی صداقت، میرے بیان کی سچائی تمہیں مرنے کے بعد قیامت کے قائم ہوتے ہی معلوم ہو جائے گی۔ اس وقت تم اپنی آنکھوں سے میری بتائی ہوئی چیزوں کو دیکھ لو گے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الزمر

وجہ تسمیہ: اس سورت کی اکہتر ویں آیت میں کافروں کے تذکرے میں اور تہتر ویں آیت میں مومنوں کے ذکر میں لفظ زُہْرُ (گروہ درگروہ) آیا ہے، یہی لفظ اس سورت کے نام کے طور پر مشہور ہو گیا اور اس کو سورة الزمر کہا جانے لگا۔ بعض نے اس کو سورة الغرف بھی کہا ہے مگر یہ عام نہیں ہے۔ لفظ غُرْف (جنت کے بالا خانے) بھی اسی سورت کی آیت ۲۰ میں آیا ہے۔

تعارف: اس میں آٹھ رکوع، ۷۵ آیتیں، ۱۱۹۲ کلمات اور ۳۷۰۸ حروف ہیں۔ مفسرین کا اس کے مکی ہونے پر اتفاق ہے۔ نحاس نے ابن عباس کی روایت سے بیان کیا کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی سوائے تین آیتوں کے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی بن حرب کے قبول اسلام کے وقت مدینے میں نازل ہوئیں۔ وہ تین آیات یہ ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O

(آیات: ۵۳-۵۵)

بعض کے نزدیک سات آیتیں مدینے میں نازل ہوئیں۔ اس سورت میں اکثر مضامین توحید سے متعلق ہیں۔ عقلی اور فطری دلائل سے شرک کا ابطال، مصدقین کی تعریف، ان کے اجر اور ان پر انعامات الہیہ کا ذکر اور مکذبین و منکرین پر وعید کا بیان ہے۔

نسائی میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اہتمام کے ساتھ سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ اس وقت تک نہ سوتے جب تک کہ سورہ زمر تلاوت نہ فرمالیتے۔

(مواہب الرحمن ۲۱۳-۲۱۶/۲۳- ابن کثیر ۴/۴۴)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: شرک کا ابطال، قدرت الہی کے مظاہر، اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور انسان کی ناشکری کا بیان ہے۔
- رکوع ۲: ہجرت کے فضائل اور صریح خسارہ پانے والوں کا بیان ہے۔ پھر اہل طاعت کے لیے خوشخبری اور دنیوی حیات کی مثال بیان کی گئی ہے۔
- رکوع ۳: آیات قرآنی کی تاثیر، ظالموں کا انجام اور شرک و توحید کی ایک مثال بیان کی گئی ہے۔
- رکوع ۴: اس میں مشرکین کی جہالت اور نیند کی حقیقت کا بیان ہے۔
- رکوع ۵: باطل معبودوں کی سفارش کی حقیقت اور قیامت کے روز مشرکین کی بے بسی کا حال مذکور ہے۔
- رکوع ۶: اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، کفار کی ندامت اور مکذبین کے انجام کا بیان ہے۔
- رکوع ۷: مشرکین کی طرف سے آپ کو شرک کی دعوت، اللہ کی عظمت شان اور قیامت کی وحشت کا بیان ہے۔
- رکوع ۸: کافروں کے انجام بد اور مومنوں کے انعام کا بیان ہے۔

شرک کا ابطال

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝ اِلَّا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۝ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقْرِضُوْنَا اِلَىٰ اللَّهِ رُفْعُهُ ۝ اِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝ لَوْ اَرَادَ اللَّهُ اَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّا صُفِّيَ ۝ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۝ سُبْحٰنَهُ ۝ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

یہ اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے جو غالب و حکمت والا ہے۔
یقیناً ہم نے اس کتاب کو حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل کیا ہے۔ سو آپ

دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی عبادت کرتے رہیے۔ یاد رکھو! خالص دین (عبادت) اللہ ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیا بنارکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنادیں تو بیشک اللہ ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ بیشک اللہ اس کو راہ راست پر نہیں لاتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہو۔ اگر اللہ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔ وہ (ایسے تصورات سے) پاک ہے۔ وہ اللہ ایک اور زبردست ہے۔

تشریح: یہ قرآن اس اللہ کا کلام ہے جو غالب و حکمت والا ہے اور اسی نے اس کو نازل کیا ہے۔

اس کے حق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۰۰﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿۱۰۱﴾

عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿۱۰۲﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴿۱۰۳﴾

یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اس کو روح الامین لے کر

آئے ہیں۔ آپ کے دل پر اتارا ہے تاکہ آپ آگاہ کرنے والے بن

جائیں۔ یہ صاف فصیح عربی زبان میں ہے۔ (الشعراء: ۱۹۲، ۱۹۵)

اور ارشاد ہے:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ

مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿۱۰۴﴾

یہ ایسی باعزت کتاب ہے جس کے آگے یا پیچھے سے باطل آ ہی نہیں سکتا۔ یہ

حکمتوں والے اور تعریفوں والے خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

(حم السجدہ: ۴۲)

بلاشبہ ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر نازل فرمائی ہے، لہذا آپ خالص اللہ کی عبادت

کا اعتقاد رکھتے ہوئے اسی طرح اللہ کی عبادت کرتے رہیے، جس طرح آپ اب تک کرتے رہے ہیں،

اور لوگوں کو بھی اس کی عبادت کی طرف بلاتے رہیے، کیونکہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ

لا شریک و بے مثال ہے اس لیے عبادت و بندگی بھی صرف اور صرف اسی کو سزاوار ہے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق میں سے معبود تجویز کر رکھے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ معبود ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں گے، تو ان کا یہ گمان اور عقیدہ بالکل لغو اور باطل ہے۔ بے شک قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے اور اہل ایمان کے درمیان اس معاملے میں فیصلہ کر دے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اہل ایمان و توحید کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اہل شرک کو ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں ڈال دے گا۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو ان بد نصیبوں کی گمراہی اور ہلاکت پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہرگز راہ راست پر نہیں لاتا جو جھوٹا اور نافرمان ہو۔ اگر بالفرض محال اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ظاہر ہے وہ اپنی مخلوق ہی میں سے جس کو چاہتا چن لیتا۔ پھر وہ بھی مخلوق ہی ہوتا اور اللہ کی جنس سے نہ ہوتا اور مخلوق کا اس کی اولاد ہونا محال ہے، سو اللہ کی طرف سے ایسا ارادہ کرنا بھی محال ہے۔ اس لیے بیٹے کا مخلوق ہونا یعنی باپ کی جنس سے نہ ہونا ایک بہت بڑا عیب ہے اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک اور مثیل نہیں۔ وہ زبردست اور قوت والا ہے، لہذا نہ اس کی طرف اولاد کی نسبت کی جاسکتی ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایسے شرک کرنے والے اس کی پکڑ اور عذاب سے بچ سکیں۔ (ابن کثیر ۴/۴۵، عثمانی ۴/۴۶، ۲/۴۴۷)

قدرت الہی کے مظاہر

۵-۶: خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَانزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمِينَةَ أَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِى ظُلُمٍ ثَلَاثٍ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآفَىٰ تُصَرِّفُونَ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا۔ وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے (ان میں سے)

ہر ایک مقررہ مدت تک چلتا رہے گا۔ آگاہ ہو جاؤ وہی زبردست (اور گناہوں کو) بخشے والا ہے۔ اس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لیے موشیوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے (پیدا کئے) وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین تاریکیوں کے اندر ایک کیفیت سے دوسری کیفیت پر بناتا رہتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی حکومت ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر تم کہاں (حق سے) پھرے جا رہے ہو۔

يُكْوِّرُ: وہ لپیٹتا ہے، وہ چڑھاتا ہے، وہ تیرتا ہے۔ قُكْوِرُ سے مضارع۔

مُسَمًّى: معین، مقرر کیا ہوا، نام رکھا ہوا۔

تُضَرَّفُونَ: تم پھرے جاتے ہو۔ صَرْفٌ سے مضارع مجہول۔

تشریح: ہر چیز کا خالق و مالک اور ہر چیز پر حاکم و قابض صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی نے آسمان و زمین کو حکمت سے پیدا کیا۔ وہی رات کی تاریکی کو دن کی روشنی پر لپیٹ دیتا ہے جس سے دن غائب ہو جاتا ہے اور دن کی روشنی کو رات کی تاریکی پر لپیٹ دیتا ہے جس سے رات غائب ہو جاتی ہے۔ اسی نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مقررہ وقت تک یعنی قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا اور اس نظام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ آگاہ ہو جاؤ جو لوگ ان دلائل کے باوجود اس کی توحید پر ایمان نہیں لاتے وہ ان کو عذاب دینے کے لیے زبردست قدرت و طاقت والا ہے اور جو لوگ کفر و شرک کو چھوڑ کر اس پر ایمان لے آئے ہیں تو وہ ان کو بڑا بخشے اور معاف کرنے والا ہے۔

اس نے تم سب کو ایک ہی جان یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا یعنی حضرت حوا کو پیدا کیا۔ اسی نے تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ نر و مادہ اتارے، یعنی بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ۔ وہ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین تین اندھیروں میں تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت میں بناتا رہتا ہے، پہلے نطفہ، پھر خون بستہ (علقہ)، پھر لوتھڑا (مضغہ)، پھر گوشت پوست اور ہڈیاں اور پھر روح پھونک کر زندہ انسان کی شکل میں تمہیں ان تین اندھیروں سے باہر لاتا ہے۔ سو جس نے آسمان و زمین کو اور خود تمہیں اور تمہارے اگلے پچھلوں کو پیدا کیا ہے وہی رب ہے۔ اسی کا ملک ہے، وہی ہر چیز میں متصرف ہے اور وہی عبادت

کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت میں کیوں لگے ہوئے ہو۔

اللہ کی بے نیازی اور انسان کی ناشکری

۸-۷: **إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا يَزِدُّ إِذْرَاءَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّهُمْ كَانُوا فِي بُرَىٰ الْأَرْضِ لَا يَنْصُرُهُمُ اللَّهُ لَكُنْزُهُمْ فِي هَيْدَرِهِمْ فَظَرُّوا رَبَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ وَالْآخِرَةِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ**

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۖ

اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر تم سب کو اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے تھے یقیناً وہ دلوں کی باتوں سے واقف ہے۔ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکارتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے (اللہ کو) پکار رہا تھا اور اللہ کے شریک بنانے لگتا ہے، تاکہ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے گمراہ کرے۔ آپ کہہ دیجئے کہ (اے کافر!) اپنے کفر کا فائدہ کچھ دن اور اٹھا لے (بالآخر) تو دوزخیوں میں سے ہوگا۔

مُنِيبًا: رجوع کرنے والا، گڑ گڑانے والا۔ اِنَابَةً سے اسم فاعل۔

خَوَّلَهُ: اس نے اس کو دیا، اس نے اس کو عطا کیا۔ تَخَوَّلَ سے ماضی۔

اَنْدَادًا: شریک، ہم سفر، مقابل۔ واحد ند۔

تشریح: کسی کے ایمان و اقرار سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع اور کسی کے کفر و انکار سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اس لیے کہ وہ سب سے بے نیاز ہے اس کو کسی کے ایمان و انکار اور طاعت و عبادت کی پرواہ نہیں البتہ وہ کفر و نافرمانی پسند نہیں کرتا اور نہ وہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہے لیکن اگر تم شکر و اطاعت کرو گے تو وہ تم سے خوش ہوگا اور تمہیں اپنی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ قیامت کے روز کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی کے کام آئے گا۔ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا۔ اس لیے تمہارے کئے کا وبال بھی تم پر ہی پڑے گا۔ تمہارے کافر رہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نقصان نہیں وہ تو تمہارے ہی فائدے کے لیے تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ آخر کار سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے اس وقت وہ تمہیں تمہارے تمام اعمال کے بارے میں بتا دے گا کیونکہ وہ لوں کے بھید جانتا ہے اور تم اس کے سامنے اپنے کسی عمل کا انکار نہ کر سکو گے۔

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ نہایت عاجزی و انکساری اور تضرع و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس سے فریاد کرتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور فرما دیتا ہے اور اپنی طرف سے اس کو نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اپنی گریہ و زاری اور دعا کو بھول کر ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا مصیبت کے وقت اس نے اللہ کو پکارا ہی نہ تھا۔ پھر وہ اللہ کے شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اپنی گمراہی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے بھٹکا دے۔ آپ ایسے شخص سے کہہ دیجئے کہ تو اپنے کفر کا فائدہ کچھ دن اور اٹھالے کیونکہ دنیا کا آرام و آسائش اور لذت و راحت بہت قلیل اور فانی ہے۔ آخر کار تجھے جہنم میں جانا ہے جہاں کا عذاب شدید اور ابدی ہوگا۔ اور اس سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ (مظہری ۱۹۸، ۱۹۹/۸)

فرماں بردار و نافرمان

۹: اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اَنَاءَ الْاَيْلِ سَاجِدًا وَّ قَائِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةً رَّبِّهِ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝

بھلا جو شخص راتوں کو سجدے اور قیام کی حالت میں رہتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو (وہ بہتر ہے یا کافر) آپ کہہ دیجئے

کہ علم والے اور بے علم کہیں برابر ہوتے ہیں۔ بیشک اہل عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

قَابِثٌ : بندگی کرنے والا، عاجزی کرنے والا، مقررہ عبادت کو پورا پورا ادا کرنے والا۔ قُنُوت سے اسم فاعل۔

يَحْذَرُ : وہ ڈرتا ہے، وہ بچتا ہے۔ حَذَرٌ سے مضارع۔

شان نزول : اس آیت کے شان نزول میں متعدد روایتیں ہیں۔ ممکن ہے یہ آیت ان سب حضرات کے حق میں نازل ہوئی ہو جن کا ذکر مندرجہ ذیل روایات میں آیا ہے۔ ضحاک کی روایت میں ابن عباس کا قول آیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

کلبی نے بروایت ابوصالح بیان کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول حضرت عمار بن یاسر کے حق میں ہوا۔

جویر نے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابن مسعود، حضرت عمار اور حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جویر نے عکرمہ کی روایت سے بیان کیا کہ اس آیت کا نزول حضرت عمار کے حق میں ہوا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ ضحاک نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اس کا نزول حضرت عثمان کے بارے میں ہوا۔ ابن ابی حاتم نے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔ کلبی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابن مسعود، حضرت عمار اور حضرت سلمان فارسی کے حق میں نازل ہوئی۔

(مظہری ۸/۲۰۰)

تشریح : جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں لگا ہوا ہے اور رات کے وقت جب عام طور پر دوسرے لوگ آرام و راحت کے ساتھ بستر پر منحوس خواب ہوتے ہیں تو یہ شخص خواب و استراحت کی بجائے کبھی اللہ کی یاد میں سجدہ ریز ہوتا ہے، کبھی کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور دل میں آخرت کا خوف اور اس کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے، تو کیا ایسا شخص اس کے برابر ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت سے غافل اور شرک و نافرمانی میں مبتلا ہے۔ یقیناً یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ سو جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اور بندگی میں لگا ہوا ہے وہ اس کا محبوب اور پسندیدہ ہے۔ اس کے برعکس جو شرک و نافرمانی میں مبتلا ہے اور اللہ کو بھولے ہوئے ہے وہ اللہ کے نزدیک مغضوب اور قابل نفرت ہے۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کو بتا دیجئے کہ جس طرح علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے اور دونوں کا درجہ یکساں نہیں ہو سکتا اسی طرح مومن و کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ان حقائق سے نصیحت نہیں پکڑتے۔ ایسی باتوں سے تو صرف اہل عقل ہی عبرت حاصل کرتے ہیں۔

مسند احمد اور نسائی وغیرہ میں ہے کہ جس نے ایک رات میں سو آیتیں پڑھیں اس کے نامہ اعمال میں ساری رات کی قنوت لکھی جاتی ہے۔ (ابن کثیر ۴/۴)

ہجرت کے فضائل

۱۰-۱۱: قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَّارْضُ اللّٰهُ وَاَسْعَدُ ۚ اِنَّمَا يُوَفِّي الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱ قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّيْنَ ۝۲ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۳

آپ (میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے مومن بندو! تم اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لیے اچھا بدلہ ہے اور اللہ کی زمین بہت کشادہ ہے۔ بیشک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں، دین کو اسی کے لیے خالص کر کے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار بن جاؤں۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے مومن بندوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ تم اپنے رب سے اس طرح ڈرتے رہو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس کی اطاعت پر جمے رہو۔ پس جس نے اس دنیا میں خشوع و خضوع کے ساتھ نیک اعمال کئے ان کے لیے بہترین بدلہ ہے۔ اگر کافروں کی مزاحمت کی بنا پر کسی ملک میں تم اللہ کی طاعت و عبادت اچھی طرح اور سکون و اطمینان سے نہ کر سکو تو وہاں سے سکونت ترک کر کے دوسرے ملک ہجرت کر لو، جہاں آزادی سے اللہ کے احکام بجالا سکو۔ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ یقیناً اس طرح ترک وطن کرنے میں بہت سے مصائب برداشت کرنا پڑیں گے اور طرح طرح کے خلاف عادت و طبیعت امور پر صبر کرنا پڑے گا۔ ایسے لوگوں

کو اللہ تعالیٰ ناپ تول کے بغیر بے حساب اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

اصہبانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ترازو میں نصب کی جائیں گی اور نمازیوں کو لایا جائے گا اور وزن کے مطابق ان کو پورا پورا ثواب دیا جائے گا اور صدقہ (فرض و نفلی خیرات) دینے والوں کو لایا جائے گا۔ ان کو بھی وزن کے مطابق پورا پورا ثواب دیا جائے گا۔ حاجیوں کو لایا جائے گا۔ ان کو بھی وزن کر کے پورا ثواب دیا جائے گا اور جو لوگ اہل بلا یعنی دکھی اور دین کے لیے مصائب و شدائد اٹھانے والے ہوں گے ان کو بلایا جائیگا لیکن ان کے اعمال کے وزن کے لیے نہ کوئی ترازو کھڑی کی جائے گی اور نہ ان کے اعمال کا رجسٹر کھولا جائے گا بلکہ ان پر بے حساب ثواب کی بارش کی جائے گی یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو دنیا میں عافیت سے رہتے تھے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کے اجسام کو قینچیوں سے کاٹا جاتا۔ وہ لوگ اہل بلا کے ثواب کو دیکھ کر یہ تمنا کریں گے۔

آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ مجھے تو اللہ کی طرف سے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں خالص اللہ کی عبادت کروں جس میں شرک کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ ہو اور مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں طاعت کرنے والوں میں سب سے پہلا اطاعت گزار ہو جاؤں، یعنی اس امت میں سب سے پہلا فرماں بردار میں بنوں تاکہ اللہ کی اطاعت کرنے والا ہر بندہ میری فرماں برداری کو اپنے لیے نمونہ بنائے۔

(مواہب ۲۳۹، ۲۴۰/۲۳ مظہری ۲۰۱-۲۰۲/۸)

صریح خسارے والے

۱۶-۱۳: قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۝ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخَسِرَانُ الْمُبِينُ ۝ لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلُلٌ مِنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلُلٌ ۚ ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهَ بِهِ عِبَادَةً يُعْبَادُونَ فَاتَّقُوا ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے

خالص کر کے اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ سو تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرو۔ آپ کہہ دیجئے کہ حقیقی خسارے والے وہ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔ یاد رکھو یہی صریح خسارہ ہے۔ ان (مکفرین) کے لیے ان کے اوپر سے بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی۔ اسی (عذاب) سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ سوائے میرے بند و مجھ سے ڈرتے رہو۔

سُنْتُمْ : تم نے چاہا، تو نے ارادہ کیا۔ مَشِئْتُمْ سے ماضی۔

ظَلَّلَ : سائبان، بادل، مراد عذاب الہی۔ واحد ظِلَّة۔

يُخَوِّفُ : وہ خوف دلاتا ہے۔ وہ ڈراتا ہے۔ تَخْوِيفٌ سے مضارع۔

شان نزول : بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب مشرکین کی طرف سے آپ کو باپ دادا کا دین اختیار کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ (منظہری ۲۰۷/۱۰)

تشریح : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ اگر بالفرض میں اخلاص و فرماں برداری ترک کر کے تمہاری طرح شرک و بد اعمالیوں کی طرف مائل ہو جاؤں تو میں بھی قیامت کے دن کے عذاب سے نہیں بچ سکوں گا۔ اگر یہ لوگ پھر بھی نافرمانیوں سے باز نہ آئیں اور اللہ کی طرف رجوع نہ کریں تو آپ ان کو صاف صاف بتا دیجئے کہ میں تو اسی طرح اللہ کی عبادت کرتا رہوں گا اور اسی کے لیے اپنی عبادت خالص کرتا ہوں۔ سو تم لوگ اللہ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو تمہیں خود ہی اپنا انجام معلوم ہو جائیگا۔ بیشک قیامت کے روز پورے نقصان اور خسارے میں وہی لوگ ہوں گے جو نہ تو خود عذاب الہی سے نجات پاسکیں گے اور نہ ان کے اہل و عیال اور متعلقین کو کسی قسم کی راحت ملے گی۔ آگاہ ہو جاؤ یہی صریح خسارہ ہے جو کبھی دور نہ ہوگا۔ جہنم میں ان کے اوپر تلے آگ ہی آگ ہوگی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذٰلِكَ

يُخَذِّرُ الظَّالِمِينَ ﴿۳۱﴾

ان کے لیے دوزخ ہی کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ (اعراف: ۳۱)

اور ارشاد ہے:

يَوْمَ يَغْشَاهُمْ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ
وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٥﴾

قیامت کے دن انہیں نیچے اور اوپر سے عذاب ہو رہا ہوگا اور اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔ (العنکبوت: ۵۵)

پھر فرمایا کہ یہی وہ عذاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ سوائے میرے بندو! تم مجھ سے ڈرتے رہو اور میرے احکام کی بجا آوری میں لگے رہو ورنہ نافرمانوں کے لیے جو عذاب تیار ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ (ابن کثیر ۴/۲۸)

اہل طاعت کو خوشخبری

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ
الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿٥٦﴾ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ وَآوَلِيكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٥٧﴾

اور جو لوگ شیطین کی عبادت سے بچتے رہے اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے ان کے لیے بشارت ہے۔ سو آپ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ جو لوگ بات کو (غور سے) سنتے ہیں پھر اس میں سے جو بہتر ہو اس پر عمل کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی اہل عقل ہیں۔

شان نزول: حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ جب آیت لہا سبعة ابواب (الحجر: ۴۴) نازل ہوئی تو ایک انصاری نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے سات غلام ہیں۔ میں نے ایک ایک دروازے کے لیے ایک ایک غلام کو (علیحدہ علیحدہ) آزاد کر دیا، اس پر آیت فبشر عباد نازل ہوئی۔ عطاء نے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر ایمان لائے تو حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم آپ کے پاس آئے اور آپ کے اسلام کے بارے میں معلوم کیا۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ہاں میں ایمان لے آیا۔ اس پر یہ حضرات بھی مسلمان ہو گئے۔ ابن زید کا قول ہے کہ ان دونوں آیات کا نزول تین

آدمیوں کے متعلق ہوا جو عہد جاہلیت میں لا الہ الا اللہ کے قائل تھے ۱۔ زید بن عمرو بن نفیل یا سعید بن زید ۲۔ ابوذر غفاری ۳۔ سلمان فارسی۔ (مظہری ۲۰۳، ۲۰۴/۸)

تشریح: جو لوگ شیطان یعنی غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں اور نفس و شیطان سے منہ موڑ کر ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں تو ایسے لوگ ہی بشارت کے مستحق ہیں۔ یہ بشارت دنیا میں پیغمبروں کے ذریعے ہوتی ہے اور موت کے وقت فرشتے ان کو بشارت دیں گے۔ پھر جب جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بشارت دے گا۔ سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام الہی کو خوب توجہ سے سنتے ہیں اور اس کی بہترین باتوں پر عمل کرتے ہیں، کیونکہ اس کی ساری باتیں بہتر ہی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔

جنت کے بالا خانے

۱۹-۲۰: أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۚ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ۝

بھلا جس شخص پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا تو کیا آپ ایسے شخص کو بچا سکتے ہیں جو (علم الہی میں) دوزخ میں ہے۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے (جنت میں) بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان بالا خانوں کے نیچے ٹہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

تُنْقِذُ: تو رہا کرائے گا، تو چھڑائے گا، تو نجات دلائے گا۔ انْقَاذٌ سے مضارع۔

غُرَفٌ: جنت کے بالا خانے، اونچے مکان۔ واحد غُرْفَةٌ۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جن لوگوں کی بدبختی لکھی جا چکی اور جن پر ان کی ضد و عناد اور بد اعمالیوں کی بنا پر عذاب الہی کا حکم ثابت ہو چکا انہیں کوئی راہ راست نہیں دکھا سکتا اور نہ کوئی ان کو آگ سے بچا سکتا ہے۔ آپ بھی ان پر رنج و ملال نہ کریں اس لیے کہ جو شخص علم الہی میں دوزخ کے اندر ہے

آپ اسے عذاب الہی سے نہیں بچا سکتے، کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر کبھی ایمان نہیں لائے گا۔ البتہ جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں وہی انعامات الہی کے مستحق ہیں۔ انہی کے لیے جنت کے بالا خانے ہیں۔ ان بالا خانوں کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم مشرقی اور مغربی افق پر باقی رہ جانے والے چمکدار اور جگمگاتے ستاروں کو (دور سے) دیکھتے ہو۔ یہ صورت اہل جنت کے باہمی فرق مراتب کی ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مکان تو انبیاء کے ہوں گے جہاں دوسروں کی رسائی نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا نہیں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور (تمام) پیغمبروں کو سچا مانا (وہ مکان ان کے بھی ہوں گے)۔

(مظہری ۲۰۳، ۲۰۴/۸)

زمین کے چشمے

۲۱-۲۲ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنْبَاعٍ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ
يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُ ثُمَّ يَهِيبُهُ فَيَدْرُهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ
يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِّاُولٰٓئِی الَّذِیْنَ لَا یَلٰٓئِبُ ۙ اَفَمَنْ
شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ بِدِلّٰسَلَامٍ فَهُوَ عَلٰی نُوْدٍ مِّنْ رَّدِّهِ ۚ فَوَيْلٌ
لِّلْقٰسِیَةِ ۚ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۲۱
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسا یا پھر وہ اس کو زمین کے
سوتوں میں پہنچا دیتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے۔
پھر وہ (کھیتی) تیار ہو جاتی ہے تو تم اس کو زرد دیکھتے ہو۔ پھر وہ (اللہ) اس کو
ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ بیشک اہل عقل کے لیے اس میں نصیحت ہے۔ اللہ
نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف سے
روشنی میں ہے۔ سو خرابی ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر

نہیں ہوتے۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

يَنَابِعُ : چشمے، سوتے۔ واحد يَنْبُوعٌ۔

يَهْبِجُ : وہ خشک ہوتا ہے، وہ پک جاتا ہے، وہ تیار ہوتا ہے۔ يَهْبِجُ و يَهْبِجَانُ سے مضارع۔

حُطَامًا : ریزہ، ریزہ، چورہ چورہ۔

قَسِيَّةٌ : سخت ہونے والی، سیاہ ہونے والی قَسَاوَةٌ سے اسم فاعل۔

تشریح : کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اپنی قدرت سے وہ اس پانی کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے اور ضرورت کے وقت اس کو کسی سوت سے چشموں کی صورت میں جاری کر دیتا ہے جس سے زمین سیراب ہوتی ہے اور مختلف قسم کی کھیتیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر کچھ مدت کے بعد کھیتی خشک ہو کر زرد رنگ کی ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو ریزہ ریزہ کر کے بھوسہ بنا دیتا ہے۔ بلاشبہ عقلمندوں کے لیے اس میں بڑی نصیحت ہے۔ بے عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے، کیونکہ وہ تو چوپایوں سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں۔ بس یہی حالت دنیوی زندگی ہے کہ جس طرح اس کھیتی کی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی پھر زرد ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئی اسی طرح دنیا کی چہل پہل بھی چند روزہ ہے اس لیے آدمی کو اس عارضی بہار پر فریفتہ ہو کر اپنے انجام سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اسلام کی حقیقت و حقانیت کو پہچان کر اس کا فرمان بردار ہو گیا تو اس کو اپنے رب کی طرف سے ایک نور حاصل ہو گیا۔ کیا ایسا شخص اور اہل قساوت برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جس طرح زندہ و مردہ اور بینا و نابینا برابر نہیں اسی طرح یہ دونوں بھی برابر اور یکساں نہیں۔ سو جن لوگوں کے دل سخت ہو چکے ہیں اور وہ اللہ کی یاد سے غافل ہیں ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ (عثمانی: ۲/۴۵۱)

آیات قرآنی کی تاثیر

اللَّهُ نَزَلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانًى تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلَدُّ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُدًى مِنَ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝

اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں ملتی جلتی ہیں اور دہرائی جاتی ہیں (اس کے پڑھنے سے) ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد میں محو ہو جاتے ہیں۔ یہی اللہ کی ہدایت ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اس (قرآن) کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

تَقْشَعِرُّ : وہ کانپنے لگتی ہے۔ وہ لرزنے لگتی ہے۔ اَفْشَعْرَارٌ سے مضارع۔

جُلُودٌ : جلدیں، کھالیں، چمڑے۔ واحد جلدۃ۔

تَلِينٌ : وہ نرم ہو جاتی ہے۔ لَین سے مضارع۔

تشریح : اللہ تعالیٰ نے قرآن کی صورت میں ہر اعتبار سے سب سے اچھا کلام نازل فرمایا ہے۔ اس کی تمام آیتیں اور سورتیں صحت، معنی، حسن عبارت اور افادہ عام میں باہم متشابہ یعنی ایک جیسی اور بار بار دہرائی جانے والی ہیں۔ کوئی آیت دوسری آیت کی تکذیب نہیں کرتی۔ تمام آیات باہم تصدیق کرتی ہیں۔ اس کے احکام اور علوم میں نہ باہم اختلاف ہے اور نہ تضاد اور نہ تفاوت و فرق۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ اسی قادر مطلق اور خالق کل کا کلام ہے جس نے اس کائنات کو نہایت حسن و تناسب سے بنایا۔ اگر یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتی تو یقیناً اس میں جگہ تفاوت و اختلاف پایا جاتا۔ جیسے ارشاد ہے :

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا
كَثِيرًا ۝

اور اگر وہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت

اختلاف پاتے۔ (النساء: ۸۲)

اس کی آیات اس لیے ملتی جلتی رکھی گئی اور بار بار دہرائی گئی ہیں تاکہ کتاب کے مضامین دل و دماغ میں پختہ ہو جائیں اور انسان اپنی فکری اور ذہنی صلاحیتوں سے ان کو اپنی عملی زندگی میں داخل کر سکے۔ ظاہر ہے یہ مقصد کسی بات کو محض ایک دفعہ پیغام کے طور پر بیان کر دینے سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کو مختلف پیرایوں اور اسلوبوں کے ساتھ بار بار بیان کر کے ہی ذہن نشین کرایا جاسکتا

ہے۔ اس کتاب کی تاثیر یہ ہے کہ اس کی آیتوں کو سنتے ہی مومنوں کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور مزاؤں کے بارے میں پڑھ کر ان کے رو نگئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے دل انتہائی عاجزی اور گریہ و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ

بیشک مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ

اٹھتے ہیں۔ (انفال: ۲)

پھر فرمایا کہ یہی قرآن اللہ کی ہدایت ہے وہ جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت سے سرفراز

فرماتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ (مظہری ۲۰۷-۲۰۹/۸)

ظالموں کا انجام

۲۳-۲۶: أَفَمَنْ يَتَّقِ بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝ كَذَبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاْتَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَاِذَا أَقْبَمَ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

بھلا وہ شخص جو قیامت کے دن برے عذاب کو اپنے منہ پر روکے گا (اس کا کیا حال ہوگا) اور (اس روز) ظالموں سے کہا جائے گا کہ تم اپنے کئے کا مزہ چکھو۔ ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ پھر ان پر ایسی جگہ سے عذاب آیا کہ ان کے گمان میں بھی نہ تھا۔ سو اللہ نے ان کو دنیوی زندگی میں ہی رسوائی کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔

تشریح: یہاں دو شخصوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص تو ذلت و خواری کی اس حالت میں مبتلا ہوگا کہ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور عذاب الہی سامنے سے آرہا ہے۔ اس کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ سامنے سے آئیوالے عذاب کو ہاتھ کے ذریعے روک سکے۔ مجبوراً وہ اپنے چہرے ہی کو سامنے کرتے ہوئے اس عذاب کو دور کرنا چاہے گا۔ دوسرا شخص وہ ہوگا جس کا دل اللہ تعالیٰ نے اسلام

کے لیے کھول دیا تھا اور وہ اعزاز و اکرام اور انعامات کا مستحق ہوگا۔ ظاہر ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب تم اپنے ان اعمال کا مزہ چکھو جو تم اس سے پہلے دنیا میں کیا کرتے تھے۔

مشرکین مکہ کو ان باتوں پر یقین کر لینا چاہئے اگر وہ اب بھی تکذیب و انکار سے باز نہ آئیں تو ان کو جان لینا چاہئے کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی احکام الہی کا انکار کیا تھا اور اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تھی لیکن اللہ کا عذاب ان پر اس طریقے سے آیا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ ان کے سان و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس طرح بھی کوئی ناگہانی عذاب کسی قوم کو تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دنیوی زندگی میں ہی ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ جان لیتے کہ دنیا میں کتنی ہی قومیں ایسی گزری ہیں جو اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب و نافرمانی کی وجہ سے طرح طرح کے عذابوں سے تباہ کر دی گئیں۔

شُرک و توحید کی ایک مثال

۲۷-۳۱: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ قَرَأْنَا عَرَبِيًّا وَغَيْرَ ذِي عَوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّكَ مِيتٌ وَإِنَّهُمْ يَمُوتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ۝

یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (یہ) قرآن جو عربی زبان میں ہے اس میں کوئی کجی نہیں تاکہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔ اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) میں کئی بدخواہ شریک ہیں اور ایک دوسرا شخص ہے جو صرف ایک ہی کا غلام ہے۔ کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) یقیناً آپ کو بھی موت آنی ہے۔ پھر قیامت کے

روز تم سب اللہ کے سامنے اپنے اختلافات پیش کرو گے۔

مُتَشَكِّسُونَ: بدخو، ضدی۔ جھگڑالو۔ تَشَاكُسٌ سے اسم فاعل۔

تَخْتَصِمُونَ: تم لڑتے ہو، تم جھگڑا کرتے ہو۔ اخْتِصَامٌ سے مضارع۔

تشریح: چونکہ مثالوں سے باتیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ لوگ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

ارشاد ہے:

ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ

اللہ نے تمہارے لیے تمہاری ہی ایک مثال بیان فرمائی ہے (الروم: ۲۸)

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنَاسٍ لَّمْ يَعْقِلْهَا إِلَّا
الْعَلَمُونَ ﴿۳۰﴾

ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور علماء ہی ان کو پوری
طرح سمجھتے ہیں۔ (العنکبوت: ۴۳)

یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی اور کمی نہیں ہے۔ اس میں واضح اور روشن
دلیلیں ہیں تاکہ لوگ تقویٰ اختیار کریں اور عذاب کی آیتوں کو سامنے رکھ کر برائیوں سے بچیں اور ثواب
کی آیتوں کو پڑھ کر اعمال صالحہ میں محنت کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے موحد و مشرک کے فرق کو واضح کرنے کے لیے ایک مثال بیان کی کہ ایک
شخص غلام ہے۔ اس کے بہت سارے مالک ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ہر ایک
چاہتا ہے کہ وہ اس کی خدمت کرے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے وہ کسی کی بھی اطاعت نہ کر سکے گا۔
اس کے برعکس دوسرا غلام وہ ہے جو صرف ایک ہی شخص کی ملکیت ہے۔ اس کے سوا اس پر کسی اور کا
اختیار نہیں۔ کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح موحد جو صرف ایک اللہ کی
عبادت کرتا ہے اور مشرک جس نے بہت سے معبود بنائے ہیں، یہ دونوں بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ پس
ہر طرح کی حمد و ستائش کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ایسی صاف اور روشن مثال کے بیان پر بھی اسی کی حمد و
ثنا بیان کرنی چاہیے کہ اس نے شرک کی برائی اور توحید کی خوبی اپنے بندوں کو اچھی طرح ذہن نشین

کرادی لیکن اکثر لوگ یہ باتیں جانتے ہی نہیں۔

اس دنیا سے سب جانے والے ہیں، ہر ایک کی موت یقینی ہے اور آخرت میں سب جمع ہونے والے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ مشرکوں اور موحدوں میں فیصلہ کر دے گا۔ اور حق ظاہر ہو جائے گا کیونکہ اس سے اچھا فیصلہ کرنے والا اور اس سے زیادہ علم والا کوئی نہیں۔ اس دن ایمان و اخلاص اور توحید و سنت والے نجات پائیں گے اور کفر و شرک والے سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

(ابن کثیر ۵۲، ۵۳/۴، مظہری ۲۱۰/۸)

سب سے بڑا ظالم

۳۲-۳۵: فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَبَ بِالْصِّدْقِ
إِذْ جَاءَهُ الْيُسُفُ فِي جَهَنَّمَ مَتَوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝ وَالَّذِي جَاءَ
بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ لَهُمْ مَا
يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ لِّلْكَافِرِ
اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيهِمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ
الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بولے اور جب سچ اس کے پاس پہنچ جائے تو اسے جھٹلائے۔ کیا (ایسے) منکروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے۔ اور جو سچی بات لایا اور جس نے اس کو سچ جانا تو یہی لوگ (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔ ان کے رب کے پاس ان کے لیے ہر وہ چیز ہے جو وہ چاہیں گے۔ نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے تاکہ اللہ ان کے برے عملوں کو جو انہوں نے کئے تھے ان سے دور کر دے اور جو نیک اعمال وہ کرتے تھے ان کا اجر ان کو عطا فرما دے۔

تشریح: مشرکین نے اللہ تعالیٰ پر بہت سے جھوٹ بولے تھے اور طرح طرح کے الزام لگائے تھے۔ کبھی وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے، کبھی فرشتوں کو اس کی لڑکیاں کہتے، کبھی مخلوق میں سے کسی کو اس کا بیٹا کہتے، اللہ تعالیٰ ایسے تمام امور سے بلند و بالا اور پاک ہے۔ اس کے علاوہ ان میں ایک بد خصلت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام پر جو کچھ نازل ہوتا یہ اس کی

تکذیب کرتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہیں اور ظالموں اور حق سے منہ موڑنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو سچائی کو لایا یعنی جبریل علیہ السلام اور جس نے اسے سچا مانا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وہ شخص جو کلمہ توحید کا اقرار کرے، تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی اتباع کرنے والے سب اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جاء بالصدق سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیوں کہ وہ اللہ کی طرف سے دین اسلام اور قرآن دنیا میں لائے اور صدق بہ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق یا تمام اہل اسلام ہیں، مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے گو اس میں یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ داخل ہیں بلکہ جو بھی کلمہ توحید کی طرف بلائے اور احکام الہی کی تعلیم دے اور جو اس کو قبول کرے وہ سب اس میں داخل ہیں۔ یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں جو اللہ سے ڈرتے رہے اور کفر و شرک سے بچتے رہے۔ ان لوگوں کے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔ یہ صلہ اور انعام ان کے لیے اس لیے تجویز کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے برے اعمال کی سزا کو معاف کر دے اور ان کے بہترین کاموں کا جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے ان کو اجر و ثواب دے۔ (ابن کثیر ۴/۵۳، حقائق ۴/۱۵۹)

اللہ کی کفایت

۳۶-۴۰: أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔ یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرا رہے ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور اس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ زبردست انتقام لینے والا نہیں؟ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا)۔ آپ کہہ دیجئے کہ بھلا بتاؤ تو کہ تم اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے تو کیا وہ اللہ کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر وہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ تو کل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر اپنا کام کئے جاؤ، میں بھی کر رہا ہوں۔ سو بہت جلد تم جان لو گے کہ کس پر (دنیا میں) رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور (آخرت میں) اس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب نازل ہوگا۔

تشریح: مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بتوں سے ڈرایا کرتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کی توہین کر کے ان کو غصہ نہ دلائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو (معاذ اللہ) بالکل ہی خبطی اور پاگل بنا دیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا بندہ بن چکا ہو اس کو ان عاجزو بے بس بتوں سے کیا ڈر۔ بس اللہ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نصرت کے لیے کافی ہے۔ جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اللہ زبردست اور غالب ہے۔ اس پر بھروسہ کرنے والے کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اس کی طرف جھکنے والا کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔ اس سے بڑھ کر عزت و غلبہ والا کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی اس سے بڑھ کر انتقام پر قادر ہے۔ جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر و شرک کرتے ہیں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ انہیں سخت سزائیں دے گا۔ پھر مشرکین کی جہالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق کل ماننے کے باوجود باطل معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں، نہ وہ اللہ کی دی ہوئی کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ اس کی عطا کردہ روک سکتے ہیں۔ اس لیے ان سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کو یاد رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھ تو ہر وقت اسے اپنے پاس پائے گا، آسانی کے وقت اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار رہ، وہ سختی کے وقت تیرے کام آئے گا، کچھ مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرنی ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر۔ یقین جان کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ کا ارادہ نہ ہو تو وہ سب مل کر تجھے ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ سب جمع ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں جو اللہ نے مقدر میں نہ لکھا ہو تو وہ ہرگز نہیں پہنچا سکتے۔ صحیفے خشک ہو چکے اور قلم اٹھالیے گئے۔ یقین اور شکر کے ساتھ نیکیوں میں مشغول رہا کر اور جان لے کہ تکلیفوں پر صبر کرنے میں بہت بھلائیاں (نیکیاں ملتی) ہیں اور یہ کہ (اللہ کی) مدد صبر کے ساتھ ہے اور فراخی رنج و تکلیف کے ساتھ ہے اور ہر تنگی اپنے ساتھ آسانی کو لیے ہوئے ہے۔

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے، تو کل کرنے والے اسی کی پاک ذات پر توکل کرتے ہیں اور میں بھی اسی پر توکل کرتا ہوں اس لیے مجھے نہ تمہاری دھمکیوں کی پرواہ ہے اور نہ تمہارے باطل معبودوں کا خوف۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سب سے زیادہ قوی ہونا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اور جو سب سے زیادہ غنی بننا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ اس چیز پر زیادہ اعتماد رکھے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے بہ نسبت اس چیز کے جو خود اس کے ہاتھ میں ہے اور جو سب سے زیادہ بزرگ ہونا چاہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم ان کھلے اور واضح دلائل و براہین کے باوجود اپنی روش سے باز نہیں آتے تو تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو اور میں بھی اپنے طریقے پر عمل پیرا ہوں۔ پھر بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں کون ذلت و رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور کون آخرت کے دائمی عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے ہی سال بدر کے مقام پر اللہ نے مشرکوں کو ایسا ذلیل و رسوا کیا کہ ہر قسم کے سامان حرب و ضرب سے لیس اور تعداد میں تین گنا ہونے کے باوجود تین سو بے سر و سامان مسلمانوں کے ہاتھوں نامور سرداروں اور سپہ سالاروں سمیت ان کے بہتر آدمی قتل ہوئے۔ آخرت کی ذلت اور دائمی عذاب اس کے علاوہ ہوگا۔

نیند کی حقیقت

۴۱-۴۲: اِنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ
وَمَنْ ضَلَّ فَانَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٌ
اَللّٰهُ یَتَوَفٰی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ
مَنَامِهَا فِیْ سُبْحِ الْقَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتُ وَاِیْرَسِلُ
اِلَآ اٰخَرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّیؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
یَتَفَكَّرُوْنَ ۝

پیشک ہم نے یہ کتاب لوگوں (کی ہدایت کے لیے) حق کے ساتھ آپ پر
نازل کی۔ سو جو شخص راہ راست پر آئے گا تو اپنے ہی لیے (آئے گا) اور جو
گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر پڑے گا اور (اے رسول) آپ ان
کے ذمہ دار نہیں۔ اللہ روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کو موت نہیں
آئی ان (کی روحوں) کو ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ پھر جن پر
موت کا حکم لگ چکا ہے ان کو تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں کو) ایک
مقررہ مدت تک کے لیے (واپس) بھیج دیتا ہے۔ پیشک غور کرنے والوں
کے لیے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے یہ قرآن حق و صداقت کے ساتھ لوگوں کے نفع کے لیے
آپ پر نازل فرمایا ہے۔ اب جو شخص راہ راست پر آئے گا تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے آئے گا۔ اسی
طرح جو شخص اس سے اعراض کر کے غلط راہ پر چلے گا وہ بھی اپنا ہی نقصان کرے گا۔ آپ پر اس کی کوئی
ذمہ داری نہیں۔ آپ کا کام تو صرف اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچا دینا تھا سو وہ آپ نے پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ
ہی ہر چیز کا مالک و خالق ہے اس لیے وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا رہتا ہے۔ وہی وفات
کبریٰ کے وقت فرشتوں کے ذریعے روح کو قبض کرتا ہے اور وفات صغریٰ جو نیند کی حالت میں واقع
ہوتی ہے وہ بھی اسی کے قبضے میں ہے۔ نیند کی حالت میں وفات یعنی روح قبض ہونے کا مطلب یہ ہے
کہ نیند میں حواس تو معطل کر دیئے جاتے ہیں مگر حیات باقی رہتی ہے۔ پس جب کسی کی موت کا وقت

آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے بھیج کر اس کی روح قبض فرمالیتا ہے۔ پھر اس کی روح دنیا میں دوبارہ کبھی نہیں آتی۔ جس شخص کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا اللہ تعالیٰ اس کو بھی خیمہ کی حالت میں موت دے دیتا ہے۔ یہ عمل ہر شخص کے ساتھ روزانہ ہوتا ہے خواہ وہ ایسا شخص ہو جس کی طبعی موت کا وقت آگیا ہے یا ایسا ہو جس کی دنیوی حیات کا کچھ حصہ ابھی باقی ہے۔ پس جس شخص کی موت کا طبعی وقت خیمہ کے دوران آجاتا ہے تو اس کی روح کو روک لیا جاتا ہے۔ اب وہ اس دنیاوی زندگی میں اپنے بدن میں کبھی نہیں آئے گی۔ البتہ جس شخص کی طبعی موت کا وقت ابھی نہیں آیا اس کی روح کو بیداری کے وقت اس کے جسم میں دوبارہ داخل کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی مقررہ مدت تک دنیا میں رہے۔ بلاشبہ روحوں کو قبض کرنے اور رہا کرنے کے معاملے میں ان لوگوں کے لیے قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

(مواہب الرحمن ۷/۸، ۲۴)

سفارش کی حقیقت

۲۴-۲۵: اِمَّا تَخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ قُلْ اُولٰٓئِكَ لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۚ لَذٰلِكَ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَاِذَا ذُكِّرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِّرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهِ اِذَا هُمْ يَسْتَبِشِرُوْنَ ۝

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارش کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں (پھر بھی سفارش کریں گے) آپ کہہ دیجئے کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی حکومت ہے۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ ہونے لگتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جائے تو وہ یکا یک خوش ہو جاتے ہیں۔

اِتَّخَذُوا: انہوں نے مقرر کیا، انہوں نے اختیار کیا، انہوں نے بنایا۔ اِتَّخَذَ سے ماضی۔

اَشْمَازُٹ : وہ رک جاتی ہے۔ وہ تنگ ہو جاتی ہے اس نے نفرت کی، اَشْمِيزَاڑ سے ماضی۔
تشریح: مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور باطل معبودوں کو اپنے لیے سفارشی مقرر کر رکھا ہے۔ ان کو اپنے معبودوں پر کامل بھروسہ اور اعتماد ہے کہ وہ ان کو کسی قسم کی تکلیف اور عذاب نہ پہنچے دیں گے، حالانکہ ان بتوں کو نہ کچھ اختیار و قدرت ہے اور نہ عقل و شعور اور علم۔ وہ تو محض پتھر اور جمادات ہیں جو حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ پس جو معبود نہ علم رکھتے ہوں اور نہ ان کو کسی چیز کی ذرہ برابر قدرت ہو وہ کسی کی کیا سفارش کریں گے یا مصیبت کے وقت وہ کسی کو کیسے بچائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تمام شفاعتوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر اس کے سامنے لب کشائی بھی کر سکے۔ وہی زمین و آسمان کا بادشاہ اور مالک و خالق ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر حرکت تک نہیں کر سکتی۔ قیامت کے دن تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت تمہارے سب دھوکے اور فریب زائل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کے ساتھ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

ان کافروں کی حالت یہ ہے کہ کلمہ تو حید سن کر ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو ایمان و توحید سے نفرت ہے اور جب اللہ کے سوا اوروں یعنی بتوں وغیرہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل فوراً کھل اٹھتے ہیں اس لیے کہ کفر و شرک ان کے دلوں میں رچا بسا ہوا ہے۔

مشرکین کی بے بسی

۴۸-۴۹: قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝
وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۝ وَبَدَأَ اللَّهُمَّ مَنْ اللَّهُ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ۝ وَبَدَأَ اللَّهُمَّ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے،

پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو روئے زمین پر ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو تو قیامت کے روز اپنے آپ کو بدترین عذاب سے بچانے کے لیے وہ سب دے ڈالیں (تب بھی) اللہ کی طرف سے ان کو وہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔ اور ان پر ان کے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے۔ اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ انہیں آگھیرے گا۔

بَدَّالَهُمْ : وہ ظاہر ہو گیا، وہ کھل گیا۔ بَدَّوْا اور بَدَّوْا سے ماضی۔

حَاقَ : اس نے گھیر لیا، وہ نازل ہوا۔ حَقِيقُ سے ماضی۔

تشریح: مشرکین کی توحید سے نفرت اور شرک سے محبت کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ صرف اللہ واحد واحد ہی کو پکاریے جو آسمان و زمین کا خالق ہے۔ اس نے انہیں اس وقت پیدا کیا جب ان کا کوئی نمونہ تک نہ تھا۔ وہ ظاہر و باطن کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ قیامت کے روز جب یہ لوگ اپنی قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہوں گے اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ان امور کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ دنیا میں اختلاف کرتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ اس دعا کو پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے نے مجھ سے عہد لیا ہے سو اس کو پورا کرو۔ پھر اس کو جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اِنِّیْ اَعْهَدُ
اِلَيْكَ فِیْ هَذِهِ الدُّنْيَا اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا
شَرِیْكَ لَكَ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ . فَاِنَّكَ اِنْ
تَكَلَّمْتَ اِلٰی نَفْسِیْ تَقْرُبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّیْ لَا
اَتَّقِیْ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْنِیْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُوفِّیْنِیْهِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ،
اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

اے اللہ! آسمان و زمین کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والے، اے غائب و

حاضر کے جاننے والے میں اس دنیا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اگر تو مجھے میری ہی طرف سوچ دے گا تو میں برائی سے قریب اور بھلائی سے دُور جا پڑوں گا۔ اے اللہ مجھے صرف تیری رحمت کا سہارا اور بھروسہ ہے۔ پس تو بھی مجھ سے عہد کر جس کو تو قیامت کے دن پورا کر دے۔ یقیناً تو عہد شکن نہیں۔

اگر بالفرض قیامت کے دن ان مشرکین کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان کے ساتھ اتنی ہی اور بھی ہوں تب بھی یہ اپنے آپ کو بدترین عذابوں سے بچانے کے لیے ان تمام چیزوں کو اپنے فدیے میں دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے لیکن اس دن ان سے کوئی فدیہ اور بدلہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اس دن وہ اللہ کے ایسے ذلت آمیز عذابوں سے دوچار ہوں گے کہ کبھی ان کو خیال بھی نہ گزرا تھا۔ وہ اپنے تمام گناہوں اور بد اعمالیوں کی سزا اپنے آگے موجود پائیں گے اور جس عذاب کا وہ دنیا میں مذاق اڑاتے تھے وہ آکر ان کو گھیر لے گا۔ (ابن کثیر ۴/۵۶)

مشرکین کی دو عملی

۵۲-۴۹: فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۖ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِن أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قَدْ قَالُوا الَّذِينَ مِّنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارنے لگتا ہے۔ پھر جب ہم

اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرمادیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بنا پر ملی ہے، بلکہ یہ ایک آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔ ان سے پہلے (گزرے ہوئے) لوگ بھی یہی (بات) کہہ چکے ہیں۔ سوان کے کچھ بھی کام نہ آیا جو وہ کیا کرتے تھے۔ پھر ان کی تمام بد اعمالیاں ان پر آپڑیں اور ان (مشرکین مکہ) میں سے بھی جو لوگ ظالم ہیں ان پر بھی ان کی بد اعمالیاں بہت جلد آپڑیں گی اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

خَوَّلْنَاهُ : ہم نے اُس کو دیا، ہم نے اس کو عطا کیا۔ تَخَوَّلَ سے ماضی۔

يَقْدِرُ : وہ (رزق) تنگ کرتا ہے، وہ کم کرتا ہے۔ قَدَّرَ سے مضارع۔

تشریح : حقیقت یہ ہے کہ جب انسان پر کوئی مشکل وقت آتا ہے تو وہ اپنے باطل معبودوں کو چھوڑ کر نہایت آہ و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔ اور پوری طرح اس کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ لیکن جب مصیبت دور ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتا ہے تو وہ تکبر اور سرکشی کے ساتھ کہنے لگتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے اپنے علم و ہنر اور خوش تدبیری سے حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے رد میں فرماتا ہے کہ یہ نعمت اس کے علم و ہنر اور خوش تدبیری کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک آزمائش ہے تاکہ ہم دیکھ لیں کہ بندہ ہماری نعمت کا شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری لیکن اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں۔ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی مگر ان کی کوئی بھی تدبیر ان کو عذاب الہی سے بچانے میں ذرا کام نہ آئی۔ جس طرح وہ مصیبت و عذاب میں مبتلا ہوئے، اسی طرح ایک دن ان پر بھی ان کی بد اعمالیوں کا وبال آپڑے گا اور یہ اس سے بچ نہیں سکتے اور نہ یہ اللہ کو عاجز و بے بس کر سکتے ہیں۔ کیا انہیں اب تک یہ معلوم نہیں کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے سو رزق کی وسعت اور فراخی نہ حق کی دلیل ہے اور نہ غلبے کی نشانی اور نہ یہ کسی انسان کے ہنر اور علم پر موقوف ہے بلکہ یہ تو اللہ کی تقسیم اور دین ہے۔ عام مشاہدہ یہ ہے کہ بہت سے بے ہنر اور بے تدبیر لوگوں کے پاس مال و دولت کے

انبار ہیں اور بہت سے سمجھدار اور ہنر و تدبیر والے خسارے اور ناکامی سے دوچار رہتے ہیں۔ بیشک اہل ایمان کے لیے اس میں طرح طرح کی عبرتیں اور دلیلیں ہیں۔

بے پایاں رحمت

۵۳-۵۴: قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَدُنَّ مِنْ قَبْلُ اَنْ يَّاتِيَكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُوْنَ ۝

آپ (میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے (وہ بندو) جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، یقیناً اللہ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسی کی فرماں برداری کرتے رہو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔

تَقْنَطُوا: تم مایوس ہو، تم ناامید ہو۔ قُنُوْطٌ سے مضارع۔

اَنِيبُوا: تم رجوع ہو جاؤ۔ اِنَابَةٌ سے امر۔

شان نزول: حاکم نے حضرت ابن عمر کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ مسلمان ہونے اور ایمان لانے کے بعد جو لوگ مصائب میں مبتلا ہو کر اپنا دین چھوڑ بیٹھے ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو انہی لوگوں کے متعلق اللہ نے قل یعبادی الذین اسرفوا الخ نازل فرمائی۔ بغوی نے ابن عمرؓ کی روایت سے بیان کیا کہ اس آیت کا نزول عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید اور مسلمانوں کی ایک جماعت کے حق میں ہوا جو ایمان لے آئے تھے۔ پھر جب ان کو دکھ اور تکلیفیں دی گئیں تو وہ فتنہ میں پڑ گئے (اسلام چھوڑ بیٹھے)۔ ہم کہا کرتے تھے کہ اللہ ان کا کوئی عمل کبھی قبول نہیں کرے گا، نہ نفل، نہ فرض یعنی ان کی توبہ کسی طرح قبول نہ ہوگی۔ یہ لوگ پہلے تو مسلمان ہو گئے پھر دکھ تکلیف پہنچنے پر اپنا دین چھوڑ بیٹھے۔ اس پر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں صحیحین میں ہے کہ بعض مشرکین نے جو قتل اور زنا کے بھی مرتکب تھے آپ کی خدمت میں

حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کی باتیں اور آپ کا دین ہمیں ہر لحاظ سے اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بڑے بڑے گناہ جو ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان کا کفارہ کیا ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(منظہری ۲۲۱، ۲۲۲/۸)

تشریح: یہاں تمام نافرمانوں کو توبہ کی دعوت دی گئی ہے خواہ وہ مشرک اور کافر ہی ہوں نیز بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غفور رحیم ہے۔ وہ ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے اور ہر جھکنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے سابقہ گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ وہ کیسے ہی ہوں اور کتنے ہی ہوں۔ اس لیے ایمان لانے اور توبہ کرنے میں کوئی تامل و تردد نہیں ہونا چاہئے بلکہ فوراً دل سے اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس کی فرماں برداری کرنی چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا عذاب آجائے اور توبہ کی مہلت نہ ملے۔ اس وقت کہیں سے کوئی مدد نہیں آئے گی جو عذاب الہی سے بچا سکے کیونکہ جب عذاب الہی آجاتا ہے تو دفع نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آدمی مرنے سے پہلے پہلے بڑے سے بڑے گناہ یہاں تک کہ کفر و شرک سے سچی توبہ کر لے تو اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لیے کسی کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ اس آیت کو توبہ کے بغیر گناہوں کی بخشش کے معنی میں لینا صحیح نہیں اس لیے شرک توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی خدمت میں کچھ قیدی پیش کیے گئے۔ قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی جس کے پستانوں سے دودھ ٹپک رہا تھا اور وہ (ادھر ادھر) دوڑتی پھر رہی تھی۔ قیدیوں میں سے جو شیر خوار بچہ اس کو ملتا وہ اس کو لے کر اپنے پیٹ سے چمٹا لیتی اور دودھ پلاتی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ عورت کبھی اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے جبکہ وہ دوسروں کے بچوں سے اتنا پیار کر رہی ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ جب تک اس میں طاقت ہوگی وہ اپنے بچے کو کبھی آگ میں نہیں پھینکے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھے شخص نے لکڑی ٹیکتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت زیادہ ہیں۔ کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کی توحید کی گواہی نہیں دیتا۔ اس نے کہا ہاں اور آپ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔ (ابن کثیر ۵۸-۶۰/۴، مظہری ۲۲۶/۸)

کفار کی ندامت

۵۵-۵۹: وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمْ الْعَذَابُ بِغَتَّةٍ ۖ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٥﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يُحَسِّرُنِي عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّخِرِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَ تِلْكَ آيَتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٥٩﴾

اور تم اس بہترین (کتاب) کی اتباع کرتے رہو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل ہوئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے کہ افسوس اس کوتاہی پر جو میں اللہ کے حق میں کرتا رہا اور میں تو (دین کی) ہنسی ہی اڑاتا رہا یا یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے راہ حق دکھاتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا عذاب کو دیکھ کر کہنے لگے کہ کاش (دنیا میں) ایک بار پھر جانا ہو تو میں بھی نیک بندوں میں سے ہو جاؤں۔ ہاں تیرے پاس میری آیتیں پہنچ چکی تھیں سو تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو تھا ہی کافروں میں سے۔

بَغْتَةً: یکا یک، ایک دم، اچانک۔

فَرَّطْتُ: میں نے کوتاہی کی، میں نے تقصیر کی۔ تَفَرُّطٌ سے ماضی۔

كَرَّةً: لوٹ جانا، (دنیا میں) پھر جانا۔ مصدر ہے۔

تشریح: تمہارے رب نے جو بہترین ہدایت اور احکام (قرآن مجید) تمہارے پاس بھیجے ہیں تم ان کی پوری پوری اتباع کرو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب الہی آجائے اور تمہیں احساس و گمان بھی نہ ہو کہ یہ عذاب کہاں سے اور کیسے آگیا۔ آج اگر ایمان نہ لائے اور اللہ کے احکام کی اتباع نہ کی اور توبہ کے بغیر ہی مر گئے تو کل قیامت کے روز اپنی غفلت و کوتاہی اور احکام خداوندی کا تمسخر اڑانے پر

حسرت و افسوس ہوگا لیکن اس وقت یہ اظہار حسرت و افسوس کچھ کام نہ آئے گا، اس لیے یہ کہنے کی نوبت آنے سے پہلے ہی ایمان لے آؤ کہ کاش اللہ مجھے دنیا میں ہدایت دے دیتا تو میں بھی دنیا میں شرک و گناہ سے بچنے والوں میں سے ہو جاتا اور آخرت میں اللہ کے عذابوں سے بچ جاتا مگر میں اپنے اعمال و احوال کی وجہ سے ایمان کی دولت سے محروم رہا، یا کوئی شخص عذاب کو دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ کاش مجھے دنیا میں واپس جانے کا موقع مل جائے تو میں بھی نیک بندوں میں سے ہو جاؤں۔

خبردار اے منکر! یہ باتیں تجھے زیب نہیں دیتیں۔ نہ تو حق پوشیدہ اور مشتبہ تھا اور نہ تو ہی احمق و غافل تھا کہ حماقت و غفلت کا پردہ ہٹنے کے بعد تو حق و ہدایت کو قبول کر لیتا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تیرے پاس میری آیات پہنچی تھیں مگر اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ اللہ کے سامنے سر جھکانے کی بجائے تو نے ان کی تکذیب کی اور تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا اس لیے اب حسرتیں اور آرزوئیں بے سود ہیں۔

مکذبین کا انجام

۶۰-۶۱: وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ① وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ②

قیامت کے روز آپ ان کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جو اللہ پر جھوٹ بولتے رہے۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں اور جو لوگ اللہ سے ڈرتے رہے، اللہ ان کو کامیابی کے ساتھ نجات دے گا۔ انہیں کوئی برائی چھو بھی نہ سکے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

مُسْوَدَّةٌ: سیاہ کی ہوئی، کالی۔ اسوذاؤ سے اسم مفعول۔

مَثْوًى: رہنے کی جگہ، ٹھکانا۔ ثَوًى سے ظرف مکان۔

تشریح: قیامت کے روز دو طرح کے لوگ ہوں گے۔ ایک وہ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے، دوسرے وہ جن کے چہرے نورانی ہوں گے۔ جو لوگ دنیا میں اللہ پر دروغ بندی کرتے تھے، اللہ کے شریک ٹھہراتے تھے، اس کی اولاد مقرر کرتے تھے، فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہتے تھے، اس کی نافرمانی کرتے تھے، اس کے احکام کا تمسخر اڑاتے تھے، اس کے انبیاء کی تکذیب کرتے تھے اور اس کے فرماں

برداروں کی تذلیل و توہین کرتے تھے، قیامت کے روز ایسے لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور حق کو قبول نہ کرنے اور تکبر و خود نمائی کے وبال میں ان نافرمانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہاں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ بدترین سزائیں بھگتیں گے۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ کا خوف رکھتے تھے اور کفر و نافرمانی سے بچتے تھے ان کے چہرے نورانی ہوں گے۔ وہ اپنی کامیابی اور سعادت مندی کی وجہ سے جہنم کے عذاب اور ذلت و رسوائی سے بچے رہیں گے۔ ان کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے بلکہ نہایت امن و راحت کے ساتھ اللہ کی نعمتوں میں رہیں گے کیونکہ جنت تو نام ہی فرحت و راحت کا ہے۔ وہاں غم اور فکر و پریشانی کا تصور تک نہیں۔

حقیقی خسارے والے

۶۲-۶۳: اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۚ لَّهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۲﴾

اللہ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی خسارے میں ہیں۔

وکیل: وکیل، کارساز۔ وکیل سے صفت مشبہ۔

مقالید: کنجیاں، خزانے۔ واحد مقلد۔

تشریح: بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ہر جاندار و بے جان کا خالق و مالک اور ہر چیز کا نگہبان و کارساز ہے۔ تمام کاموں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ آسمان و زمین کے خزانوں کی کنجیاں بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی بھی اس کے خزانوں میں تصرف نہیں کر سکتا اس لیے وہ دنیا میں جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت و رحمت کے اور آخرت میں نجات و مغفرت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے بند کر دیتا ہے۔ اس کے کھولے ہوئے دروازے کو کوئی بند نہیں کر سکتا اور بند کئے ہوئے دروازے کو کوئی کھول نہیں سکتا۔ اس کے باوجود بھی جو لوگ ایمان نہ لائیں اور اللہ کی آیتوں اور اس کے احکام کا انکار کرتے رہیں تو وہی حقیقی خسارے میں ہیں۔ یہاں خسارے کو کافروں کے

ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مومن اگر دنیاوی آسائش و نعمت سے محروم بھی ہوں تب بھی ان کو آخرت میں دنیوی نعمتوں کا بدلہ ضرور ملے گا جو ایسی نعمتوں کی شکل میں ہوگا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گی اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں کچھ سنا ہوگا اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا۔ اس کے برعکس کافروں کو دنیا میں جو خوش نصیبیاں اور عیش و آرام حاصل ہوگا وہی آخرت میں ان کے لیے وبال جان بن جائے گا اور ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ وہ اس عذاب سے کبھی چھٹکارا پائیں گے اور نہ اس میں کچھ تخفیف ہوگی۔

آپ کو شرک کی دعوت

۶۶-۶۷: قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونَنِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ۝ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ بَلِ اللَّهُ فَاَعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اے نادانوں! کیا تم مجھے (بھی) اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے کو کہتے ہو۔ یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف بھی یہ وحی کی جا چکی ہے کہ (اے مخاطب) اگر تو شرک کرے گا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور تو خسارے میں پڑ جائے گا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور شکر گزار رہنا۔

شان نزول: طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا کہ قریش نے آپ کو اتنا مال دینے کی پیش کش کی کہ آپ مکہ میں سب سے زیادہ مالدار ہا ہو جائیں اور یہ بھی کہا کہ آپ جس عورت کو پسند کریں ہم اس کو آپ کی زوجیت میں دے دیں گے شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں۔ اگر آپ کو یہ منظور نہ ہو تو پھر ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں۔ اس پر سورة الکافرون اور یہ آیت قل الضعیر اللہ الخسیرین تک نازل ہوئی۔ (مظہری ۲۳۱/۸)

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان جاہلوں سے کہہ دیجئے کہ کیا تم تو حید ثابت ہو جائے

کے بعد بھی اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور النامیہ سے غیر اللہ کی عبادت کی فرمائش کر رہے ہو۔ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بلاشبہ آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے پیغمبروں کی طرف بھی وحی بھیجی جا چکی ہے کہ جو بھی شرک کرے گا یعنی جس طرح اسلام تمام سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اسی طرح ارتداد ساری گزشتہ نیکیوں کو اکارت کر دیتا ہے۔ ارتداد سے سابقہ اعمال اس وقت اکارت ہوں گے جب توبہ کئے بغیر ارتداد ہی کی حالت میں موت واقع ہو جائے۔ جیسے ارشاد ہے:

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ
فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا پھر حالت کفر ہی میں
مر جائے گا تو اس کے (گزشتہ نیک) اعمال اکارت ہو جائیں گے۔
(البقرہ: ۲۱۷)

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(بالفرض) اگر یہ (پیغمبر بھی) شرک کرتے تو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب
ضائع ہو جاتا۔ (انعام: ۸۸)

پس آپ تو اللہ ہی کی عبادت کرتے رہے اور اس نے جو انعام آپ پر فرمایا ہے اس کا شکر ادا کرتے رہیے۔ (ابن کثیر ۶/۴)

اللہ کی عظمت شان

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّتٌ بِيَمِينِهِ ۚ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں پہچانی جیسی قدر پہچانی چاہئے تھی (حالانکہ اس کی عظمت شان تو یہ ہے کہ) قیامت کے دن تمام سر زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

شان نزول: ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گزرا اور کہنے لگا ابوالقاسم! جب اللہ آسمانوں کو اس (انگلی) پر اور زمینوں کو اس پر اور سمندروں کو اس پر اور پہاڑوں کو اس پر رکھے گا تو آپ کا کیا خیال ہے (وہ پھر کیا کرے گا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن المنذر نے ربیع بن انس کی روایت سے بیان کیا کہ جب آیت وسع کرسیہ السموت و الارض نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کرسی ایسی (وسیع) ہے تو عرش کی کیا کیفیت ہوگی۔ اس پر آیت وما قدر واللہ حق قدرہ نازل ہوئی۔ (مظہری ۲۳۲، ۲۳۳/۸)

تشریح: اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق اس کی عظمت و توحید پر ایمان لانا اور شرک سے اجتناب کرنا ہے اس لیے جو لوگ شرک کرتے ہیں حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدر و منزلت کو نہیں پہچانتے حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر عزت و غلبے والا ہے۔ اس سے زیادہ بادشاہت والا اور اس سے بڑھ کر غلبہ و قدرت والا کوئی نہیں اور نہ کوئی اس کا ہمسرا اور برابر بننے والا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ قیامت کے روز ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ جس ذات کی ایسی ہمہ گیر قدرت ہے وہ ان مشرکوں کے ہر شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

یہ آیت تشابہات میں سے ہے۔ اس کی حقیقی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس سے اللہ کی عظمت عالیہ اور قدرت کاملہ پر تنبیہ کرنا اور یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ عظیم الشان کام جہاں انسانی فہم حیرت میں پڑ جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہیں اور پوزی کائنات کی شکست و ریخت اس کے لیے ذرا دشوار نہیں۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا (آج) میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔ (مظہری ۲۳۲، ۲۳۳/۸)

قیامت کی ہولناکیاں

۶۸-۷۰ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ

يَنْظُرُونَ ۝ وَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتَابُ
وَ جِئْنَا بِالنَّبِيِّينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ
وَ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ
أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب بے
ہوش ہو کر گر پڑیں گے سوائے اس کے جس کو اللہ چاہے۔ پھر (جب) دوبارہ
صور پھونکا جائے گا تو سب ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے اور (حشر کی)
زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا اور
نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا
جائے گا اور ان پر (ذرا) ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ
دیا جائے گا اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

نَفِخَ : وہ پھونکا گیا۔ نَفِخَ سے ماضی مجہول۔

صَفَقَ : ان کے ہوش اڑ جائیں گے، وہ بے ہوش ہو جائیں گے۔ صَفَقَ سے ماضی۔

أَشْرَقَتْ : وہ روشن ہو گئی، وہ چمک اٹھی۔ اَشْرَقَ سے ماضی۔

تَشْرِیح : قیامت کے روز جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق
فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے گی سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے
بعد صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو دفعۃً سب کے سب ہوش میں آ کر اپنی قبروں سے نکل
کھڑے ہوں گے اور حیرت و استعجاب کے ساتھ چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ
اپنی شان کے مناسب نزول اجلال فرمائے گا تو اس کی تجلی اور نور سے میدان قیامت کی زمین روشن
ہو جائے گی اور حساب و کتاب کا دفتر کھول دیا جائے گا۔ اس وقت ہر ایک کا اعمال نامہ اس کے سامنے
رکھ دیا جائے گا، انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہوں کو بلایا جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام گواہی دیں گے
کہ ہم نے اللہ کے احکام پہنچائے تھے اور گواہوں میں ان کے ہاتھ پاؤں، فرشتے اور امت محمدیہ کے
لوگ ہوں گے جو ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

جب امت محمدیہ کے لوگ گواہی دیں گے تو منکرین کہیں گے کہ یہ لوگ تو ہمارے زمانے میں

موجود نہ تھے بلکہ بہت بعد میں پیدا ہوئے۔ پھر ہم پر ان کی گواہی کیسے جائز ہوگی۔ پس امت محمدیہ عرض کرے گی کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب میں ہمیں آگاہ فرمایا کہ تمام پیغمبروں نے اپنی امت کو پیغام حق پہنچایا۔ حاصل یہ کہ آیت میں شہداء سے مراد امت محمدیہ کے اصحاب عدل ہیں۔ اس طرح ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور کسی پر ذرا بھی ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔ نہ کسی کی بدیاں بڑھائی جائیں گی اور نہ کسی کی نیکیاں کم کی جائیں گی۔ ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اچھے یا برے اعمال سے خوب واقف ہے۔ (مظہری ۲۳۴، ۲۳۵، ۸، مواہب الرحمن ۴۵-۴۶/۵۰)

کافروں کا انجام

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ ذُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا
فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ
يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا
قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٤١﴾
قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَلِيدِينَ فِيهَا فَبَلَّسَ
مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٤٢﴾

اور (قیامت کے روز) کافروں کو گروہ درگروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور دوزخ کے محافظ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر تمہیں سناتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈرایا کرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہاں (آئے تھے) لیکن کافروں پر عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ (کافروں سے) کہا جائے گا کہ جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لیے اب اس کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ سو تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

وہ ہانکا گیا۔ سَوْفَ سے ماضی مجہول۔

زُمرًا: گروہ درگروہ، جوق در جوق۔ واحد زُمرۃ،

تشریح: قیامت کے روز کافروں کو گروہ درگروہ دھکے دے کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ جانوروں کی طرح دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ جیسے ارشاد ہے:

يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً ۖ هَٰذَا النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠﴾

اُس دن دھکے دے کر ان کو جہنم کی آگ کی طرف لایا جائے گا (ان سے کہا جائے گا) یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ (الطور: ۱۳، ۱۴)

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا ۖ وَ نَسُوقُ الْمَجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَرْدًا ۖ ﴿١١﴾

اُس روز ہم پرہیزگاروں کو رحمن کے مہمان بنا کر جمع کریں گے اور گناہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسا بانگیں گے۔ (مریم: ۸۵، ۸۶)

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمِّيًّا ۖ وَبُكْمًا وَصُمًّا ۖ مَا وَلَّهُمْ جَهَنَّمَ كُلًّا خَبَتْ زُدْنُهُمْ سَعِيرًا ﴿١٢﴾

قیامت کے دن ہم انہیں چہروں کے بل گھسیٹ کر لائیں گے۔ یہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جب اس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی تو ہم اسے اور تیز کر دیں گے۔ (الاسراء: ۹۷)

جس طرح دنیا میں جیل کا پھانک کھلا نہیں چھوڑا جاتا بلکہ جب کسی قیدی کو جیل میں داخل کرنا مقصود ہو تو اس وقت پھانک کھول کر اس کو داخل کیا جاتا ہے اور فوراً پھانک بند کر دیا جاتا ہے، اسی طرح جب دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو دوزخ کے دروازے کھول کر ان کو اس میں دھکیل دیا جائے گا اور اس کے بعد دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ اس وقت دوزخ کے نگران فرشتے ملامت کے طور پر ڈانٹ کر ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں سنایا کرتے تھے، اللہ کے احکام سکھایا کرتے تھے اور تمہیں اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ اس وقت کافر ذلت و لاچاری کے عالم میں جواب دیں گے کہ بیشک ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے اور انہوں نے ہمیں عذاب الہی سے ڈرایا لیکن ہم نے ان کی بات

نہیں مانی۔ آخر اللہ کی اٹل تقدیر سامنے آئی اور عذاب کا حکم ہم پر ثابت ہو کر رہا۔

فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝

پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے سولعت ہے دوزخیوں پر (الملک: ۱۱)

پھر ان کافروں سے کہا جائے گا کہ تم نے غرور میں آکر اللہ کی بات نہ مانی۔ اب ہمیشہ دوزخ

میں پڑے اس کا مزہ چکھتے رہو جو اللہ کے احکام کے مقابلے میں تکبر کرنے والوں کا بہت ہی برا ٹھکانا

ہے۔ (عثمانی ۴۶۴، ۴۶۵، ۲/۱، ابن کثیر ۶۵/۴)

مومنوں کا انعام

وَسَيُقَ الْذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا

جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ

عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ

الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ

الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ

حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ درگروہ جنت کی طرف لے

جائے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس

کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے محافظ ان سے کہیں گے کہ

تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ ہو سو تم ہمیشہ رہنے کے لیے اس میں داخل ہو جاؤ۔ وہ

کہیں گے کہ اللہ کا شکر جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور ہمیں اس زمین

کا وارث بنایا کہ جنت میں جہاں چاہیں رہیں سو (دنیا میں نیک) عمل کرنے

والوں کا کیا خوب بدلہ ہے اور آپ (اس دن) فرشتوں کو اللہ کے عرش کے

گرد و حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھیں گے اور

(اس دن) لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا

کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

طہم تم مزے میں رہے، تم خوشحال ہوئے، تم پاکیزہ ہوئے۔ طہب سے ماضی۔

حافین : حلقہ بنائے ہوئے، احاطہ کئے ہوئے گردا گرد۔ حف سے اسم فاعل۔

تشریح: جو لوگ دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے تھے اور اس کے احکام کی تعمیل میں لگے رہتے تھے قیامت کے روز ان کو نہایت عزت و اکرام کے ساتھ گروہ درگروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ جب یہ پل صراط پار کر کے جنت کے قریب پہنچیں گے جس کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے تو جنت کے محافظ فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم پر اللہ کی عنایتوں اور رحمتوں کے ساتھ سلامتی ہو اور خوش رہو اور اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔ یہاں نہ کسی قسم کی محنت و مشقت ہوگی اور نہ رنج و غم۔ مومن جنت کے اندر ایسی ایسی نعمتیں پائیں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گے اور نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا ہوگا اور وہ فرط مسرت اور جذبہ تشکر سے اللہ کی حمد اور شکر کرتے ہوئے کہیں گے کہ اس نے محض اپنے فضل سے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دیا اور ہمیں اس سرزمین جنت کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں۔ سو یہ نیک عمل کرنے والوں کا بہترین اجر و ثواب ہے۔

جب اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کے لیے نزول اجلال فرمائے گا تو اس وقت فرشتے اللہ تعالیٰ کی عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوئے ہوں گے اور اپنے رب کی حمد و تسبیح اور بڑائی میں مشغول ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس پر ہر طرف سے جوش و خروش کے ساتھ الحمد للہ رب العلمین کا نعرہ بلند ہوگا یعنی سب تعریفیں اسی اللہ کو سزاوار ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ (مظہری ۲۳۵، ۲۳۶، عثمانی ۲/۴۶۶)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة المؤمن

وجہ تسمیہ: اس سورت کی تیسری آیت میں جو لفظ غافر آیا ہے اسی کی نسبت سے اس کا نام سورہ غافر ہے۔ اس کو سورہ نمومن اور سورہ الطول بھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں ۹ رکوع ۸۵ آیات، ۱۰۹۹ کلمات اور ۴۹۶۰ حروف ہیں۔ ابن عباس، ابن الزبیر، مسروق اور سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباس اور قتادہ کہتے ہیں کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْ اٰیَاتِ اللّٰهِ سِیْئَۃً مِّنْ عِندِ اللّٰهِ وَیُحَادِّثُوْنَ فِیْہِیْ سِیْئَۃً مِّنْ عِندِ اللّٰهِ میں نازل ہوئی ہیں۔

بنیادی طور پر اس سورت کے مضامین اثبات توحید، وحی الہی کی حقانیت اور اثبات رسالت پر مشتمل ہیں۔ (مواہب الرحمن ۶۵، ۶۶، ۲۴/۲۴ روح المعانی ۳۹/۲۴)

بغوی نے اپنی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک مغز ہوتا ہے اور قرآن کا مغز نجم والی سورتیں ہیں۔ (مظہری ۲۳۹/۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے آیۃ الکرسی اور نجم المؤمن کا ابتدائی حصہ (الیہ المصیر تک) صبح کے وقت پڑھا تو اس روز وہ ہر برائی سے محفوظ رہا اور جس نے ان دونوں کو شام کے وقت پڑھا تو اس روز وہ صبح تک ہر برائی سے محفوظ رہا۔

نبیہتی نے شعب الایمان میں خلیل بن مرة کی روایت سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حوامیم سات ہیں اور جہنم کے دروازے بھی سات ہیں۔ پس جہنم کے ہر دروازے پر ان حوامیم میں سے ایک خم آکر کھڑی ہو جائے گی اور کہے گی اے اللہ اس دروازے سے ایسے بندے کو داخل نہ کرنا جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور مجھے تلاوت کرتا تھا۔ (روح المعانی ۴۰/۲۴)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: توبہ کی فضیلت، مکذبین کے انجام اور فرشتوں کی استغفار کا بیان ہے۔
- رکوع ۲: شروع میں کفار کی ابدی ہلاکت کا بیان ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حاکم اعلیٰ ہونا اور حشر کی ہولناکی مذکور ہے۔
- رکوع ۳: انبیاء کی تکذیب کا انجام اور فرعون کی شقاوت و بد بختی کا بیان ہے۔
- رکوع ۴: فرعون کی قوم میں سے ایک مرد مومن کی طرف سے اپنی قوم کو نصیحت و تنبیہ اور فرعون کے تکبر و سرکشی کا بیان ہے۔
- رکوع ۵: دنیا و آخرت کی حقیقت اور آل فرعون کا انجام مذکور ہے۔
- رکوع ۶: ابتدا میں انبیاء و مومنین کی نصرت بیان کی گئی ہے۔ پھر کائنات کی تخلیق کا بیان ہے۔
- رکوع ۷: انعامات خداوندی اور تخلیق کے انسانی مدارج بیان کیے گئے ہیں۔
- رکوع ۸: شروع میں مکذبین کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ سے فتح و نصرت کا وعدہ مذکور ہے۔
- رکوع ۹: انسانوں کے لیے چوپایوں میں منافع کا بیان ہے، پھر عذاب دیکھ کر منکرین کا ایمان لانا مذکور ہے۔

حروف مقطعات

حَمِّ

حَم: حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معنی و مراد اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

توبہ کی فضیلت

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ
وَقَابِلِ الثَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝

یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو غالب (اور) علم والا ہے۔ وہ گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی کی طرف (سب کو) واپس جانا ہے۔

عِقَابٌ : عقوبت، عذاب، سزا۔ مصدر ہے۔

الطُّولُ : مال، دولت، وسعت، قدرت۔ مصدر ہے۔

الْمَصِيرُ : لوٹنے کی جگہ، ٹھکانہ۔ صِیْرٌ سے اسم ظرف و مصدر مسمیٰ۔

تشریح: یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو زبردست ہے اور ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ اس پر کوئی ذرہ تک مخفی نہیں گو وہ کتنے ہی پردوں میں چھپا ہوا ہو۔ اسی لیے وہ اپنے بندوں کے ہر عمل کو پوری طرح جانتا ہے اور ہر عمل کا بدلہ دینے پر پوری طرح قادر ہے۔ اس کے باوجود وہ اہل ایمان کے گناہوں کو بخشا اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور جو اس سے بے پروائی کرے، اس کے سامنے سرکشی اور تکبر کرے اور دنیا کو پسند کر کے آخرت سے بے رغبت ہو جائے اور اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کو چھوڑ دے تو وہ اس کو سخت ترین سزا اور عذاب دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے، جیسے ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٩﴾ وَاِنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿٤٠﴾

آپ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں مغفرت کرنے والا (اور) مہربان بھی

ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک عذاب ہیں۔ (الحجر: ۴۰، ۳۹)

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جولا الہ الا اللہ کا قائل ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشنے والا ہے اور جولا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے وہ اس کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

بندوں پر اس کے انعام و احسان اس قدر ہیں کہ کوئی انہیں شمار بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ان کا شکر ادا کر سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بندے سے اس کی کسی ایک چھوٹی سے چھوٹی نعمت کا بھی پورا شکر ادا

نہیں ہو سکتا۔ اس جیسا کوئی نہیں بلکہ اس کی ایک صفت بھی کسی میں نہیں اس لیے صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ

ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ (ابن کثیر ۶۹، ۷۰، ۴/۲۴۰، مظہری ۲۴۰/۸)

مکذبین کا انجام

مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقْلُبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوا وَجَدُوا بِالْبَاطِلِ يُدْ حُضُوبِهِ الْحَقِّ فَأَخَذْتَهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝

کافر اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں سو (اے پیغمبر) ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ ان سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد دوسری جماعتوں نے بھی جھٹلایا اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اس سے دین حق کو ناکام بنا دیں سو میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا پھر (دیکھ لو) میری (طرف سے) کیسی سزا ہوئی۔ اور اسی طرح آپ کے رب کی بات کافروں پر ثابت ہو چکی کہ وہ دوزخی ہیں۔

تَقْلِبُهُمْ : ان کا چلنا پھرنا، ان کا لوٹ جانا۔ مصدر ہے۔

هَمَّتْ : اس نے ارادہ کیا۔ هم سے ماضی۔

يُدْ حُضُوبًا : وہ زائل کرتے ہیں، وہ ڈگمگاتے ہیں، وہ باطل کرتے ہیں۔ اذْ حَاضٍ سے مضارع۔

تشریح : حق ظاہر ہو جانے کے بعد اسے نہ ماننا اور اللہ کی آیات میں تناقص و اختلاف ثابت کرنا یا آیات متشابہات کی ایسی تاویلیں کرنا جو آیات محکمات یا متواتر احادیث کے خلاف ہیں، کافروں ہی کا کام ہے۔ بغوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

عمرو بن شعیب کے دادا سے روایت ہے کہ ایک روز میں دو پہر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دو آدمیوں کو ایک آیت (کے مفہوم) میں اختلاف کرتے ہوئے

سنا تو ہماری طرف نکل کر تشریف لائے۔ اس وقت چہرہ مبارک سے غصے کی علامات دکھائی دے رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔
(منظہری ۲۴۱/۸)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنی حکمت کے تحت جو ڈھیل دے رکھی ہے اور دنیا کے اعتبار سے جو یہ مال دار اور عزت والے ہیں اس سے کسی کو دھوکہ نہیں ہونا چاہئے کہ اگر یہ اللہ کے نزدیک برے ہوتے تو وہ ان کو اپنی نعمتیں کیوں عطا کرتا اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ اللہ کے عذاب سے ہمیشہ بچے رہیں گے۔ یہ تو ایک عارضی مہلہ ہے۔ ان کا آخری انجام تو جہنم ہی ہے جو بدترین جگہ ہے، جیسے ارشاد ہے:

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَقَادُ ۝

یہ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

(ال عمران ۱۹۷)

نَسَبَعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضَّطُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝

(دنیا میں) ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ دے رہے ہیں پھر ہم ان کو سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ (لقمن ۲۴)

پھر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا کہ آپ ان مشرکین و منکرین کی تکذیب کو خاطر میں نہ لائیں۔ ان سے پہلے قوم نوح نے پھر ان کے بعد دوسرے گروہ ہوں عاد و ثمود وغیرہ نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی تھی۔ یہی نہیں بلکہ سب نے اپنے اپنے زمانے کے نبی کو قید کرنا اور مار ڈالنا چاہا اور بعض اس میں کامیاب بھی ہوئے اور انہوں نے باطل طریقے سے جھگڑنا شروع کر دیا تا کہ اس طرح حق کو مٹا دیں بالآخر ہم نے ان کو سزا دینے کے لیے پکڑ لیا اور ہلاک کر دیا سو دیکھ لو ان کو کیسی سزا ملی۔ جس طرح ماضی میں گزری ہوئی قوموں پر اللہ کا عذاب آیا اسی طرح تمام کافروں کے حق میں آپ کے رب کا فیصلہ ہو چکا کہ وہ سب آخرت میں دوزخی ہوں گے۔ اللہ کے اس فیصلے سے ان مجرموں پر دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا عذاب آئے گا اور آخرت میں بھی یہ لوگ دوزخ میں چلیں گے۔

(ابن کثیر ۷۰/۴، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۱۲/۶)

مومنوں کے لیے فرشتوں کا استغفار

۹-۷: الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور اس کے ارد گرد ہیں (وہ سب) وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے سو تو ان کو معاف کر دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے پر چلیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! ان کو ہمیشہ رہنے کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں (ان کو بھی ان جنتوں میں داخل فرما) یقیناً تو ہی غالب (اور) حکمت والا ہے اور (قیامت کے دن) ان کو تکلیفوں سے بچا اور اس دن جس کو تو نے تکلیفوں سے بچالیا تو اس پر تو نے (بڑی) مہربانی فرمائی اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کو کسی کی عبادت اور ایمان کی حاجت نہیں۔ اس کی عظمت شان تو یہ ہے کہ جو فرشتے عرش الہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے عرش الہی کے ارد گرد ہیں وہ سب حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تمام چیزوں کا خالق و مالک ہے، واحد اور بے نیاز ہے۔ وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

وہ فرشتے ایمان والوں کے لیے اس طرح استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تیرے رحمت اور علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے سو جن لوگوں نے کفر و شرک سے توبہ کر لی اور تیرے دین کو اختیار کر لیا تو تو ان کی مغفرت فرما دے اور ان کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ اے ہمارے پروردگار تو ان کو جنت کے ان باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے ان کے ماں باپ اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک و صالح، برگزیدہ اور جنت کی نعمتوں کے لائق ہیں ان کو بھی جنت کے باغوں میں داخل کر دے بے شک تو بڑی عزت و حکمت والا ہے۔ اے اللہ قیامت کے روز ان کو ہر طرح کی سزاؤں اور تکلیفوں سے بچالینا۔ اور جس کو تو نے قیامت کے روز کی تکلیفوں سے بچالیا تو اس پر تو تو نے بڑا ہی رحم و کرم فرما دیا۔ یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے کہ مغفرت بھی ہو گئی اور اللہ کی رضا اور خوشنودی بھی مل گئی۔

کفار کی ہلاکت ابدی

۱۰-۱۳: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝ قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَشْنَتَيْنِ وَ أَحْيَيْتَنَا أَشْنَتَيْنِ فَأَعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ۝ ذِكْرُكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِنْ يُشْرَكَ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ۝ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۖ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ۝

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا (قیامت کے روز) ان کو پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ جیسی تمہیں (آج) اپنے آپ سے نفرت ہے اس سے زیادہ اللہ کو تم سے نفرت تھی جب (دنیا میں) تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم انکار کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبار موت دی اور دوبار زندگی دی سو اب ہم اپنے گناہوں کا قرار کرتے ہیں تو کیا اب کوئی (عذاب سے بچ) نکلنے کی راہ ہے، یہ (عذاب) اس لیے ہے کہ جب صرف

اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے سوا ب فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جو سب سے بلند اور بڑا ہے۔ (اللہ) وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور نصیحت تو وہی قبول کرتا ہے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرتا ہے۔

مَقْتُ : ناپسند کرنا، نفرت کرنا، سخت ناراض ہونا، بیزار ہونا۔ مصدر ہے۔

يُنِيبُ : وہ رجوع کرتا ہے، وہ توبہ کرتا ہے، وہ لوٹتا ہے۔ اِنَابَةٌ سے مضارع۔

تشریح : قیامت کے روز جب کافر دوزخ کے اندر عذاب کا مزہ چکھ چکے ہوں گے اور تمام عذاب ان کی نگاہوں کے سامنے ہوں گے اس وقت وہ اپنے آپ سے سخت بیزار اور متنفر ہوں گے اس وقت فرشتے باواز بلند ان سے کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نالاں ہو اور جتنی دشمنی تمہیں خود اپنی ذات سے ہے اللہ کے نزدیک تم دنیا میں اس سے کہیں زیادہ برے تھے جبکہ دنیا میں تمہیں اسلام و ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اسے مانتے نہ تھے۔ یہ سن کر ان کی حسرت و اذیت میں اضافہ ہو جائے گا اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دوبار موت دی، پہلی موت تو وہ تھی جب ہم پیدائش سے قبل بے جان تھے اور عدم تھے پھر دوسری موت ہماری دنیوی زندگی کے بعد۔ اسی طرح تو نے ہمیں دوبار حیات دی۔ ایک حیات تو دنیا میں تھی اور موت کے بعد دوسری حیات اب آخرت میں حاصل ہے۔ ہم موت کے بعد زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے۔ اسی انکار کے باعث ہم نے کفر و شرک کیا اور تیرے احکام سے منہ موڑے رہے لیکن اب ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں تو کیا اب یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت ہے۔ اے اللہ تو قادر مطلق ہے اور دو مرتبہ ہمیں موت و حیات دے چکا ہے اب تیسری مرتبہ دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم دنیا میں واپس جا کر ایمان لے آئیں اور مطیع و فرماں بردار بن جائیں، اور خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں۔ لیکن ان کی یہ آرزو قبول نہیں کی جائے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں جب بھی ان کو اللہ کی طرف بلایا جاتا تو یہ انکار کر دیتے تھے اور توحید سے نفرت کرتے تھے۔ اس کے برعکس اگر اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تو یہ اس کو مان لیتے تھے سو آج یہ اسی اللہ کا فیصلہ ہے جو بڑی شان اور بڑے رتبے والا ہے کہ کافر اب ہرگز دنیا کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ اللہ تو ہمیشہ سے تمہیں اپنی توحید کی نشانیاں دکھاتا رہا ہے جو تمہاری ہدایت کے لیے کافی

تھیں۔ وہی تمہارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے مگر تم تو ان سب آیات کے باوجود غافل ہی رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان نشانیوں سے نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتا ہے جو تعصب و عناد کو چھوڑ کر اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب تم نے زندگی میں کبھی اللہ کی طرف رخ ہی نہیں کیا تو تمہیں ہدایت کیسے ہوتی۔ (مظہری ۲۳۶، ۲۳۷/۸، معارف القرآن مولانا ادریس کاندھلوی ۱۱۷، ۱۱۸/۶)

حاکم اعلیٰ

۱۴-۱۵: فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۱۴﴾
رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ
بُرُزُونَ ۚ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِمَنِ الْمُلْكُ
الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ الْيَوْمَ نَجْزِي كُلَّ نَفْسٍ بِمَا
كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

سو تم اللہ کو خالص اعتقاد کے ساتھ پکارتے رہو گو کافر برامائیں۔ وہ بلند درجوں والا (اور) عرش کا مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈرائے جس دن وہ (قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ ان کی کوئی بات اللہ سے چھپی ہوئی نہ ہوگی) پوچھا جائے گا، آج کس کی حکومت ہے (ندا آئے گی) اللہ کی، جو واحد و قہار ہے آج ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا۔ آج کوئی ظلم نہ ہوگا۔ یقیناً اللہ سرعت سے حساب لینے والا ہے۔

التَّلَاقِ : ایک دوسرے سے ملاقات کرنا، جمع ہونا۔ مصدر ہے۔

بُرُزُونَ : ظاہر ہونے والے، نمودار ہونے والے۔ بُرُوز سے اسم فاعل۔

تشریح: مومنوں کو چاہئے کہ وہ نہایت خلوص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اسی سے مانگیں۔ اس کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگیں اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہی ہو۔ وہ عالی درجات والا اور عرش کا مالک ہے اور اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی

کے ذریعے اپنا حکم نازل فرما دیتا ہے، تاکہ وہ لوگوں کو اس دن سے ڈرائے جس دن سب لوگ قبروں سے نکل کر اللہ کے سامنے پیش ہوں گے اور اللہ پر ان کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوگی۔

پھر ساری مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ بطور سوال فرمائے گا:

لَسَمِ الْيَوْمَ

آج کس کی حکومت ہے۔

لیکن کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو خود ہی فرمائے گا:

بِاللهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

اللہ ہی کی حکومت ہے، جو واحد اور سب پر غالب ہے۔

آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں ہوگی، نہ کسی کے

ثواب میں کمی کی جائے گی اور نہ عذاب میں زیادتی۔ جس طرح اللہ نے وعدہ فرمایا ہے اسی طرح بدلہ

دیا جائے گا کیونکہ اس وقت صرف اللہ کی حکومت ہوگی۔ اور اللہ کی حکومت میں ظلم و زیادتی کا تصور بھی

محال ہے۔ بیشک اللہ بہت سریع الحساب ہے، ساری مخلوق کا حساب لینا اس کے لیے ایسا ہے، جیسے

ایک شخص کا حساب لینا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ عز و جل تمام مخلوق کی روح قبض کر لے گا اور اس وعدہ

لا شریک لہ کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا اس وقت تین مرتبہ فرمائے گا آج ملک کس کا ہے۔ پھر خود ہی

جواب دے گا اللہ اکیلے غالب کا یعنی اس کا جو واحد ہے، اس کا جو ہر چیز پر غالب ہے اور جس کی

ملکیت میں ہر چیز ہے۔ (ابن کثیر ۷/۷۵، ۴/۷۵، مظہری ۲۳۸، ۲۳۹/۸)

حشر کی ہولناکی

وَأَنذَرَهُمْ يَوْمَ الْأَرْزَاقِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظِيمِينَ ۝۱۸-۲۰

مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝۱۹ يَعْلَمُ خَائِنَةَ

الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝۲۰ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۝۲۱

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ

السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝۲۲

اور آپ ان کو قریب آنے والی (قیامت) کے دن سے ڈرائیے جب کلیجے منہ کو آجائیں گے (اور) غم سے بھرے ہوئے ہوں گے (اس دن) ظالموں کا کوئی دوست ہوگا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ وہ (اللہ) آنکھوں کی خیانت اور سینوں کی پوشیدہ (باتوں) کو خوب جانتا ہے۔ اور اللہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔ یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ بیشک اللہ ہی خوب سننے والا (اور) خوب دیکھنے والا ہے۔

ازفۃ: نزدیک آنے والی مراد قیامت۔ اذف و اذوف سے اسم فاعل۔

حناجر: گلے، نرخرے، حلق۔ واحد حنجرۃ۔

کظمین: غصہ روکنے والے۔ کظم و کظوم سے اسم فاعل۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین و منکرین کو قریب آنے والی مصیبت کے دن یعنی قیامت کے دن سے ڈرائیے۔ اس وقت کلیجے منہ کو آجائیں گے خوف و ہراس کا یہ عالم ہوگا کہ کسی کا دل ٹھکانے نہ رہے گا۔ کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکلے گی۔ سب حیران و پریشان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی لب نہ ہلا سکے گا۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہوگا اس وقت ان کا کوئی دوست اور غم گسار نہ ہوگا جو ان کے کچھ کام آئے۔ نہ کوئی شفیع اور سفارشی ہوگا جو ان کی شفاعت کے لیے زبان ہلا سکے۔ ظاہری اعمال و افعال اور نافرمانیاں تو درکنار وہ تو آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور سینوں میں چھپے ہوئے رازوں کو بھی، جس ذات کا علم اس قدر وسیع اور محیط ہو اور جو مالک مطلق ہو وہی ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گی۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہیں وہ کسی قسم کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو نہ علم ہے اور نہ قدرت۔ علم کے بغیر فیصلہ درست نہیں ہو سکتا اور قدرت کے بغیر نافذ نہیں ہو سکتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اسی لئے اس کا فیصلہ برحق ہوگا اور بدلہ بھی اعمال کے مطابق ہوگا۔

انبیا کی تکذیب کا انجام

۲۱-۲۲: اَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

وَ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا
 كَانَ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ
 تَاْتِيَهُمْ رُسُلُهُمْ يَاْلُبِّيْنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
 اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے گزرے
 ہوئے لوگوں (منکرین) کا کیا برا انجام ہوا۔ وہ لوگ قوت میں اور ان آثار
 میں جو وہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے بہت زیادہ تھے سو اللہ نے ان کے
 گناہوں پر ان کو پکڑ لیا اور کوئی (بھی) انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا
 نہ ہوا۔ یہ اس لئے ہوا کہ ان کے رسول ان کے پاس کھلی دلیلیں لیکر آتے
 رہے مگر وہ انکار ہی کرتے رہے تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔ بیشک اللہ بڑا قوت
 والا (اور) سخت سزا دینے والا ہے۔

اثر آ: نشانیاں، نقوش قدم۔ واحد اثر۔

واق: بچانے والا، نجات دینے والا۔ وقی و وقایۃ سے اسم فاعل۔

تشریح: کیا ان منکرین توحید و رسالت نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو منکرین و مکذبین
 پہلے گزر چکے ہیں ان کا کیا انجام ہوا۔ وہ ان سے کہیں زیادہ قوی، طاقتور اور بڑے ذیل و ذول والے
 تھے۔ ان کے مکانات اور عالیشان عمارتوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ یہ لوگ اپنے تجارتی
 سفروں کے دوران کھنڈروں کے پاس سے گزرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر ان سے
 نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے بھی اپنے زمانے کے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا جیسے قوم عاد و ثمود۔
 پھر ان کے کفر و تکذیب اور گناہوں کی پاداش میں اللہ کے عذاب نے ان کو آ لیا اور ہلاک کر دیا۔ کسی کو
 طوفان سے، کسی کو چیخ سے وغیرہ وغیرہ اور اللہ کے عذاب سے ان کو کوئی نہ بچا سکا۔

یہ عذاب الہی ان پر اس لیے آیا کہ ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح اور روشن دلیلیں اور
 احکام خداوندی لیکر آئے تھے مگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب
 میں پکڑ لیا اور دوسروں کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔ بیشک وہ بڑی قوت والا اور سخت سزا دینے والا
 ہے۔ پس اے مشرکین مکہ! اگر تم بھی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور تکذیب پر قائم رہے

اور ان پر ایمان نہ لائے تو ہلاکت اور ذلت و رسوائی کے اعتبار سے تمہارا انجام بھی ایسا ہی ہوگا۔

فرعون کی شقاوت و بدبختی

۲۲-۲۳: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سِحْرٌ كَذٰبٌ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا اقْتُلُوْا اَبْنَاءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَاءَهُمْ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْ اَقْتُلْ مُوسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ وَقَالَ مُوسٰى اِنِّىْٓ عُدْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝

اور ہم نے (حضرت) موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی و لیل کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر (اور) جھوٹا ہے۔ پھر جب وہ (موسیٰ) ہماری طرف سے ان کے پاس (دین) حق لیکر آئے تو وہ کہنے لگے جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے لڑکوں کو تو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی۔ اور فرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور اسے چاہنے کہ وہ اپنے رب کو پکارے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کہیں تمہارا دین نہ بدل دے یا ملک میں فساد برپا کر دے۔ موسیٰ نے کہا کہ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں ہر تکبر کرنے والے کی برائی سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے بیان فرمایا ہے کہ جس طرح انجام کار حضرت موسیٰ علیہ السلام کا میاب و کامران رہے اسی طرح آپ بھی ان کفار و مشرکین پر غالب رہیں گے۔ آپ کو ان سے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہم نے حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو اپنے احکام اور ان کی نبوت و رسالت کی کھلی نشانیاں دیکر فرعون و ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تھا۔ ان بد نصیبوں نے معجزات اور واضح دلائل دیکھ کر بھی نہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے انکار کیا بلکہ ان کو جادوگر اور جھوٹا قرار دیا۔ سابقہ امتوں کے کافر بھی اسی طرح اپنے رسولوں کی تکذیب کرتے رہے۔ سو جب موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف سے دین حق لیکر ان لوگوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ جس طرح اس سے پہلے ان کے بیٹوں کو قتل کیا تھا اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیا تھا تا کہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہی نہ ہوں، اسی طرح اب جو لوگ ان پر ایمان لے آئیں ان کے بیٹوں کو قتل کرادو اور لڑکیوں کو ہماری قوم کی خدمت کے لیے زندہ چھوڑ دو تا کہ یہ لوگ حضرت موسیٰ کی مدد نہ کر سکیں، مگر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی طرف سے حضرت موسیٰ کے لائے ہوئے پیغام حق کو روکنے اور باطل کرنے کی ساری تدبیروں کو بے اثر کر دیا اور ان کو ہلاک کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی اور غلبہ عطا کر دیا۔

پھر فرعون نے حضرت موسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنی قوم سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں موسیٰ ہی کو قتل کر دوں۔ مجھے اس کی پروا نہیں چاہے وہ اپنی مدد کے لیے اپنے خدا ہی کو پکارے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اس کو زندہ چھوڑ دیا تو وہ تمہارے دین کو بدل دے گا اور اپنے وعظ و تلقین کے ذریعے تمہارے مذہبی طور طریقوں کو بگاڑ دے گا یا سازشوں کے ذریعے ملک میں بد امنی پھیلا دے گا، جس کے نتیجے میں تمہاری حکومت کا خاتمہ ہو جائے اور ملک بنی اسرائیل کے ہاتھ میں چلا جائے۔ جب حضرت موسیٰ کو فرعون کے ارادے کی خبر ملی تو وہ اپنی قوم سے کہنے لگے کہ میں دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ فرعون تو کیا اگر ساری دنیا کے متکبرین و سرکش بھی جمع ہو جائیں جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتے، تب بھی میرا اور تمہارا پروردگار مجھے ان کے شر سے بچانے کے لیے کافی ہے۔ میں تو اپنے آپ کو اس کی پناہ میں دے چکا ہوں وہی میرا حامی و مددگار ہے۔ (عثمانی ۲/۴۷۳، مظہر ۲۵۱، ۲۵۲/۸)

قوم فرعون کے ایک مرد مؤمن کا قصہ

۲۸-۲۹: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ

يَكُ صَادِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا
يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ يَقَوْمِ لَكُمْ الْمُلْكُ
الْيَوْمَ ظَهَرَيْنَا فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ
إِنْ جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى وَمَا أَهْدِيكُمْ
إِلَّا سَبِيلَ الزَّشَادِ ۝

فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص نے کہا، جو اپنا ایمان چھپائے
ہوئے تھا، کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا
رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں
لیکر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو
جن عذابوں کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے تو اس میں سے کچھ تو تم پر (بھی) پڑ کر
رہے گا۔ بیشک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا اور بہت
جھوٹا ہو۔ اے میری قوم! آج تمہاری حکومت ہے اور تم اس زمین پر غالب
ہو پھر اگر اللہ کا عذاب آجائے تو ہمیں کون اس سے بچا سکتا ہے۔ فرعون نے
کہا میں تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو میں دیکھ رہا ہوں اور میں تو تمہیں
بھلائی ہی کی راہ بتا رہا ہوں۔

تشریح: فرعون کے خاندان کے ایک مومن شخص نے جس نے اپنے ایمان کو چھپایا ہوا تھا ان لوگوں
کو جو حضرت موسیٰ کے قتل کا مشورہ کر رہے تھے، مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس بنا پر قتل
کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتا ہے حالانکہ وہ اپنے دعوے کی صداقت پر تمہارے رب کی طرف
سے کھلی نشانیاں اور دلائل لے کر آیا ہے۔ ایسے معجزات وہی عطا کر سکتا ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور
تمہاری پرورش کی۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے اس لیے وہ تم پر عذاب نازل کرنے کی قدرت بھی رکھتا
ہے۔ تم نہ صرف یہ کہ اس کی بات کو قبول نہیں کر رہے، بلکہ تم تو اس کے قتل ہی کے درپے ہو جو نہایت
نامناسب بات ہے۔ اگر بالفرض وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا۔ وہ خود ذلیل و
ناکام ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں سزا دے گا۔ اگر وہ سچا ہے جیسا کہ معجزات اور دلائل سے
معلوم ہوتا ہے، اور تم نے اسے ستایا اور تکلیفیں دیں تو کم از کم اس عذاب کا کچھ حصہ تو تم پر ضرور آئے گا

جس سے وہ تمہیں ڈرا رہا ہے اور تمہاری ہلاکت کے لیے عذاب الہی کا تھوڑا حصہ بھی کافی ہے۔ اگر یہ شخص اپنے نبوت کے دعوے میں جھوٹا اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہیں کرے گا بلکہ وہ خود ہی اس کو ہلاک کر دے گا۔ تمہیں اس کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اے میری قوم کے لوگو! اس ملک میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حکومت و اقتدار عطا فرمایا ہے اور بڑی عزت دی ہے تو تمہیں اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہئے۔ اور اس کے رسول کو سچا ماننا چاہئے۔ اگر تم نے ناشکری کی اور رسول کی تکذیب کی اور اس کو ایذا نہیں دیں تو یقیناً تم پر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو اس وقت کون ہماری مدد کو آئے گا اور ہمیں اللہ کے عذاب سے بچائے گا۔ اللہ کے مقابلے میں یہ لاشکر اور جان و مال کچھ کام نہ آئے گا۔ فرعون اس مومن بندے کی گفتگو کا کوئی معقول جواب تو نہ دے سکا بلکہ کھسیانا ہو کر قوم کو اپنی خیر خواہی جتانے لگا کہ میں تمہیں دھوکہ نہیں دے رہا بلکہ میں تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو میں مناسب سمجھتا ہوں۔ میری رائے میں موسیٰ کو قتل کر دینا ہی مناسب ہے۔ (ابن کثیر ۷/۸۷، ۴/۲۵۳، ۲۵۴/۸)

قوم فرعون کو مومن کی تنبیہ

۳۰-۳۳: وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ يَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۖ مِثْلَ دَاوُدَ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَ شُعُوبَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۖ وَيَوْمَ يَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۖ يَوْمَ تَتُوبُونَ مُدْبِرِينَ مَّا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۖ

اس مومن نے کہا کہ اے میری قوم! مجھے تم پر بھی دوسری امتوں جیسے روز (بد) کا اندیشہ ہے۔ جیسا قوم نوح اور عاد و ثمود اور ان کے بعد آنے والوں کا حال ہوا۔ اور اللہ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا اور اے میری قوم مجھے تو تم پر پکار (ندا) کے دن کا بھی اندیشہ ہے۔ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے۔ اس دن تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور اللہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

ذاب: دستور، عادت، حال۔ مصدر ہے۔

التناد: فریاد کرنا، پکارنا۔ مصدر ہے۔

عاصم: بچانے والا، حفاظت کرنے والا۔ عَصَمَ سے اسم فاعل۔

تشریح: فرعون کا جواب سن کر اس مومن نے جس نے اپنا ایمان فرعون اور اپنی قوم سے پوشیدہ رکھا ہوا تھا، اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم نے اللہ کے رسول کی بات نہ مانی اور اپنی سرکشی پر اڑے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں سابقہ قوموں، قوم نوح اور قوم عاد و ثمود اور ان کے بعد قوم لوط وغیرہ کی طرح تم پر بھی اللہ کا قہر و عذاب نہ آجائے۔ ان مذکورہ قوموں نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی، اللہ کے احکام کو پس پشت ڈالا اور اپنی سرکشی پر اڑے رہے۔ پھر جب ان پر اللہ کے عذاب آئے تو کوئی بھی ان کو ان عذابوں سے نہ بچا سکا اور سب ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم کرنا نہیں چاہتا کہ بلا قصور سزا دے۔ اس کی ذات بندوں پر ظلم کرنے سے پاک ہے۔ بندے خود اپنی سرکشی اور ظلم و تعدی کی بنا پر عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اے میری قوم کے لوگو! مجھے تو تم پر قیامت کے دن کے شدید عذابوں کا بھی اندیشہ ہے۔ اس دن کثرت سے ندائیں اور آوازیں دی جائیں گی جن سے لوگوں کے ہوش اڑے ہوئے ہوں گے۔ یوم التناد وہ دن ہوگا جب لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے لیکن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔ اس دن تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ (ابن کثیر ۷/۷۸، ۷۹/۴)

شیخین نے صحیحین میں حضرت ابن عمر کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لا کر جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی ندا دے گا۔ اے اہل جنت آئندہ موت نہیں اور اے دوزخ والو آئندہ موت نہیں۔ اس ندا سے اہل جنت کو فرحت بالائے فرحت حاصل ہوگی اور دوزخ والوں پر غم بالائے غم سوار ہو جائے گا۔ (مظہری ۸/۲۵۶)

فرعون کی سرکشی و تکبر

۳۴-۳۵: وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ

اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
 مُرْتَابٌ ۝ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ
 أَتَتْهُمْ كِبَرٌ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ
 يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٌ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
 يَهَامُنُ ابْنُ بِنْتِ صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝ أَسْبَابَ
 السَّمَوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ۝ وَ
 كَذَلِكَ زُينَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۝
 وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝

اور اس سے پہلے (حضرت) یوسف تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے
 سو تم ان کے لائے ہوئے (امور) میں بھی شک ہی کرتے رہے یہاں تک
 کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم کہنے لگے کہ اب ان کے بعد اللہ ہرگز کوئی
 رسول نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ ہر اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھ
 جانے والا (اور) شک کرنے والا ہو۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے
 ہیں بلا کسی سند کے جو (اللہ کی طرف سے) ان کے پاس آئی ہو (یہ) اللہ اور
 مومنوں کے نزدیک بڑی بیزاری کی بات ہے۔ اللہ اسی طرح ہر مغرور و
 سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک
 بلند عمارت بنو شاید میں (آسمان پر جانے کے) راستوں تک پہنچ جاؤں
 (جو) آسمانوں کے راستوں سے (جا ملتے ہیں) اور میں موسیٰ کے خدا کو
 جھٹک کر دیکھ لوں اور میں تو اس کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کو
 اس کی بد اعمالیاں خوشنما معلوم ہوتی تھیں اور وہ راہ (حق) سے روک دیا گیا
 تھا اور فرعون کی (ہر) تدبیر غارت ہی گئی۔

مُرْتَابٌ : شبے میں پڑنے والا، شک کرنے والا۔ اِزْتِيَابٌ سے اسم فاعل۔

مَقْتًا : ناپسندیدہ، نفرت کیا ہوا۔ مصدر بمعنی مفعول۔

صَرْحًا : محل، بلند مکان، برج۔ جمع صُرُوح۔

آسَنَاب : راہیں، راستے، میڑھیاں۔ رسیاں۔ واحد سَنَب۔

تَنَاب : ہلاکت، بربادی، خسارہ۔ مصدر ہے۔

تشریح : اس مردِ مومن نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تمہارے پاس تو اس سے پہلے اللہ کے پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام بھی واضح دلائل لے کر آچکے ہیں۔ وہ بھی لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے مگر تم ان امور میں بھی جو حضرت یوسف علیہ السلام لے کر آئے تھے شک ہی میں مبتلا رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم مایوسی کے عالم میں کہنے لگے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہیں بھیجے گا۔ جو لوگ بے جا کام کرنے والے، حد سے گزر جانے والے اور شک و شبہ میں مبتلا رہنے والے ہوں ان کو اللہ تعالیٰ اسی طرح گمراہ کر دیتا ہے۔ جو لوگ کسی سند اور دلیل کے بغیر اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو اُن کی اس کج بحثی سے اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو سخت نفرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر جابر و مغرور کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے جس سے اس کے اندر نورِ ایمان کے داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ اسی طرح مہر لگ جانے کے بعد مہر شدہ چیز کے اندر سے بھی کچھ باہر نکلنے کا امکان نہیں رہتا۔

فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ تم میرے لیے ایک بلند ترین عمارت بناؤ شاید میں اس کے ذریعے آسمان کے دروازوں اور راستوں تک رسائی حاصل کر لوں اور وہاں پہنچ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں۔ میں تو رسالت کے دعوے میں موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ اسی طرح فرعون کی بصیرت تباہ کر کے اس کی نظر میں اس کی بد اعمالیاں مزین کر دی گئی تھیں اور اس کو عقل و ہدایت کے راستے سے روک دیا گیا تھا۔ اور حضرت موسیٰ کے بارے میں اس کی تمام تدبیریں غارت ہو گئیں۔

دنیا و آخرت کی حقیقت

۳۸-۴۰ : وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ اتَّبَعُونِ اهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝
يَوْمَ اِنَّمَا هِيَ الْحَيَوَةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَانَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ
الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى اِلَّا مِثْلَهَا ۝ وَمَنْ
عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولَٰئِكَ
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اس مومن نے کہا اے میری قوم تم میری پیروی کرو میں تمہیں نیکی کی راہ بتاتا

ہوں۔ یہ دنیا کی زندگی محض چند روزہ ہے اور آخرت ہی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ جس نے (دنیا میں) برائی کی تو اس کو اس (برائی) کے برابر بدلہ ملے گا اور جس نے نیکی کی خواہ وہ مرد ہو یا عورت (بشرطیکہ) وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جہاں ان کو بے حساب رزق ملے گا۔

تشریح: مرد مومن نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور فرعون کی احمقانہ اور سراپا جہالت کی بات سنکر اپنی قوم کے سرکشوں، متکبروں اور خود پسندوں کو مخاطب کر کے دوبارہ ناصحانہ انداز میں کہا کہ تم میری بات مان لو۔ میں تمہیں ہدایت و کامیابی کا ایسا راستہ بتاتا ہوں جس پر چل کر تم منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے۔ یہ مرد مومن فرعون کی طرح اپنی بات میں جھوٹا اور کاذب نہ تھا بلکہ یہ ان کی حقیقی خیر خواہی کر رہا تھا جبکہ فرعون اپنی سلطنت کے غرور میں انہیں کھلا دھوکہ دے رہا تھا۔ پھر مرد مومن نے اپنی قوم کو دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے کہا کہ اے میری قوم! یہ دنیوی زندگی اور سلطنت و دولت اور عیش و آرام محض چند روزہ ہے۔ یقیناً آخرت ہی لازوال اور ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ آخرت کی زندگی غیر فانی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ وہاں کی راحت و نعمت بھی دائمی ہے اور عذاب و زحمت بھی دائمی ہے اس لیے عارضی متاع دنیا سے دھوکہ اور فریب کھا کر اصل، دائمی اور لازوال دار آخرت سے غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمہ وقت اس کی تیاری اور فکر میں لگے رہنا چاہئے۔ جو شخص دنیا میں کوئی برائی کرتا ہے تو قیامت کے روز اس کو اسی کے برابر بدلہ ملے گا۔ اسی طرح مومن مرد یا عورت میں سے جو بھی دنیا میں نیک کام کرے گا اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں انہیں اعمال کے برابر نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے بلا حساب بدلہ دیا جائے گا۔

آل فرعون کا انجام

۱۴۶-۱۴۷: وَيَقَوْمٍ مَّالِيٍّ أَدْعُوكُمْ إِلَى التَّجْوَةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ۖ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ۝ لَا جَرَمَ أَنَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَكَ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ ۚ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝

فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ ۖ وَأَفِيضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۖ
 إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ فَوَقَّهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَّا مَكُرُوا ۖ
 حَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا
 وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ
 الْعَذَابِ ۝

اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ ایسے کو شریک کروں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں اور میں تو تمہیں غالب (اور) بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ یہ بات یقینی ہے کہ تم جس چیز کی طرف مجھے بلارہے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارنے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں اور یہ کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور یقیناً حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔ سو آگے چل کر تم میری باتوں کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بیشک اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ سو اللہ نے اس (مؤمن) کو لوگوں کی بری تدبیروں سے محفوظ رکھا اور آل فرعون کو سخت عذاب نے آگھیرا۔ وہ آگ ہے جس کے سامنے (عالم برزخ میں) وہ صبح و شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔

جرم: شک، شبہ۔ لا جرم: یقیناً۔ ضرور۔

أفوض: میں سپرد کرتا ہوں، میں سونپتا ہوں۔ تفویض سے مضارع۔

وقه: اس نے اس کو محفوظ رکھا۔ وقایة سے ماضی۔

حاق: اس نے گھیر لیا، وہ نازل ہوا۔ حقیق سے ماضی۔

تشریح: قوم فرعون کے مرد مؤمن نے اپنا وعظ اور نصیحت جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو یہ کیا بات ہے کہ میں تو تمہیں اللہ واحد و یکتا کی طرف بلاتا ہوں اور اس کے رسول کی تصدیق کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی آگ کی طرف بلارہے ہو۔ تم مجھے اس بات کی دعوت

دے رہے ہو کہ میں اس خالق و مالک حقیقی کا انکار کر کے ایسی چیزوں کو اس کا شریک ٹھہراؤں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس کے برعکس میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو سب پر غالب اور سب خطاؤں کو بخشنے والا ہے۔ یقیناً یہ بات سچ اور حق ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو ان کو تو دنیا اور آخرت کا کوئی اختیار ہی نہیں۔ وہ نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان بلکہ وہ تو اپنے پکارنے والے کی پکار کو بھی نہیں سن سکتے۔ جیسے ارشاد ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ
رَأٰی يَوْمَ الْقِيَمَةِ

اور اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارتا ہے جو اس کی پکار کو قیامت تک نہیں سن سکتے۔ (الاحقاف: ۵)

پھر مرد مومن نے کہا کہ یقیناً ہم سب کو اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے جہاں ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا۔ وہاں حد سے گزر جانے والوں اور دوسروں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کو ہمیشہ کے لیے اصل جہنم کر دیا جائے گا۔ اگرچہ اس وقت میری نصیحت تمہارے دل کو نہیں لگتی لیکن بہت جلد میری باتوں کی صداقت اور حقانیت تم پر واضح ہو جائے گی۔ اس وقت تم میری نصیحت کو یاد کرو گے لیکن اس وقت نصیحت یاد کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

جب فرعونیوں نے مرد مومن کی طرف سے اپنے دین کی علی الاعلان مخالفت دیکھی تو وہ اس کو سزا کی دھمکیاں دینے لگے۔ اس وقت مرد مومن نے کہا کہ میں تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اسی کی ذات پر بھروسہ کرتا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تم سے الگ اور تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو خوب جانتا ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مرد مومن کو فرعونیوں کی ضرر رساں تدبیروں سے بچالیا اور فرعون اور آل فرعون پر عذاب نازل کر کے ان کو سمندر میں غرق کر دیا اور مرنے کے بعد صبح شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا رہے گا۔ جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ فرعون اور فرعونیوں کو سخت سے سخت عذاب میں داخل کر دو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ آل فرعون کی روجیں سیاہ پرندوں کی شکل میں روزانہ دو مرتبہ صبح شام دوزخ کے سامنے لائی جاتی ہیں اور جہنم دکھا کر ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا ٹھکانہ یہ ہے۔

(ابن کثیر ۸۰-۸۲/۴، مظہری ۲۶۱/۸)

آل فرعون کی ذلت و خواری

۵۰-۴۷: وَإِذْ يَتَحَاوُونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَمَا كُنَّا مُعْتَبَرِينَ ۚ وَنُصِيبُ مِمَّنَ النَّارِ ۖ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۖ وَكَانَ الَّذِينَ فِي النَّارِ يَخْزَنُونَ جَهَنَّمَ أَذْعُوأ رَأَيْتُمْ يُخَفَّفُونَ عَنْهُ يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۖ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُنْ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ ۖ قَالُوا فَادْعُوأ وَمَا دَعُوأ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۚ

جب کافر دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو (دنیا میں) بڑے بنتے تھے کہ ہم تمہارے تابع تھے سو کیا اب تم ہم سے اس آگ کا کچھ حصہ ہٹا سکتے ہو۔ وہ بڑے لوگ جواب دیں گے کہ ہم سب ہی اس میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ بیشک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ جہنم کے محافظوں سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارے عذاب میں کمی کر دے (جہنم کے محافظ) جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔ دوزخی کہیں گے کہ ہاں (آئے تھے) جہنم کے محافظ کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا تو محض بے اثر ہے۔

تشریح: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی قوم کے سامنے اس وقت کا حال بیان کیجئے

کہ جب دوزخ کے اندر اہل دوزخ آپس میں جھگڑا کریں گے تو ادنیٰ درجے کے لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو دنیا میں ان کے مقتدا اور پیشوا بنے ہوئے تھے ہم تو دنیا میں تمہارے تابع تھے اور تمہارے ہی بہکانے اور ورغلانے سے ہم نے کفر کیا تھا، سو کیا آج تم ہمارے عذاب کا کچھ حصہ ہٹا سکتے ہو۔ سردار اور رہنما اپنی پیروی کرنے والوں کو جواب میں کہیں گے کہ اب تو ہم سب ہی دوزخ میں پڑے

ہوئے ہیں ایسے میں ہم تمہارا عذاب کیسے دور کر سکتے ہیں۔ اگر ہمیں عذاب دور کرنے کی قدرت ہوتی تو پہلے ہم اپنے اوپر سے عذاب دور کرتے۔ اب تو اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لیے جنت کا اور اہل دوزخ کے لیے دوزخ فیصلہ کر چکا۔ اس کے فیصلے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

پھر اہل دوزخ شدید عذاب سے بے قرار ہو کر جہنم کے کارندوں سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے اتنی درخواست کرو کہ وہ ایک دن ہی ہمارے عذاب میں تخفیف کر دے۔ جہنم کے کارندے ان کے جواب میں کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر دلائل و معجزات اور واضح احکام لے کر نہیں آئے تھے۔ اہل دوزخ کہیں گے کہ بیشک وہ سب کچھ لے کر آئے تھے ہم ہی بد نصیب تھے کہ ان کی بات نہ مانی اور ان کی تکذیب و تمسخر کرتے رہے۔ اہل دوزخ کا جواب سن کر دوزخ کے فرشتے استہزا کے طور پر کہیں گے کہ اب تم خود ہی دعا کرو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اب کوئی سفارش یا خوشامد درآمد کام نہیں دے سکتی، نہ ہم ایسے معاملات میں سفارش کر سکتے ہیں اور نہ تمہاری چیخ و پکار سے کوئی فائدہ ہے۔ کافروں کی دعا ناقابل قبول اور مردوا ہے۔

انبیاء و مومنین کی نصرت

۵۱-۵۲: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِيْنَ مَعٰذِرَتُهُمْ
وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى
الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ۝ هُدٰى وَ ذِكْرٰى
لِاُولٰٓئِكَ الْاَلْبَابِ ۝ فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ
لِدُنْيِكَ وَ سَيِّئَةِ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشْيِ وَ الْاَبْكَارِ ۝
اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ يَغَيِّرُ سُلْطٰنَ
اَتْسُهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۝ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ ۝

بیشک ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی مدد دنیا کی زندگی میں بھی کریں گے اور اُس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔ اُس دن

ظالموں کو اُن کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور ان کے لیے (اللہ کی) لعنت ہوگی اور (دوزخ کا) بدترین گھر ہوگا اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت (کتاب) دی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا۔ وہ اہل عقل کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔ سو آپ صبر کیجئے۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی مغفرت طلب کیجئے اور صبح شام اپنے رب کی تسبیح کرتے رہئے۔ بیشک جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں بلا کسی سند کے جو اُن کے پاس آئی ہو۔ اُن کے دلوں میں نرا تکبر ہے کہ وہ اس تک بھی نہیں پہنچیں گے سو آپ اللہ کی پناہ مانگتے رہئے۔ بیشک وہ سب کچھ سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

تشریح: بیشک ہم اپنے رسولوں اور مومن بندوں کی دنیا میں بھی مدد کرتے اور ان کا بول بالا کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے ظاہر ہے اور قیامت کے روز بھی اس وقت اُن کی مدد کریں گے جب گواہ قائم ہوں گے اور اعمال نامے لکھنے والے فرشتے گواہی دیں گے کہ پیغمبروں نے اللہ کے احکام اپنی امتوں کو پہنچا دیئے تھے اور کافروں نے ان کی تکذیب کی تھی۔ کافر اگر اپنے اعمال بد پر دنیا میں معذرت کرتے تو ان کو نفع دیتی مگر دنیا میں تو وہ معذرت کی بجائے عمر بھر رسولوں اور مومنوں کی دشمنی پر قائم رہے یہاں تک کہ اگر ان کو ہزار برس کی زندگی بھی دیدی جاتی تب بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آتے اور اپنے کفر پر قائم رہتے۔ جیسا کہ قوم فرعون نے کہا:

مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۖ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾

(اے موسیٰ) تو ہم پر جادو کرنے کے لیے کیسی ہی نشانیاں ہمارے پاس لے آ، ہم کبھی تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے (الاعراف ۱۳۲)

سو قیامت کے روز کسی قسم کی معذرت و ندامت کافروں کے کام نہ آئے گی۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا پروردگار آپ کی بھی اسی طرح مدد کرے گا اور آپ کی تکذیب و انکار کرنے والوں کے لیے دنیا میں لعنت ہوگی اور آخرت میں بھی ان کو شدید عذاب ہوگا۔ جس طرح ہدایت کے لیے ہم نے مشرکین مکہ کو آپ کے ذریعے قرآن دیا اور وہ اس سے نفع اٹھانے کی بجائے اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں، اسی طرح آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب ہدایت دی تھی اور بنی

اسرائیل کو تو ریت کا وارث بنایا تھا جو عقل سلیم والوں کے لیے ہدایت و نصیحت کی کتاب تھی۔ سو آپ بھی مشرکین مکہ کی ایذاؤں پر صبر کیجئے اور یقین رکھئے کہ اللہ کا وعدہ حق اور سچ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی طلب کرتے رہئے اور صبح شام اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں خواہ مخواہ جھگڑا کرتے ہیں اور بے سند باتیں نکال کر حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں وہ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان کو آپ کی تکذیب پر آمادہ کرنے والا محض ان کا غرور و تکبر ہے جو ان کے دلوں کے اندر بھرا ہوا ہے۔ وہ اپنے آپ کو آپ سے بڑا جانتے ہیں اسی لیے آپ کی اتباع کرنے سے نفرت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس بڑائی اور نخوت کی وجہ سے ان کو آپ کی اتباع کرنے سے ہمارے وہ اس بڑائی کو کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ ان کو حق کے سامنے سر تسلیم خم کر کے پیغمبر کی اتباع کرنی ہی پڑے گی ورنہ سخت ذلیل و رسوا ہوں گے۔ سو آپ ان کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ مانگئے بیشک وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے اس لیے آپ کے دشمنوں کا کوئی قول و فعل اس سے چھپا ہوا نہیں۔ (منظہری ۲۶۳، ۲۶۴، ۸، عثمانی ۴۸۰، ۲/۴۸۱)

کائنات کی تخلیق

۵۷-۵۹: لَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرَ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَئِنْ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۝ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ۝ إِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ ۖ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَئِنْ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا انسان کو (دوبارہ) پیدا کرنے کے مقابلے میں یقیناً بہت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور نابینا اور بینا برابر نہیں اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ بدکاروں کے برابر ہیں تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔ بیشک قیامت ضرور آئے گی اس میں کچھ شبہ نہیں لیکن اکثر لوگ (اس کے آنے پر) ایمان نہیں لاتے۔

الْمُسِيءُ: برائی کرنے والا، گنہگار۔ اِسَاءَةُ سے اسم فاعل۔

السَّاعَةِ : گھڑی، وقت، قیامت کا دن۔ قرآن مجید میں یہ لفظ جہاں جہاں بھی آیا ہے اس سے مراد قیامت ہے۔

تشریح: یہ مشرکین مکہ آپ کی باتوں کو کیوں جھٹلاتے ہیں اور قیامت پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ کیا ان کو مرنے کے بعد زندہ ہونے پر تعجب ہے یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا تو انسان کو دوبارہ پیدا کرنے کے مقابلے میں کہیں بڑا کام تھا۔ سو جس پاک ذات عزوجل نے اپنی قدرت کاملہ سے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر نہایت حسن و خوبی کے ساتھ پیدا فرمادیا اس کے لیے انسان کے جسم حقیر کو دوبارہ پیدا کرنا نہایت آسان ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَدِيْرٍ عَلٰۤی اَنْ
يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلٰۤی ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾

کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان آدمیوں کے مثل پیدا فرمادے کیوں نہیں (وہ قادر ہے) اور وہی کامل خالق اور خوب جاننے والا ہے۔ (یس: ۸۱)

پس جب اس کی قدرت میں زمین و آسمان جیسے عظیم اجسام کا پیدا کرنا ذرا دشوار نہیں تو انسانوں کے حقیر اجسام کا دوبارہ پیدا کرنا تو بہت ہی آسان ہوا لیکن اکثر لوگ حقائق اور شواہد میں غور نہیں کرتے اور اپنی غفلت و جہالت کی بنا پر قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ جس طرح اندھا اور بینا کبھی برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور حقائق و شواہد میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی تو ان کو بدکاروں (کافروں) سے کوئی نسبت نہیں۔ دونوں طبقوں کے اس واضح فرق سے بہت کم لوگ نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔ کوئی یقین کرے یا نہ کرے بیشک قیامت ضرور آئے گی۔ اس کے آنے میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں لیکن بہت سے پھر بھی یقین نہیں کرتے۔ (مواہب الرحمن ۱۴۸، ۱۵۲/۲۴)

بندگی کی شرط

۶۰ وَقَالَ رَبُّكُمْ اِذْ عُوْنِيۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ
عَنْ عِبَادَتِيۤ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

اور تمہارا رب کہتا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرتے رہو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ بہت جلد ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

ذخِرْنِیْ: ذلیل ہونے والے، جھکنے والے۔ ذَخُوْ و ذَخُوْز سے اسم فاعل۔

تشریح: اے مسلمانو! تم اپنی تمام تکلیفوں اور پریشانیوں میں توحید کے صحیح اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو، اس کے سوا کسی کو مت پکارو، اسی سے مدد مانگو وہی تمہاری دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور وہی حاجت روا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور مہربانی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو دعا کرنے کا شوق دلایا اور اس کے ساتھ ہی دعا کی قبولیت کی ضمانت دی۔ اپنے رب سے مانگنا بندگی کی شرط ہے اور نہ مانگنا غرور ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو وہ گویا متکبر و مغرور ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر و سرکشی کرتے ہیں وہ بہت جلد ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ (ایسے بھی ہیں جو) اپنی ضرورت کی ہر چیز اپنے رب ہی سے مانگتے ہیں یہاں تک کہ اگر ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اپنے رب ہی سے مانگتے ہیں۔

ترمذی میں حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا رب بڑا حیا دار اور کریم ہے۔ جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ اونچے کرتا (پھیلاتا) ہے تو اس کو اپنے بندے کے خالی ہاتھ واپس کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت جابر کی روایت سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے دعا کرتا ہے تو اللہ اس کا سوال پورا کرتا ہے یا بقدر سوال کسی تکلیف کو اس سے روک دیتا ہے بشرطیکہ دعا کسی گناہ یا قطع قرابت کی نہ ہو۔ (مظہری ۲۶۸، ۲۷۳/۸)

انعاماتِ خداوندی

۶۵-۶۶: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْیَلَّ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ ذٰلِکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَآَنَىٰ تَوَفُّكَوْنَ ۝
 كَذٰلِكَ يُؤَفِّكَ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝
 اللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَآءَ
 بِنَآءٍ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوْرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ
 مِّنَ النَّطِیْبٰتِ ۚ ذٰلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبَرَّكَ اللّٰهُ رَبُّ
 الْعٰلَمِیْنَ ۝ ۙ هُوَ الْحَیُّ لَا إِلَهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ
 لَهٗ الَّذِیْنَ اَحْمَدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اللہ ہی نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا۔ بیشک لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ وہی اللہ تمہارا رب ہے وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سو تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بھی بھٹکتے رہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے قیام کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں تو کیسی اچھی صورتیں بنائیں اور تمہیں پاکیزہ رزق دیا یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سو تم خالص اعتقاد کے ساتھ اس کو پکارو۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

تَوَفُّكَوْنَ : تم پھیرے جاتے ہو، تم لوٹائے جاتے ہو۔ اَفْک سے مضارع مجہول۔

يَجْحَدُوْنَ : وہ انکار کرتے ہیں۔ جَحَدٌ وَّ جُحُوْدٌ سے مضارع۔

تشریح : ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے تاکہ ان سے اس کی معرفت اور قدرت کاملہ کا یقین حاصل ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ ہی نے رات کو سکون و راحت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا کہ دن بھر کا تھکا ماندہ آدمی رات کو نیند سے آرام حاصل کر کے اگلے روز کی مصروفیات کے لیے تازہ دم ہو جائے۔ اسی نے دن کو روشن بنایا تاکہ اس کی روشنی میں لوگوں کو ان کے کام کاج، سفر اور طلب معاش وغیرہ میں سہولت ہو بیشک اللہ تعالیٰ مخلوق پر بہت ہی فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔

دن رات کو پیدا کرنے والا اور راحت و آرام کے سامان مہیا کرنے والا ہی اللہ ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے اور تمام چیزوں کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ پھر تم اس کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو جو مخلوق ہیں اور انہوں نے کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا۔ ان کفار مکہ سے پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بھٹکتے اور نفسانی خواہشات کے تابع دلائل قدرت کی تکذیب کرتے رہے۔

اللہ ہی نے تمہارے لیے زمین کو قرار کی جگہ اور فرش کی طرح نکھی ہوئی بنایا تاکہ تم اس پر چل پھر سکو اور سکون و اطمینان سے زندگی گزار سکو۔ اسی نے آسمان کو چھت کی طرح محفوظ بنایا اور تمہیں بہترین صورتوں میں پیدا کیا اور نفیس اور بہترین چیزیں کھانے کو دیں۔ جس نے تمہیں یہ تمام نعمتیں دیں حقیقت میں وہی خالق و رازق اور تمہارا رب ہے۔ وہ بڑی شان والا اور سارے جہان کا رب ہے۔ وہی زندہ ہے، اس پر کبھی موت نہیں، وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اس کی کوئی نظیر و عدیل نہیں اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سو تم اسی کو پکارو اور اپنے اعتقاد کو خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو۔ تمام خوبیاں اسی اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (ابن کثیر ۸۶، ۸۷/۴)

آدمی کی حقیقت

۶۸-۶۶: قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ يَتَوَقَّى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى ۝ وَ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قُضِيَ أَمْرًا فَإِنَّا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے ان کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اس بناء پر کہ میرے پاس میرے رب کی کھلی نشانیاں آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں۔

(اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے، پھر (تمہیں بڑھاتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ پھر (بڑھاتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ اور تم میں سے بعض پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں (بچپن یا جوانی میں) اور (بعض کو زندہ چھوڑ دیتا ہے) تاکہ تم مقررہ عمر تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم عقل سے کام لو۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ پھر جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین کو صاف صاف بتا دیجئے کہ چونکہ میرے پاس توحید والوہیت کی کھلی ہوئی دلیلیں آچکی ہیں اس لیے مجھے ان تمام معبودوں کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اپنی عبادت و اطاعت کو شرک سے پاک رکھوں اور صرف رب العالمین کے سامنے سر جھکاؤں۔ اسی وحدہ لا شریک لہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ پھر آئندہ کے لیے ان کا سلسلہ نسل اس طرح قائم کیا کہ تمہیں نطفے سے اور پھر خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ اسی نے تمہیں ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالا۔ اس وقت تم ایسے مجبور ہوتے ہو کہ نہ اپنا کوئی نفع حاصل کر سکتے ہو اور نہ اپنی ذات سے کوئی ضرر دور کر سکتے ہو اور نہ تمہارے کھانے پینے کا کوئی سامان نظر آتا ہے۔ تم ہر چیز سے بے فکر و بے نیاز اپنے خالق و مالک کے قبضہ قدرت میں ہوتے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نہایت عیش و راحت کے ساتھ لطیف غذا سے تمہاری پرورش کرتا ہے اور تمہارے ماں باپ کو تمہاری خدمت پر لگا دیتا ہے۔ پھر اسی نے تمہیں زندہ رکھا تاکہ تم جوانی کو پہنچ جاؤ۔ پھر اس نے تمہیں مزید زندگی دے کر بڑھاپے تک پہنچایا۔ تم میں سے بعض لوگ جوانی یا بڑھاپے کو پہنچنے سے پہلے ہی وفات پا جاتے ہیں۔ یہ سارا تقدیری نظام اس لیے ہے تاکہ تم اپنی مقررہ زندگی کو پہنچ جاؤ۔ دنیا کی کوئی طاقت اس مقررہ وقت کو آگے پیچھے نہیں کر سکتی۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے تاکہ تم سوچ سمجھ لو کہ اپنے اختیار میں کچھ نہیں۔ زندگی اور موت سب اسی کے اختیار اور قدرت میں ہے۔ اس کے سوا کسی میں یہ قدرت نہیں۔ وہ جب بھی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا سو وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔

(ابن کثیر ۸/۴، مواہب الرحمن ۱۶۵، ۱۶۷/۲۴)

مشرکین کا انجام

۱۹-۷۶: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ آيَةِ اللّٰهِ اَنِّىْ يَصْرَفُوْنَ ۝
 الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا ۚ وَبِمَا اَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَتُسَوِّفُوْنَ
 يَعْلَمُوْنَ ۝ اِذَا الْاَغْلُلُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ يُسْحَبُوْنَ ۝
 فِي الْحَمِيْمِ ۚ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ
 اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا
 عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ
 اللّٰهُ الْكَافِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ
 بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ ۝ اُدْخِلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ
 خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوٰى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ یہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔ جن لوگوں نے (اللہ کی) کتاب کو جھٹلایا اور اسے بھی جو ہم نے رسولوں کے ساتھ بھیجا۔ سو بہت جلد انہیں (اس تکذیب کا انجام) معلوم ہو جائیگا۔ جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں (پڑی) ہوں گی (اور) وہ (جہنم کی طرف) گھسیٹے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں۔ پھر وہ آگ میں جھونک دئے جائیں گے۔ پھر ان سے پوچھا جائیگا کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے تھے، اللہ کے سوا۔ وہ کہیں گے کہ وہ سب ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اللہ کافروں کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم دنیا میں ناحق (باطل پر) خوش ہوتے تھے اور اترایا کرتے تھے (اب) تم جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لیے اس کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ سو تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

اَغْلُلٌ : طوق، ہتھکڑیاں۔ وَاَصْدُغُلٌ :

اغْنَاهُمْ : ان کی گردنیں۔ واحد غَنَقَ

السِّلْسِلُ : زنجیریں۔ واحد سَلَسَلَة۔

يُسْجَرُونَ : وہ جھونکے جائیں گے، وہ گرم کئے جائیں گے۔ سَجَرٌ سے مضارع۔

تَمْرُ حُونَ : تم اتراتے ہو، تم خوش ہوتے ہو۔ مَرَحٌ سے مضارع۔

تشریح : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی مخالفت کے درپے ہیں۔ ان کی عقلیں ماری گئی ہیں کہ بھلائی کو چھوڑ کر برائی پر مصر ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کتاب الہی کی تکذیب کی اور اللہ نے اپنے پیغمبروں کو جو شریعتیں دے کر بھیجا تھا ان کو جھوٹا قرار دیا۔ سو بہت جلد ان کو حقیقت حال معلوم ہو جائیگی جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں پڑی ہوئی ہوں گی اور عذاب کے فرشتے ان کو کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے پھریں گے۔ پھر ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٢٣﴾ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ اِن ۝ ﴿٢٤﴾

یہ ہے وہ جہنم جسے گنہگار لوگ جھٹلاتے تھے اب یہ اس کے اور آگ جیسے گرم

پانی کے درمیان مارے مارے پریشان پھرا کریں گے (الرحمن ۲۳، ۲۴)

پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں اللہ کے سوا جن کو پوجتے تھے آج وہ سب کہاں ہیں وہ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے۔ وہ تمہیں اس بے بسی اور بے کسی کی حالت میں چھوڑ کر کہاں غائب ہو گئے۔ مجرمین جواب دیں گے کہ آج وہ سب ہم سے غائب ہو گئے۔ وہ ہمیں کہیں نظر نہیں آرہے۔ ان سے ہمیں کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پھر انہیں کچھ خیال آئے گا اور کہیں گے کہ ہم تو اس سے پہلے بھی ان میں سے کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے کبھی شرک کیا ہی نہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٥﴾

اے ہمارے رب ہمیں تیری قسم ہم مشرک نہیں تھے۔ (الانعام ۲۵)

اللہ تعالیٰ کافروں کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے اور ان کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ سزا اسی کا بدلہ ہے کہ تم دنیا میں حق کو چھوڑ کر باطل عقیدے اور غلط اعمال کو اچھا سمجھ کر خوش ہوتے اور اتراتے تھے۔ سو

اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو جو تکبر کرنے والوں کا بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (مظہری ۲۷۵، ۲۷۶، ۸، ابن کثیر ۳/۸۸)

فتح و نصرت کا وعدہ

۷۷-۷۸: فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يَرْجِعُونَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ فُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ۝

پس آپ (مکرمین کی حرکتوں پر) صبر کیجئے۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جس (عذاب) کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اگر ہم اس میں سے کچھ آپ کو (آپ کی زندگی میں) دکھا دیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں اور آپ کے بعد ان کو سزا دیں) تو ان کو ہماری ہی طرف واپس آنا ہے۔ ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ سے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے نہیں کئے۔ کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا۔ پھر جب اللہ کا حکم آجائے گا تو ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین کی ایذا رسائیوں اور ان کے طرز عمل سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور کسی قسم کی فکر و تشویش میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ آپ ان کی تکذیب و انکار پر صبر و تحمل سے کام لیجئے۔ آپ کو فتح و نصرت اور ان پر غلبہ ضرور حاصل ہوگا۔ بیشک یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ پھر جس عذاب کا وعدہ ہم کر رہے ہیں اگر اس میں سے کچھ آپ کی زندگی میں دکھا دیں جیسے بدر کے دن کفار کی کمر توڑ دی گئی اور ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا اس سے پہلے ہی آپ کو وفات دے دیں تب بھی ان کو ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔

پھر ہم ان کو آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے۔

پھر مزید تسلی کے لیے فرمایا کہ آپ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کے سامنے بیان کر دیے ہیں اور بعض کے واقعات ہم نے بیان نہیں کئے۔ کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر اپنی مرضی سے اپنی امت کی خواہش اور مطالبے پر معجزات اور خوارقِ عادات دکھائے، کیونکہ رسول کے اختیار میں کوئی چیز نہیں۔ اسی طرح یہ کفار مکہ جو آپ سے خاص نشانیاں اور معجزے طلب کر رہے ہیں وہ اللہ کی حکمت و مشیت کے تحت آپ کو نہیں دیئے جارہے۔ اس لیے آپ کو اس پر رنجیدہ اور افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جب چاہے گا ظاہر کر دے گا۔ پھر جب منکرین و کفار ایمان نہ لائے اور اللہ کے رسول اور مومنوں کو ایذا دینے کے درپے ہوئے تو اللہ کا عذاب آگیا اور انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنے رسول اور مومنوں کی نصرت فرمائی اور باطل کی پیروی کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کیا اور مومنوں کو نجات عطا فرمائی۔

(مواہب الرحمن ۱۷۳، ۱۷۴، ۲۴۱۔ معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۵۹، ۱۶۰/۶)

چوپایوں میں منافع

۸۱-۷۹: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْکَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَکُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِکُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلٰی الْفَلَکِ تَحْمَلُوْنَ ۝ وَ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ فَآتٰی اٰیٰتِ اللّٰہِ تُنْکِرُوْنَ ۝

اللہ ہی نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تم ان پر (سوار ہو کر) اپنے سینوں میں چھپی ہوئی حاجتوں کو حاصل کرتے ہو اور تم ان پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے ہو۔ اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے سو تم اللہ کی کن کن نشانوں کا انکار کر دو گے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں کے نفع کے لیے چوپائے یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بیل، بکری

بھیر وغیرہ پیدا کئے۔ اس پیدائش میں کسی مخلوق کا کچھ دخل نہیں۔ ان میں سے بعض پر تو تم سوار ہو کر دور دراز کا سفر کرتے ہو اور ان سے بار برداری کا کام لیتے ہو اور بعض کو کھاتے ہو۔ جیسے اونٹ سے سواری کا کام بھی لیا جاتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور دودھ پیا جاتا ہے اسی طرح گائے اور بکری وغیرہ کا گوشت کھاتے ہیں اور دودھ پیتے ہیں ان چوپایوں میں تمہارے لیے اور بھی فائدے ہیں مثلاً ان کے بالوں، اون اور کھالوں وغیرہ سے نفع حاصل کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے تابع کر دیا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے اس مقصد تک پہنچ جاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے خواہ وہ مقصد ملاقات ہو یا تجارتی سفر یا تعلیم و تعلم یا جہاد اور حج کے لیے سفر ہو۔ یہی نہیں کہ تم ان چوپایوں پر سفر کرتے ہو بلکہ تم تو کشتیوں پر بھی لدے پھرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور بھی اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے سو تم اس کی نشانیوں میں سے کس کس نشانی کا انکار کرو گے۔

بے سود توبہ و ندامت

۸۵-۸۲: أَقَلَّمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرًا مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَ أَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸۵﴾ فَلَمَّا جَاءَ تَهُم مَّرْسَلُهُم بِالْبَيْتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۸۶﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَاسَنَا قَالُوا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿۸۷﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاسَنَا سُنَّتَ اللّٰهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿۸۸﴾

کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلے والوں کا انجام نہیں دیکھا جو (تعداد میں بھی) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں زیادہ شدید تھے اور ان آثار میں بھی جو وہ زمین پر چھوڑ گئے۔ سو ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔ پھر جب ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو یہ اپنے علم پر

اتر آنے لگے اور ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم اس (اللہ) کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ سو ہمارے عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا ان کے کچھ کام نہ آیا (یہ) اللہ کا معمول ہے جو اس کے بندوں میں (ہمیشہ سے) چلا آیا ہے اور کافر خسارے میں رہ گئے۔

تشریح: کیا یہ مشرکین ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان منکرین کا کیسا برا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ تعداد میں بھی ان سے زیادہ تھے اور طاقت کے اعتبار سے بھی ان سے زیادہ قوی تھے۔ اپنی دولت و ثروت اور عزت و حکومت کی جو نشانیاں اور آثار (مخلات اور قلعے وغیرہ) انہوں نے دنیا میں چھوڑے وہ بھی ان سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھے لیکن ان کو عذاب الہی سے بچانے میں ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی۔ نہ ان کی کثرت و قوت، نہ صنعت و حرفت اور نہ دولت و ثروت، کچھ بھی کام نہ آیا۔ یہ لوگ تو تھے ہی غارت کئے جانے کے قابل کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر روشن دلیلیں، کھلے معجزے اور پاکیزہ تعلیمات لیکر ان کے پاس آئے تو وہ اپنے دیوبی امور کے علم پر ناز اور غرور کرنے لگے اور پیغمبروں کی تعلیم کو حقیر جاننے لگے۔ پھر اللہ کے اس عذاب نے ان کو آلیا جس کو وہ جھٹلاتے تھے اور تمسخر اڑاتے تھے اور ان کو تہس نہس کر دیا۔

پھر جب اللہ کے عذاب کی شدت کو دیکھ کر ان کو موت کا یقین ہو گیا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ لیکن عذاب الہی کو دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں اس لیے ان کا ایمان لانا ان کے لیے کسی درجے میں نفع بخش نہ ہوا کیونکہ اب نہ یہ ایمان بالغیب رہا اور نہ اختیاری بلکہ اضطراری ہو گیا۔ ایمان تو وہی معتبر ہے جو بالغیب اور بحالت اختیار ہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون اور طریقہ پہلے سے چلا آ رہا ہے کہ نزول عذاب کے وقت ایمان لانا بے سود ہے اور کافر تو ہمیشہ خسارے میں رہتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ غرغرے سے پہلے تک کی توبہ قبول ہے۔ جب دم سینے میں اٹکا، روح حلقوم تک پہنچ گئی اور فرشتوں کو دیکھ لیا تو اب کوئی توبہ نہیں۔ (ابن کثیر ۴/۸۹، مواہب الرحمن ۸/۱۷۸، ۲۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حم السجدہ (سورۃ فصلت)

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے پانچویں رکوع میں سجدہ تلاوت آیا ہے اس لیے اس کو حم السجدہ کہتے ہیں۔
اس کو سورۃ فصلت اور سورۃ المصاحج بھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں ۶ رکوع، ۵۴ آیات، ۷۹۹ کلمات اور ۳۳۵۰ حروف ہیں۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں زیادہ تر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات میں دلائل بیان کئے گئے ہیں اور ضمناً مرنے کے بعد زندہ ہونے اور حشر و نشر کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔ اور توحید و رسالت سے اعراض پر مشرکین و منکرین پر وعید و تہدید ہے۔

(روح المعانی ۲۴/۹۴، مواہب الرحمن ۲۴/۱۸۰)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: مشرکین کی ہٹ دھرمی اور مومنین کا دائمی اجر مذکور ہے۔
- رکوع ۲: آسمان و زمین کی تخلیق، مشرکین کو دھمکی اور عباد و شمود کا انجام بیان کیا گیا ہے۔
- رکوع ۳: مشرکین کے خلاف ان کے اعضا کی گواہی اور کفار پر شیاطین کے تسلط کا بیان ہے۔
- رکوع ۴: آیات الہی کے انکار کا انجام اور مومنین کا اعزاز و اکرام بیان کیا گیا ہے۔
- رکوع ۵: شروع میں تبلیغ دین کے آداب پھر توحید کے دلائل اور منکرین کی کج روی کا بیان ہے۔
- رکوع ۶: حضرت موسیٰ کی تکذیب، کافروں کا انجام اور منکرین کی قیامت کے لیے شدید عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے۔

۱۔ حروف مقطعات

حَمِّ

حم: یہ حروف مقطعات ہیں جن کے معنی و مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی

تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ
 آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ بَشِيرًا وَ
 نَذِيرًا ۚ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ وَ
 قَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي
 أَذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ إِنَّا
 عَامِلُونَ ۝

یہ (قرآن) بڑے مہربان اور رحم کرنے والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (یہ) ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ان لوگوں کے لیے ہے جو جانتے ہیں۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔ پھر بھی ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا سو وہ سنتے ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل تو اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک پردہ (حائل) ہے سو آپ اپنا کام کرتے رہئے ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

اکِنَّۃٌ : حجاب، پردے، غلاف۔ واحد کِنَّانٌ

اَذَانِنَا : ہمارے کان۔ واحد اُذُنٌ۔

وَقْرٌ : بوجھ، بہرا پن، ڈاٹ، گرائی۔

تشریح: یہ قرآن اللہ رحمن و رحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل ہیں، ان کے معانی ظاہر ہیں اور احکام مضبوط ہیں اور الفاظ واضح اور آسان ہیں۔ جیسے دوسری آیت میں ہے:

كِتَابٌ مُّحْكَمٌ اٰتٰتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيْمٍ
خَبِيْرٍ ۝۱

یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں محکم و مفصل ہیں۔ یہ کلام حکیم و خبیر یعنی اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (ہود: ۱)

اور ارشاد ہے:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ
مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝۲

باطل نہ تو اس کے آگے کی طرف سے اس میں آسکتا ہے اور نہ پیچھے کی طرف

سے۔ یہ تو حکیم و حمید کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ (حم السجدہ: ۲)

یہ قرآن اعلیٰ درجے کی صاف اور شستہ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے تاکہ اہل عرب کو اس کے معارف و معانی سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور وہ خود سمجھ کر دوسروں کو پوری طرح سمجھا سکیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عربوں پر بڑا احسان ہے کہ اس نے قرآن عربی میں نازل کیا۔ اگر یہ عربی کی بجائے کسی اور زبان میں نازل ہوتا تو اہل عرب کے لیے اس کا پڑھنا اور سمجھنا دشوار ہو جاتا۔ اس کے باوجود اس سے وہی لوگ نفع اٹھا سکتے ہیں جو سمجھ بوجھ رکھتے ہوں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳ نَزَلَ بِهٖ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝۴
عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝۵ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝۶

یہ قرآن تو رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ اس کو روح الامین لے کر آپ

کے دل پر اتراتا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں (یہ قرآن)

صاف عربی زبان میں ہے۔ (الشعراء: ۱۹۲-۱۹۵)

یہ قرآن اللہ کے دوستوں کو بشارت دیتا ہے اور اس کے دشمنوں کو عذاب سے ڈراتا ہے پھر

بھی اکثر لوگ اس میں غور و فکر کرنے اور اس کو ماننے سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جس

توحید کی طرف آپ ہمیں بلارہے ہیں اس کی طرف سے ہمارے دل پر پردے پڑے ہوئے ہیں اس لیے آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے اس لیے ہم آپ کی بات نہیں سن سکتے اور ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف کا پردہ پڑا ہوا ہے جو ہمیں ایک دوسرے کے قریب آنے سے روکتا ہے سو آپ اپنے مذہب کے مطابق عمل کرتے رہئے اور ہم اپنے مذہب پر عمل کریں گے۔ (ابن کثیر ۹۰/۹۱، مظہری ۲۸۰/۲۸۱، ۸)

مومنین کا دائمی اجر

۸-۶: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَاستَقِیْمُوا إِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَلِّیْ لِمَشْرِکِیْنَ ۝ الذِّیْنَ لَا یُؤْتُونَ الزَّکَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ کَفِرُونَ ۝ إِنَّ الذِّیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُونٍ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی (نازل) کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے سو تم اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے مغفرت طلب کرو اور مشرکوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی انسان کو یہ قدرت نہیں کہ وہ کسی کا دل پھیر دے۔ البتہ مجھے یہ شرف و امتیاز عطا کیا گیا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل کی جاتی ہے۔ مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک ہی خدا ہے اس لیے تم سب خالص توجہ کے ساتھ اس کی اطاعت کرو اور اس سے اپنے شرک و گناہ کی معافی مانگو۔

حقیقت یہ ہے کہ شرک کرنے والوں کے لیے بڑی ہی ہلاکت و بربادی ہے۔ یہ لوگ نہ توحید کا اقرار کرتے ہیں اور نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت

میں لا یؤتون الزکوۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہیں کرتے۔ توحید کا اقرار ہی نفس کی زکوۃ یعنی طہارت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کافر تو حید کا اقرار کر کے شرک کی نجاست سے اپنے نفسوں کو پاک نہیں کرتے۔ اس آیت میں درپردہ مومنوں کو زکوۃ ادا کرنے کی بھی ترغیب دی گئی ہے اور زکوۃ نہ دینے پر سخت تہدید کی گئی ہے۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے آخرت میں ایسا اجر و ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا کیونکہ آخرت کی کسی نعمت کو زوال اور فنا نہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

عَطَاءٌ غَيْرُ مَجْدُوذٍ ۝

یہ ایک ایسی عطا ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔ (ہود: ۱۰۸)

اور ارشاد ہے:

مَالَهُ مِنْ نَفَادٍ ۝

یہ انعامات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ (ص: ۵۴)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اللہ فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس کے وہی نیک اعمال لکھ دے جو (صحت کی حالت میں) وہ کیا کرتا تھا۔ اب اگر اللہ تعالیٰ اس کو تندرستی دے دیتا ہے تو (اس بیماری کی وجہ سے) اس کے گناہ دھو دیتا ہے اور پاک کر دیتا ہے اور اگر (اس بیماری میں) اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور اس کو رحمت سے نوازتا ہے۔

(روح المعانی ۹۷/۹۸، ۲۴، مظہری ۲۸۱، ۲۸۲/۸)

آسمان وزمین کی تخلیق

قُلْ اَیُّسَکُمْ لَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنٍ
وَجَعَلُوْنَ لَہٗ اَنْدَادًا ۚ ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۱
رَوَّاسِیْ مِنْ فَوْقِہَا وَبَرَکَ فِیْہَا وَقَدَّرَ فِیْہَا اَقْوَامَہَا
فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ۚ سَوَّآءٌ لِّلسَّآدِیْنِ ۝۱۲
السَّمَآءِ وَہِیْ دُخَانٌ فَقَالَ لَہَا وِلِلْ اَرْضِ اِئْتِیَا طَوْعًا

۹-۱۲

أَوْكُرْهَا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ فَقَضَيْنَ سَبْعَ سَنَوَاتٍ
فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا
السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ ۖ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ
الْعَلِيمِ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اس (اللہ) کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں
زمین کو پیدا کیا اور تم (دوسروں کو) اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ وہی تمام
جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ بنادئے اور اس (زمین)
میں برکت رکھی اور اس میں اس (کے رہنے والوں) کی غذائیں ٹھہرا دیں
(یہ سب) چار دن میں (ہوا) سوال کرنے والوں کا (جواب) پورا ہوا۔ پھر
وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا کہ (اس وقت) وہ دھواں ساتھ پھر اس آسمان
اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آویزاں بردستی سے، دونوں نے عرض
کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر دو دن میں سات آسمان بنادیئے اور ہر
آسمان میں اس کا حکم بھیج دیا۔ اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں)
سے زینت دی اور (اس کو) محفوظ کر دیا۔ یہ تدبیر غالب (اور) علیم کی ہے۔

رَوَّاسِي : جمے ہوئے، پہاڑ، بوجھ۔ واحد رَاسِيَّةٌ۔

أَفْوَاتَهَا : اُس کی غذائیں، اُس کی خوراکیں۔ واحد فُوتٌ۔

دُحَانٌ : دھواں۔ جمع أَدْحَنَةٌ۔

مَصَابِيح : چراغ، قندیل۔ واحد مَصْبَاحٌ۔

تشریح : ہر چیز کا خالق و مالک اور ہر چیز پر حاکم و قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اس لیے ہر
قسم کی عبادت بھی صرف اسی کو سزاوار ہے۔ اسی نے زمین جیسی مخلوق کو اپنے کمال قدرت سے صرف دو
دن میں پیدا کر دیا۔ اس لیے تمہیں اس کے ساتھ کفر و شرک نہیں کرنا چاہئے۔ جس طرح سب کا پیدا
کرنے والا صرف وہی ایک اللہ ہے بالکل اسی طرح سب کا پالنے والا بھی وہی ایک اللہ ہے۔ اسی نے
زمین کے اوپر پہاڑ بنائے جو زمین میں میخوں کی طرح گڑے ہوئے ہیں اور اس کو پر سکون رکھتے ہیں،
ہلنے نہیں دیتے۔ اسی نے لوگوں کے فائدے کے لیے زمین میں بہت سی برکتیں رکھ دیں۔ مثلاً اس کے

اندر معدنیات و خزان ہیں۔ جانور، چشمے دریا اور نہریں ہیں۔ اسی سے غلے اور پھل پھول اگتے ہیں جنکو لوگ غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جو لوگ زمین اور اس کے متعلقات کے بارے میں دریافت کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ چار دن میں ہوا یعنی دو دن میں زمین کو پیدا کیا اور دو دن میں اس کے اوپر پہاڑ اور درخت وغیرہ بنائے۔ اس طرح کل چار دن ہوئے۔

یہ سب کچھ پیدا کرنے کے بعد وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھواں سا تھا۔ پھر آسمان اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں میرا حکم مانو اور میری فرماں برداری کرو خواہ خوش دلی سے قبول کر کے شرف حاصل کرو یا پھر زبردستی تم پر حکم نافذ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ نے آسمان اور زمین سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو حکم تمہیں دیا ہے اس کی تعمیل کرو ورنہ میں تمہیں مجبور کر کے اپنے حکم کی تعمیل کراؤں گا۔ آسمان و زمین نے اس کے جواب میں کہا تیرے احکام کی تعمیل کے لیے ہم دونوں حاضر ہیں۔ سو دو روز کے برابر وقت میں ہم نے ان کو سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے مناسب فرشتوں کو حکم جاری فرما دیا، آسمان دنیا کو چمکتے ہوئے ستاروں سے مزین اور جنوں، شیطانوں سے محفوظ کر دیا تاکہ وہ اللہ کے تکوینی امور میں سے کوئی چیز سن یا معلوم نہ کر سکیں۔ کائنات کی یہ تخلیق و تقدیر اور اندازے مطابق ہر شے کا وجود اس خالق و قادر مطلق کی زبردست قوت و عزت اور علم بے پایاں کا گواہ ہے۔ (ابن کثیر ۹۲/۹۴، مظہری ۲۸۳، ۲۸۵/۸)

مشرکین کو دھمکی

۱۳-۱۴: فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صُِعْقَةً مِثْلَ صُِعْقَةِ عَادٍ وَثُمُودَ ۚ إِذْ جَاءَهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝

اگر یہ پھر بھی روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو قوم عاد و ثمود کے عذاب کی مانند ہوگا۔ جب ان کے پاس پے در پے رسول آئے (اور کہا) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (تو) انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو بھیج دیتا سو ہم آپ کا

لایا ہوا پیغام نہیں مانتے۔

صلعۃ: بجلی کی کڑک، سخت آواز، شدید عذاب۔ جمع صواعق۔

تشریح: اگر یہ مشرکین مکہ تو حید و رسالت کے دلائل سن کر بھی تو حید سے منہ موڑیں اور آپ کی تکذیب کریں تو آپ ان کو کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایسی کڑک اور آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر آئی تھی، جس طرح تم سے پہلے سابقہ انبیاء کی مخالف امتیں زیر و زبر کر دی گئی تھیں کہیں تمہاری شامت اعمال تمہیں بھی انہی جیسے عذاب میں مبتلا نہ کر دے۔ عاد و ثمود اور ان جیسی دوسری اقوام کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ان کے پاس پے در پے رسول آئے جو ان کو ایمان باللہ کی دعوت دیتے رہے اور ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے کہ تم اللہ کے سوا ہرگز کسی کی عبادت نہ کرو مگر انہوں نے کسی ایک کی بھی نہ مانی۔ وہ اپنی آنکھوں سے اللہ کے رسول اور اس کی اتباع کرنے والوں کی بہتری اور کامیابی اور مکذبین و منکرین کی ہلاکت اور تباہی دیکھتے رہتے پھر بھی رسول کی تکذیب و تمسخر سے باز نہ آتے تھے، کٹ جتی کرتے اور کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو ہماری طرف اتارتا، تم تو ہماری ہی طرح کے انسان ہو۔ تمہیں ہم پر کوئی فوقیت و برتری حاصل نہیں پھر تم رسول کیسے بن گئے۔ ایسی صورت میں ہم تمہاری رسالت اور پیغام تو حید کو نہیں مانتے۔ (ابن کثیر: ۴/۹۴)

عاد و ثمود کا انجام

۱۵-۱۸: فَأَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا
مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوْ لَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي
خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ
فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحْسَاتٍ
لِنَنْذِرَهُمْ عَذَابَ الْآخِرَةِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ
الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ۝ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ
فَأَسْتَحَبُّوا الْعَنَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمُ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ
الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَ
كَانُوا يَتَّقُونَ ۝

سو جو عاد تھے وہ دنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ کون ہے ہم سے

زیادہ قوت میں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ قوت میں ان سے کہیں زیادہ ہے، اور وہ آخر تک ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے۔ پھر منحوس دنوں میں ہم نے ان پر ایک زور کی ہوا بھیج دی تاکہ دنیا میں انہیں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں زیادہ رسوا کن ہوگا اور ان کی مدد بھی نہ کی جائے گی اور جو شتم و بدتھے ہم نے ان کو بھی ہدایت کی تھی۔ پھر بھی انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا سو ان کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ذلت کے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا اور ہم نے مومنوں کو (اس عذاب سے) بچالیا (کیونکہ) وہ پرہیزگار تھے۔

يَخْذُونَ اَوَهُ انكار کرتے ہیں۔ جَحْدُ سے مضارع۔

صُرَّ صُراً: تیز آندھی جس میں سخت آواز ہو، سخت ٹھنڈک۔ جمع صُرَّاصِرٌ۔

نَحْسَاتٍ: منحوس، برے، متواتر۔ نَحْسٌ سے صفت مشبہ۔

هَوْنٌ: ذلت، رسوائی، خواری۔

تشریح: قوم عاد کے لوگ دنیا میں ناحق غرور و تکبر کرنے لگے تھے اور اپنے آپ کو استحقاق کے بغیر دوسروں سے بڑا اور برتر سمجھنے لگے تھے۔ جب ان کو عذاب الہی سے ڈرایا گیا تو ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ طاقتور اور مضبوط کون ہے۔ ہم ہر عذاب کو اپنی طاقت سے دفع کر دیں گے۔ وہ اس بات کو بھول گئے کہ جس ذات نے ان کو ایسا متن و مند مضبوط اور طاقتور پیدا کیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ طاقت والا ہے۔ اس کی طاقت کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ جیسے ارشاد ہے

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا يَاسِدًا وَإِنَّا لَمُّوسِعُونَ ﴿۵۰﴾

اور ہم نے اپنے ہاتھوں سے آسمان کو بنایا اور ہم وسیع قدرت والے ہیں۔

(الذاریت: ۴۷)

پس اللہ کی نافرمانی کرنے، اس کی آیتوں کے انکار، رسولوں کی تکذیب، ان کی خود سری اور تکبر پر ہم نے ان کو ایسے دنوں میں عذاب میں پکڑ لیا جو ان کے لیے سخت منحوس تھے۔ اور ان پر ایک نہایت تند و تیز ہوا بھیج دی جو ہر چیز کو اکھاڑ پھینک دینے والی تھی تاکہ دنیوی زندگی ہی میں ہم ان کو

ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں۔

آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تند و تیز ہوا مسلسل کئی روز تک رہی۔ پھر فرمایا کہ آخرت کا عذاب تو بہت ہی رسوا کرنے والا ہے اور ان کو کہیں سے بھی مدد نہیں دی جائے گی۔ جہاں تک تو م شمود کا تعلق ہے تو ہم نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ان کو ہدایت کا راستہ بتا دیا تھا لیکن ایمان کے مقابلے میں انہوں نے جہالت اور کفر کو پسند کیا اور اللہ کے نبی کی تکذیب کرتے رہے۔ سو ان کو بھی انکی بد اعمالیوں کی پاداش میں ذلت و رسوائی کے عذاب کی کڑک نے آلیا۔ اور ہم نے مومنوں کو اس ذلت و رسوائی کے عذاب سے بچالیا کیونکہ وہ ہم سے ڈرتے تھے۔

منکرین کے خلاف ان کے اعضا کی گواہی

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝
حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَاَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
يُجَبُّوهُمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا ۚ قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَآلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

جس دن اللہ کے دشمن جمع کر کے دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے تو ان کی جماعتیں بنائی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہ جہنم کے بالکل قریب آجائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں، ان کے اعمال کی گواہی دیں گی اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی وہ (کھالیں) جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے (قوت) گویائی دی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی ہے اور اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

يُوزَعُونَ : ان کو روکا جائے گا۔ ان کی ٹولیاں بنائی جائیں گی۔ ان کی جماعتیں بنائی جائیں گی۔
وَزُعٌ سے مضارع مجہول۔

أَنطَقَنَا : اس نے ہمیں بولنے کی طاقت عطا فرمائی۔ انطاق سے ماضی۔

تشریح: قیامت کے روز اللہ کے دشمنوں کو ذلت و رسوائی کے ساتھ گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لیجایا جائے گا کیونکہ یہ لوگ دنیا میں اللہ کے دشمن تھے، توحید اور اس کی آیات کا انکار کرتے تھے اور اللہ کے رسولوں سے عداوت رکھتے تھے۔ اس دن ان مجرموں کے الگ الگ گروہ ہوں گے۔ ہر پیغمبر کی کافر امت ایک گروہ ہوگی۔ اس طرح کافروں کے گروہ آگے پیچھے جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے۔ ان میں سے آگے والے گروہ ہوں گے جہنم کے قریب روک لیا جائے گا تا کہ بعد والے گروہ ان سے آلیں پھر جب لوگ جہنم کے کنارے پر آکھڑے ہوں گے تو ان کے کان، آنکھیں اور کھالیں ان کے خلاف ان کے اعمال کی شہادت دیں گے اور کہیں گے اس نے یہ یہ گناہ کیا۔ اس طرح ان کے اگلے پچھلے تمام عیوب کھل جائیں گے۔ اس وقت کافر بے بسی کے عالم میں حیران ہو کر اپنی جلدوں اور اپنے اعضا کو ملامت کریں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی حالانکہ تم میں بولنے کی صلاحیت اور قدرت نہیں ہے۔ ان کی جلدیں کہیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے بولنے کی طاقت دی جس نے ہر بولنے والی چیز کو بولنے والا بنایا۔ پس اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

کفار کو ملامت

۲۲-۲۳: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ ۚ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنْ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۰ وَذِكْرُكُمْ اَلَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَدْرٰكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۱۱ فَاَنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوٰى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْثِبُوْا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِيْنَ ۝۱۲

اور تم اپنی بد اعمالیوں کو پوشیدہ نہیں رکھتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی لیکن تم تو یہ سمجھتے رہے کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو خبر ہی نہیں اور تمہاری اسی بدگمانی نے تمہیں ہلاک کر دیا جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کر رکھی تھی پھر تم (ابدی) خسارے میں پڑ گئے۔ اب اگر یہ (لوگ) صبر کریں، تب بھی ان کا ٹھکانا

جہنم ہی ہے۔ اور گروہ عذر (توبہ) کریں تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

أَزْدَلُّكُمْ : اس نے تمہیں برباد (مات) کیا۔ اِزْدَاءً سے ماضی۔

يَسْتَعْتَبُوا : وہ توبہ کرتے ہیں، وہ خوش کرتے ہیں۔ اِسْتَعْتَابٌ سے مضارع۔

شان نزول : شیخین نے صحیحین میں اور بغوی نے حضرت ابن مسعود کی روایت سے بیان کیا کہ دو ثقفی اور ایک قریشی یا دو قریشی ایک ثقفی بیت اللہ کے قریب جمع ہوئے۔ ان تینوں کے پیٹ موٹے تھے جن پر چربی کی تہ جمی ہوئی تھی اور دونوں میں سمجھ کم تھی۔ ایک کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ ہماری باتیں سنتا ہے۔ دوسرا کہنے لگا کہ ہم چلا کر بولیں تو سنتا ہے اور چپکے چپکے بات کریں تو نہیں سنتا۔ تیسرے نے کہا کہ اگر وہ چلا کر بات کرنے کو سنتا ہے تو چپکے چپکے بات کرنے کو بھی ضرور سنے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ ثقفی شخص عبد یاسیل تھا اور دونوں قریشی آدمی ربیعہ اور صفوان بن امیہ تھے۔ (مظہری: ۲۹۰/۸)

تشریح : تمہیں تو دنیا میں اس بات کا خیال بھی نہ تھا کہ قیامت کے روز تمہارے بدن کے اعضا یعنی ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ اور جلدیں وغیرہ تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ اسی لیے تم بے دھڑک بدکاریوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا رہے بلکہ تم تو اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر ہی نہیں۔ تمہارے اسی گمان فاسد نے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری بد اعمالیوں کی خبر نہیں، تمہیں ہلاک و برباد کر دیا اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے۔ اگر ان کافروں نے دنیا میں واپس بھیجے جانے کی درخواست نہ کی بلکہ جہنم میں پڑے رہنے پر صبر کیا تو بھی ان کا ٹھکانا وہی جہنم کی آگ ہے جس میں صبر کرنا ممکن نہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ ان کا عذر قبول کر کے ان کو دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ وہاں جا کر اس کی اطاعت و فرماں برداری کریں تو ان کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا اور وہ عذاب الہی سے کسی طرح نہ بچ سکیں گے کیونکہ بالفرض اگر ان کو دنیا میں واپس بھیج کر دیا جائے تب بھی وہ وہی کام کریں گے جن سے منع کئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات خوب معلوم ہے۔

کفار پر شیاطین کا تسلط

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ
مَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَسِيرِينَ ﴿۲۵﴾

اور ہم نے (دنیا میں) ان کے ساتھ (برے ساتھی) لگا دیئے تھے جنہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں خوبصورت بنا رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی (عذاب کی) بات پوری ہو کر رہی جو ان سے پہلے گزرے ہوئے جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے حق میں پوری ہو چکی تھی۔ بیشک وہ سب خسارے میں رہے۔

قِیْطُنَا: ہم نے پیچھے لگا دیا، ہم نے (شیاطین کو) مقرر کیا۔ تَقْیِطُصْ سے ماضی۔
قُرْنًا: ساتھی (شیاطین)۔ ہم نشین۔ واحد قَرْنٌ۔

تشریح: منکرین توحید و رسالت کے کفر و شرک اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ان پر اس طرح مسلط کر دیا جیسے انڈے کے اوپر اس کا چھلکا مسلط ہوتا ہے اور اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے جیسے ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْمَشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نَقِيْطُصْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهٗوَلَهٗ
قَرِيْنٌ ۝۶

اور جو شخص اللہ کے ذکر سے انحراف کرتا ہے ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ پھر شیطان ہی اس کا قرین (ساتھی) ہو جاتا ہے (الزخرف: ۳۶)

سوان شیاطین نے منکرین کے برے کام جو انہوں نے پہلے کئے تھے یا بعد میں کرتے ان کی نظروں میں اچھے کر کے دکھائے اور ان کے تباہ کن ماضی اور مستقبل کو خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کیا۔ اس طرح ان شیاطین نے کافروں کو آخرت کے انکار اور دوسری زندگی یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی تکذیب پر آمادہ کیا۔

ان کافروں سے پہلے بھی بہت سے امتیں گزری ہیں، ان کے بھی ایسے ہی اعمال تھے جیسے ان کافروں کے ہیں۔ ان پر بھی اللہ کا قول یعنی عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا جیسے ان سے پہلے گزری ہوئی کافرا متوں پر ہو چکا اور وہ اس دنیا سے خسارہ اٹھا کر ہلاک ہو چکے۔ یہ کافر بھی نقصان اٹھا کر خسارے میں ان کے برابر ہو جائیں گے کیونکہ سابقہ امتوں کی طرح یہ بھی اللہ کی توحید سے بیزار ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے منہ موڑ کر اس کی دشمنی کرتے ہیں۔

(ابن کثیر ۷/۳۷۷)

منکرین آیاتِ الہی کا انجام

۲۶-۲۹: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا هَذَا الْقُرْآنَ وَالْغَوَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَبُونَ ۝ فَلَنذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَشْوَا الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذِينَ أَضَلْنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلُهُم تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونُوا مِنَ الْآسَفِلِينَ ۝

کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی نہیں اور اس (کے پڑھنے) میں غل مچایا کرو (اس طرح) شاید تم غالب آ جاؤ۔ یقیناً ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ان کو ان کے برے اعمال کی سزا دیں گے۔ اللہ کے دشمنوں کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے۔ وہی ان کے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ یہ اس کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اور (قیامت کے روز) کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں وہ جن اور انسان دونوں دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تا کہ ہم ان دونوں کو اپنے پاؤں تلے روند کر خوب ذلیل کر دیں۔

الغوا: تم غل مچاؤ، تم بک بک کرو۔ لغو سے امر۔

تحت: نیچے۔ اسم ظرف مکان۔

تشریح: منکرین نے آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق کر لیا کہ وہ اللہ کے کلام پر ایمان نہیں لائیں گے، اس کے احکام کی پیروی نہیں کریں گے اور جب قرآن پڑھا جائے گا تو شور و غل کریں گے، آوازیں نکالیں گے۔ سیٹیاں اور تالیاں بجائیں گے اور اپنی ان بیہودگیوں کو اپنے غلبے کا باعث سمجھتے تھے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ

ترجمہ ۱۵

جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کو سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(الاعراف ۲۰۴)

پھر فرمایا کہ ہم کافروں کو ان کی بیہودہ حرکتوں پر سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے اور ان کو بد اعمالیوں کی بدترین سزا دیں گے۔ دوزخ کی آگ ہی اللہ کے دشمنوں کی سزا ہے۔ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔ یہ سزا ہماری آیتوں کے انکار کے بدلے میں ہے۔ دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد منکرین غصے کے عالم میں کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جنوں اور انسانوں میں سے ان لوگوں کو ہمارے سامنے لے آجیوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اور گناہوں پر آمادہ کیا تھا تا کہ ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے روندیں اور وہ خوب ذلیل و خوار ہو کر دوزخ کے سب سے نیچے والے طبقے میں چلے جائیں اور ان کا عذاب ہمارے عذاب سے سخت ہو جائے۔

مومنین کا اعزاز و اکرام

۳۰-۳۲: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلَىٰ بِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَىٰ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۖ نَزَّلْنَا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ۝

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) تم کچھ اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ہم تمہارے رفیق ہیں اور تمہارے لیے وہاں وہ سب موجود ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے وہ سب بھی جو مانگو گے یہ اس بخشنے والے مہربان کی طرف سے بطور مہمانی ہوگا۔

اسْتَقَامُوا: وہ قائم رہیں، وہ ثابت قدم رہیں۔ اسْتَقَامَةُ سے ماضی۔

نَزَّلْنَا: دعوت، مہمانی، آؤ بھگت۔

تشریح: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اعتراف اور اس کی وحدانیت کا اقرار کیا اور پھر مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہے اور اس کے احکام کے تحت اپنی زندگی گزارتے رہے تو موت کے وقت ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور ان کو بشارت دیں گے کہ جس رب عزوجل کے پاس جا رہے ہو وہ تم پر بہت مہربان ہے اس لیے تمہیں عذاب سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور دنیا میں جو اہل وعیال تم نے چھوڑے ہیں ان کے بارے میں بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمہارے رب کے حکم سے ان کی حفاظت ہمارے ذمے ہے۔ ہم تمہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ جس جنت کا تم سے وعدہ کیا تھا اس کے ملنے پر خوش ہو جاؤ۔ ہم دنیا میں بھی تمہارے رفیق اور ولی تھے اور تمہارے دل میں اچھی باتیں ڈالتے تھے اور شیطان سے بھی تمہاری حفاظت کرتے تھے۔ آخرت میں بھی اسی طرح تمہارے ساتھ رہیں گے، تمہاری وحشت و دہشت دور کرتے رہیں گے۔ قبر میں، حشر میں، پل صراط پر غرض ہر جگہ ہم تمہارے ساتھ رہیں گے جب تک تم جنت میں داخل نہ ہو جاؤ جہاں تمہارے لیے ہر وہ نعمت ہوگی جس کو تمہارا دل چاہے گا اور تمہارے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو تم طلب کرو گے۔ یہ سب کچھ اس پروردگار کی طرف سے بطور مہمانی اور اکرام کے ہوگا جو بہت مغفرت کرنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اس کا لطف و رحم اور اس کی بخشش و کرم بہت وسیع ہے۔

ابو نعیم نے لکھا ہے کہ ثابت بنانی نے حم السجدہ پڑھی۔ جب آیت تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ پر پہنچے تو کہا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ مومن بندے کو جب قبر سے اٹھایا جائے گا تو وہ فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہتے تھے اس سے ملیں گے کہ تم کچھ خوف و رنج نہ کرو اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کے حصول سے خوش ہو جاؤ۔ اس کے بعد اللہ اس کو خوف سے مامون کر دے گا اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے گا۔

بزار، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت کے اندر پرندوں کو دیکھ کر جو نبی (ان کا گوشت کھانے کی) خواہش کرو گے وہ فوراً بھنے بھنائے تمہارے سامنے گر پڑیں گے۔ (مظہری ۲۹۳، ۲۹۴/۸)

صفات حمیدہ

۳۲-۳۳: وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۲﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا

السَّيِّئَةُ إِذْ فَعَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَ
بَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ
صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَإِنَّمَا
يُنْزَغُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اس سے بہتر کس کی بات ہے جو (دوسروں کو) اللہ کی طرف بلائے اور
(خود) نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں اور نیکی
اور بدی برابر نہیں ہو سکتی۔ آپ (ہر برائی کو اپنے) نیک برتاؤ سے ٹال دیا
کیجئے پھر آپ کا دشمن دلی دوست کی مانند ہو جائے گا اور یہ بات صبر کرنے
والوں ہی کو نصیب ہوتی ہے اور یہ بات انہی کو نصیب ہوتی ہے جو خوش قسمت
ہوتے ہیں۔ اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ
مانگ لیا کیجئے۔ یقیناً وہ بہت ہی سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

حَمِيمٌ : دلی دوست، غم کھانے والا۔ جمع اَحْمَاءُ۔

حَظٌّ : حصہ، نصیب۔ جمع حُظُوظٌ۔

يُنْزَغُكَ : وہ تجھ کو فتنے میں ڈال دے گا۔ وہ تجھ کو شبے میں ڈال دے گا۔ نَزْغٌ سے مضارع بانون تاکید۔
تشریح : جس شخص نے لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا اور خود بھی نیک کام کئے اور اسلام قبول کیا
اس سے بہتر کسی کی بات نہیں۔ محمد ابن سیرین اور سدی نے کہا کہ من دعا الی اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مراد ہیں جو لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی دعوت دیتے تھے۔ حسن کے نزدیک اس سے ہر وہ مومن
مراد ہے جس نے دعوت الی اللہ قبول کی اور نیک کام کئے اور اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا۔ یہ آیت
عام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اولیٰ طور پر اس کے مصداق ہیں۔

جزا اور حسن انجام کے اعتبار سے بھلائی اور برائی، نیکی اور بدی برابر نہیں۔ نیکی کا انجام فلاح
و کامرانی ہوتا ہے اور بدی کا انجام ذلت و ناکامی۔ نیکی سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس پر ثواب دیتا ہے
اور برائی سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیتا ہے۔ اس لیے آدمی کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن
ہو اچھی خصلتیں اختیار کرے اور برائیوں کو ترک کرے۔ غصے کو چھوڑ کر صبر اختیار کرے، جہالت کو

ترک کر کے برداشت کو اختیار کرے، انتقام کی بجائے درگزر کرے، بخل کی بجائے سخاوت اور بزدلی پر دلیری کو ترجیح دے اور بدکردار کی بدی کو نیک خصلت سے دفع کرنا چاہے۔ مثلاً اگر وہ برائی پہنچائے تو اس کے مقابلے میں احسان کرے اور وہ کوئی جرم کرے تو اس کے مقابلے میں عفو کرے۔ اگر وہ غصہ دلائے تو نرمی سے کام لے اور اگر وہ بیہودہ گوئی کرے تو اس کے مقابلے میں حلم اختیار کرے۔ جو شخص دشمنی پر آمادہ ہو تو ملاقات کے وقت اس کو سلام کرے، اس کے نتیجے میں جانی دشمن بھی دلی دوست بن جائے گا۔ یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو نفسانیت اور خواہشات کی مخالفت پر جبر رہتے ہیں اور یہ خصلت انہی لوگوں کو ملتی ہے جو بڑے خوش نصیب ہوں۔

شیطانی وسوسوں سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ فوراً اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ اسی نے شیطان کو طاقت دے رکھی ہے کہ وہ دل میں وساوس پیدا کرے۔ اس کے شر سے محفوظ رکھنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ بیشک وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے اس لیے وہ تیرے عمل و اخلاص کو دیکھ کر اور تیرے قول کو سن کر تجھے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔ (مواہب الرحمن ۲۲۵، ۲۲۸/۲۳)

توحید کے دلائل

۳۹-۳۷: وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۚ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ۚ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتِ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ

رات اور دن اور سورج و چاند بھی اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم (واقعی) اس کے عبادت گزار ہو۔ اگر یہ لوگ پھر بھی تکبر کریں تو جو (فرشتے) اللہ کے پاس ہیں وہ شب و روز اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ کسی

وقت بھی اُکتاتے نہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو جھکنے والی (خشک) دیکھتا ہے۔ پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔ بیشک جس نے اس (خشک) زمین کو زندہ کیا وہی قیامت کے دن (مردوں کو زندہ کرے گا۔ بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

يَسْنُمُونَ : وہ اُکتاتا ہے، وہ تھکتا ہے۔ سَامَةٌ سے مضارع۔

اهْتَزَّتْ : وہ حرکت کرتی ہے، وہ تروتازہ ہوتی ہے۔ اِهْتَزَّازٌ سے ماضی۔

رَبَّتْ : وہ پھولی، وہ بڑھی، وہ لہلہائی۔ رَبُّوْ و رَبُّوْ سے ماضی۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و قدرت کی نشانیوں میں رات اور دن اور سورج و چاند بھی ہیں۔ رات کو اس کے اندھیروں سمیت اور دن کو اس کے اجالوں سمیت اسی نے بنایا ہے۔ دونوں یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں۔ دن کا تعلق سورج سے ہے جب سورج ہماری نظروں سے مخفی ہوتا ہے تو چاند ظاہر ہو جاتا ہے۔ سورج سے حدت و شدت ہے اور چاند سے خنکی و رطوبت ہے۔ ہر ایک کی منازل مقرر ہیں اور ان کی کیفیت بھی جدا جدا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے بنانے والے کے وجود اس کی وحدانیت اور صفات کاملہ پر دلالت کر رہا ہے۔ اس لیے تم چاند و سورج کو سجدہ نہ کرو۔ یہ تو مخلوق و محکوم ہیں اور مخلوق سجدے کے قابل نہیں ہوتی۔ اگر تم خدا کے بندے ہو تو اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان چاروں کو پیدا کیا۔ پس اگر یہ لوگ اللہ کی عبادت اور توحید سے تکبر کریں اور اپنے کفر و شرک پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ کو ان کی عبادت کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس کے مقرب فرشتے دن رات اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور کسی وقت بھی نہیں اُکتاتے بلکہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں ان کو لذت آتی ہے۔ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ زمین خشوع کی حالت میں (خشک) پڑی ہوئی ہے۔ پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے۔ اور خوب پھلتی پھولتی ہے۔ بیشک جس نے زمین کی روئدگی کو زندہ کیا وہی قیامت کے روز مردوں کو زندہ کرے گا۔ بیشک وہ زندہ کرنے اور مردہ کرنے پر قادر ہے۔

منکرین کی کج روی

۴۰-۴۳: اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰدُّوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلٰقِیْ فِی السَّارِ خَيْرًا مِّنْ یَّاْتِیْ اِمْنَا یَوْمَ الْقِیَمَةِ ؕ اَعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ

إِنَّهُ يَمَّا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ۚ إِنَّكَ رَءُوكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۝

بیشک جو لوگ ہماری آیتوں کو توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں۔ بھلا جو آگ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے روز امن و امان سے (جنت میں) آئے۔ تم جو چاہو کرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ وہ سب دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔ بیشک جن لوگوں نے قرآن پہنچ جانے کے باوجود اس کا انکار کیا (تو یہ ان کی جہالت ہے) حالانکہ وہ تو بڑی باوقار کتاب ہے۔ جس میں باطل نہ آگے سے داخل ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ یہ تو حکیم و حمید کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ آپ سے وہی کہا جاتا ہے جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا تھا۔ یقیناً آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا بھی ہے اور دردناک سزا دینے والا بھی۔

يُذْهِدُونَ: وہ توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں، وہ حق سے پھرتے ہیں۔ الْحَادُّ: مضارع۔ تشریح: جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں یقیناً وہ ہم سے پوشیدہ نہیں۔ ہم ان کو خوب دیکھ رہے ہیں اور ان کو سزا دینے پر بھی قادر ہیں۔ بھلا وہ شخص اچھا ہے جو آگ میں ڈالا جائے گا جیسا کہ ان مکذبین و مجرمین کو ڈالا جائے گا یا وہ شخص جو قیامت کے روز نہایت امن و سکون کی حالت میں آئے۔ سواب تم جو چاہو کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اس لیے وہ تمہیں تمہارے اعمال کی سزا ضرور دے گا۔ جو لوگ اللہ کا پیغام نصیحت (قرآن) آجانے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں تو وہ درحقیقت اپنی کج روی، عناد اور حق سے بغاوت کی بنا پر ایسا کرتے ہیں۔ خود پیغام خداوندی میں کوئی کمی نہیں وہ تو یقیناً ایک بلند پایہ اور عزت والی کتاب ہے۔ اس کے مثل کسی کا کلام نہیں۔ باطل تو اس کے قریب بھی نہیں آ سکتا۔ یہ اس اللہ کا نازل کیا ہوا ہے جو حکیم و حمید ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ بدنصیب ایسی بلند پایہ اور حکمت سے لبریز کتاب پر بھی ایمان نہ لائیں تو آپ کو اس پر غمگین ہونے

کی ضرورت نہیں۔ ان منکرین کی طرف سے آپ کو بھی تکذیب و ایذا کی وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے پیغمبروں کو کہی جا چکی ہیں۔ جس طرح انہوں نے ان باتوں کو برداشت کیا آپ بھی برداشت کریں، بے شک آپ کا رب مومنوں کی مغفرت کرنے والا اور مشرکین کو دردناک سزا دینے والا ہے۔

ہدایت و شفا کا ذریعہ

۴۴: وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَجَبًا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَعَجَبٌ وَعَرَبِيٌّ ۚ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۚ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَسَىٰ ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝

اگر ہم اس قرآن کو عجیب بناتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں (ہماری عربی زبان میں) صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں اور یہ کیا کہ (قرآن تو) عجیب ہے اور (رسول) عربی آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور یہ (قرآن) ان کے حق میں نابینائی ہے گویا کہ یہ لوگ کسی دور کی جگہ سے پکارے جارہے ہیں (آواز) سنتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

شان نزول: مقاتل نے بیان کیا کہ عامر حضرمی کا ایک یہودی عجمی غلام تھا۔ اس کا نام یسار اور کنیت ابو فکیہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آتے جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر مشرکوں نے کہنا شروع کیا کہ یسار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دیتا ہے۔ یسار کے آقا نے اس کو مارا اور کہا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دیتا ہے۔ یسار نے کہا کہ وہ تو مجھے تعلیم دیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر نے سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ قریش نے کہا کہ یہ قرآن عجمی اور عربی (زبانوں میں) کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُ الْخ نازل فرمائی۔

(مظہری ۳۰۲/۸)

تشریح: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! جو قرآن آپ لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں اگر ہم اس کو کسی عجمی زبان میں نازل کر دیتے تو اہل مکہ یہ کہتے کہ اس کی آیتیں عربی زبان میں صاف صاف کیوں نہیں

بیان کی گئیں کہ ہم بھی ان کو سمجھ لیتے۔ مخاطب جب عرب ہیں تو ان پر عجمی زبان میں کتاب کیوں نازل کی گئی۔ اگر کچھ حصہ عربی زبان میں اور کچھ عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تب بھی انہیں اعتراض ہوتا۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اس میں ان تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے جو برے کاموں سے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کے باوجود بھی جو لوگ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو درحقیقت ان کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ نصیحت و حکمت کی کوئی بات سننے پر قادر نہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دور سے کسی سے کچھ کہہ رہا ہو اور سننے والا آواز تو سنتا ہو مگر سمجھتا کچھ نہ ہو، جیسے ارشاد ہے:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ
إِلَّا دُعَاءٌ وَنِدَاءٌ صُمُّ بُكْمٌ عُمْىٰ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ٥

کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پکارتا ہے مگر آواز اور پکار کے سوا کچھ اور اس کے کان میں نہیں پڑتا بہرے، گونگے، اندھے ہیں پھر وہ کیسے سمجھیں گے۔ (البقرہ: ۱۷۱)

حضرت موسیٰ کی تکذیب

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ
سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ
مِنْهُ مُرِيبٍ ۝ مَن عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ
فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بیشک یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ جس نے نیک کام کیا تو اپنے ہی نفع کے لیے کیا اور جس نے برا کام کیا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

مَرِئِبٌ : شک میں ڈالنے والا۔ اِرَابَةٌ سے اسم فاعل۔

اَسَاءَ : اس نے برائی کی، اس نے برا کام کیا۔ اِسَاءَةٌ سے ماضی۔

تشریح : کفار مکہ کی یہ روش جو گزشتہ آیت میں بیان ہوئی کوئی نئی اور عجیب نہیں۔ اللہ کے رسولوں کے ساتھ منکرین و مکذبین کا رویہ ایسا ہی رہا ہے۔ چنانچہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اور انہیں جھٹلایا اور ستایا گیا۔ آپ کو مشرکین مکہ کی اس روش پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ حضرت موسیٰ کی طرح صبر کرنا چاہئے۔ اگر آپ کا رب پہلے سے یہ فیصلہ نہ کر لیتا کہ ایک مقررہ وقت یعنی قیامت تک ان کو دنیا میں مہلت ہے اور اس مقررہ وقت سے پہلے ان پر عذاب نہیں آئے گا تو ان کے کرتوتوں کے سبب ان کا فیصلہ دنیا ہی میں ہو چکا ہوتا اور یہ دنیا ہی میں عذاب الہی سے ہلاک کر دیئے جاتے۔

پیشک یہ لوگ عذاب الہی کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے انہیں تردد میں ڈالا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر دیا ہے کہ جو شخص نیک کام کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کو پہنچتا ہے اور جو شخص برے کام کرے گا ان کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ نہ وہ کسی کی نیکی کو ضائع کرتا ہے اور نہ بدکاروں کو جرم سے زیادہ سزا دیتا ہے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف سے وہی معاملہ کرتا ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔

کافروں کا انجام

۲۷-۲۸ : اَلَيْسَ يُرَدُّ اِلَيْهِ السَّاعِدُ وَمَا تَخِرُّجُ مِنْ ثَعْرَتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهِ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ اَيُّنَ شُرَكَائِيَۤ ۚ قَالُوْۤا اٰذْنٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْۤا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُوْۤا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّخِيْصٍ ۝۲۷

قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جو (بھی) پھل اپنے خوشوں سے نکلتا ہے اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو (بچہ) وہ جنتی ہے سب کا علم اللہ ہی کو ہے اور جس دن اللہ ان کو پکارے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک وہ کہیں گے کہ ہم تو کہہ چکے کہ ہمیں کچھ خبر نہیں اور جن کو یہ لوگ (دنیا میں)

پہلے پکارتے تھے (قیامت کے روز) وہ سب ان سے گم ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ ان کے لیے کوئی بچاؤ کی صورت نہیں۔

اٰكْمَامِهَآ: اس کے غلاف، اس کے خوشے۔ واحد كَمٌّ۔

مَحْجُصٍ: پناہ گاہ، بھاگنے کی جگہ، خِصَصُ سے اسم ظرف مکان۔

تشریح: قیامت واقع ہونے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهَمًا ۝

اس (قیامت کے علم) کی انتہا تیرے رب ہی کی طرف ہے۔ (النزعت: ۴۴)

لَا يُجَلِّيهَا يُوقِيتُهَا اِلَّا هُوَ ۝

قیامت کے وقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (الاعراف: ۱۸)

پھر فرمایا کہ قیامت ہی نہیں بلکہ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یہاں تک کہ اگر کوئی پھل شگوفے سے نکلتا ہے یا عورت کو حمل رہنا اور بچہ جننا اور بچہ کب ہوگا، کیسا ہوگا وغیرہ سب اس کے علم میں ہوتا ہے۔ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ بھی اس کے وسیع علم سے باہر نہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا

جو پتہ جھڑتا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے (الانعام: ۵۹)

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے استہزا کے طور پر مشرکوں سے پوچھے گا کہ جن کو تم دنیا میں میری عبادت اور الوہیت میں شریک کرتے تھے، آج وہ کہاں ہیں۔ ان کو لاؤ تاکہ وہ تمہیں اس مصیبت اور پریشانی سے نجات دلا دیں۔ شرکین عذاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر شرک سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ ان کے تمام باطل معبود جن کو وہ دنیا میں پوجا کرتے تھے غائب ہو جائیں گے۔ کوئی بھی ایسا نظر نہ آئے گا جو ان کو نفع پہنچا سکے اور ان کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ کے عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے۔ (ابن کثیر ۴/۱۰۴)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَرَاۤى الْجِبْرِمُوۡنَ النَّارَ فَبُظِنُوۡا اَنَّهُمْ مُّوٰقِعُوۡهَا وَلَمْ يَجِدُوۡا عَنْهَا مَصْرَفًا ۝

اور گنہگار لوگ جہنم کو دیکھیں گے تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں گرنے

والے ہیں۔ وہ اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ (الکہف: ۵۳)

عذابِ شدید کی وعید

۴۹-۵۱: لَا يَسْمُرُ إِلَّا نَسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيُؤْسُ قَنُوطٌ ۝ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا إِلَىٰ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۚ وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنُنِيبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا ۚ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَىٰ الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَا بَاجِلٍ بِهِ ۚ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۝

آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو ناامید ہو کر آس توڑ دیتا ہے اور اگر ہم اسے تکلیف پہنچنے کے بعد اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو کہتا ہے کہ میں تو اسی کا مستحق ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے اور اگر (بالفرض) مجھے اپنے رب کی طرف واپس جانا بھی پڑا تو یقیناً اس کے پاس بھی میرے لیے بہتری ہی ہے سو ہم ان کافروں کو ان کے اعمال کے بارے میں ضرور بتائیں گے اور ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جب ہم انسان پر اپنا انعام فرماتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

یَسْمُرُ : وہ اکتاتا ہے، اس کا جی بھرتا ہے۔ سَامَةً سے مضارع۔

يُؤْسُ : مایوس، ناامید۔ یَأْسٌ سے صفت مشبہ۔

قَنُوطٌ : ناامید، مایوس۔

تشریح: انسان کی طبیعت عجیب طرح کی ہے، وہ مال کی خواہش و طلب، دنیاوی عیش و آرام اور تندرستی کے حصول میں حریص رہتا ہے۔ اس کی حرص کی کوئی حد نہیں۔ اگر اس کا بس چلے تو ساری دنیا

کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے لیکن جہاں اس کو کچھ تکلیف پہنچنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اس کے خلاف ہوا تو مایوس و ناامید ہونے میں دیر نہیں کرتا۔ اس میں وہ پیش آمدہ اسباب پر نظر کر کے ناامید ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں رکھتا جو قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہے۔ اس مایوسی کے بعد اگر بالفرض اللہ نے اس کی تکلیف و مصیبت دور کر کے اپنی مہربانی سے پھر عیش و آرام اور راحت و سکون کا سامان کر دیا تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میری حسن تدبیر اور لیاقت و فضیلت سے اسی طرح ہونا تھا۔ یہ تو میرا حق ہے جو مجھے ملنا ہی چاہئے تھا۔ اس وقت نہ اس کو اللہ کی مہربانی یاد رہتی ہے اور نہ وہ مایوسی کی کیفیت جو چند منٹ پہلے اس کے قلب پر طاری تھی۔ اب عیش و آرام کے نشے میں ایسا منحور ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا اور سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا۔ اپنی اس خود فریبی کے دوران اگر کبھی قیامت کا نام سن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے۔ اگر بالفرض قیامت آ ہی گئی اور مجھے لوٹ کر اپنے رب کے پاس جانا ہی پڑا تو مجھے یقین ہے کہ جس طرح میں یہاں سکھ چین سے ہوں وہاں بھی ہوں گا۔ اگر میں اللہ کے نزدیک برا اور نالائق ہوتا تو وہ مجھے دنیا میں عیش و آرام نہ دیتا۔

پھر فرمایا کہ ہم منکروں کو ان کی تمام بد اعمالیوں کے بارے میں ضرور بتائیں گے اور بلاشبہ ہم ان کو شدید عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے جس سے رہائی ممکن نہ ہوگی۔ جب ہم انسان پر کافر ہونے کے باوجود مال و اولاد اور صحت و تندرستی جیسے انعامات فرماتے ہیں تو شکر کرنے کی بجائے منہ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ (عثمانی ۲/۵۰۳)

بڑی گمراہی

۵۲-۵۴: قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ فِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرِيَّةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ ۝ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو پھر تم اس کا انکار کرو تو

ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اس کی مخالفت میں (حق سے) دور جا پڑا۔ بہت جلد ہم آفاق میں بھی ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن حق ہے۔ کیا آپ کا رب ہر چیز پر گواہ ہونے کے لئے کافی نہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ وہ (اللہ) ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تشریح: آپ ان منکرین قرآن کو بتا دیجئے کہ اگر یہ قرآن جیسا کہ حقیقت ہے، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آیا ہو اور پھر بھی تم اس کا انکار کرو اور اس کو جھٹلاؤ تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اپنے کفر و مخالفت کی وجہ سے راہ حق اور ہدایت سے بہت دور جا پڑا ہو۔ بہت جلد ہم اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن اللہ کا بھیجا ہوا اور حق ہے، اہل اسلام کو فتوحات ہوں گی، وہ سلطنتوں کے سلطان بنیں گے اور اسلام تمام دینوں پر غالب ہوگا۔ فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان کی اپنی جانوں میں ہوں گی کہ مشرکین مکہ تعداد اور شان و شوکت میں زیادہ ہونے کے باوجود مٹھی بھر اہل حق کے ہاتھوں زیر و زبر ہو جائیں گے۔

کیا آپ کے رب کی یہ بات آپ کی تصدیق کے لئے کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے اور ہر چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ ایسے علیم و خبیر سے بڑھ کر کس کی شہادت ہو سکتی ہے۔ کسی معاملے میں اللہ کا گواہ ہونا بڑی بات ہے۔ حقیقت میں ان لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کا یقین ہی نہیں حالانکہ اس کا آنا یقینی ہے۔ اس کے باوجود وہ بے فکر ہیں، نیکوں سے غافل اور برائیوں میں مبتلا ہیں۔ خوب سن لو کہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے۔ ساری مخلوق اس کے قبضے میں ہے۔ وہ جو چاہے کرے تو اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ (ابن کثیر ۱۰۴، ۱۰۵/۴۔ مظہری ۳۰۵، ۳۰۶/۸)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الشوریٰ

وجہ تسمیہ: اس کی آیت ۳۸ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے امور باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس کا نام الشوریٰ مشہور ہو گیا۔ اس کو سورۃ حم عسق بھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں پانچ رکوع، ۵۳ آیات، ۸۶۶ کلمات اور ۳۵۸۸ حرف ہیں، مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباس اور قتادہ کی روایت میں ہے کہ اس کی چار آیتیں قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا (سے ۴ آیتیں) مستثنیٰ ہیں جو ہجرت کے بعد مدینے میں نازل ہوئیں۔ اس سورت میں زیادہ تراثبات رسالت، وحی الہی اور عظمت قرآن کا بیان ہے اور منکرین و مجرمین کے لئے تنبیہ ہے کہ یہ اپنی بد اعمالیوں کی سزا سے نہیں بچ سکتے۔ (مواہب الرحمن ۳/۲۵)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: وحی الہی اور اولین و آخرین کے جمع ہونے کے دن کا بیان ہے۔
- رکوع ۲: ابتدا میں بتایا گیا ہے کہ آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہی ہے، وہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں وسعت پیدا کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی پیدا کرتا ہے۔ پھر مشرکین پر توحید کا گراں ہونا اور آپ ﷺ کو دعوت و تبلیغ کے کام میں لگے رہنے کا حکم ہے۔
- رکوع ۳: دنیا و آخرت کی کھیتی کا بیان ہے۔ پھر مومنوں کو بشارت اور ان کے انعامات کا بیان ہے۔
- رکوع ۴: اس کی قدرت کی نشانیوں، سمندروں کی تسخیر، مومنین کی صفات اور عدل کے ساتھ بدلہ لینے کا بیان ہے۔
- رکوع ۵: کفار کی ذلت و رسوائی اور انسان کا ناشکرا پن بیان کیا گیا ہے۔ پھر وحی کے مراتب و کیفیات مذکور ہیں۔

حروف مقطعات

۲-۱: حم ۱ عسق ۲

یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے معنی و مراد اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

وحی الہی کی کیفیت

۶-۳: كَذٰلِكَ يُوحٰى اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ لَهُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِنَّ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِى الْاَرْضِ ۚ اِلَّا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

اللہ تعالیٰ جو زبردست (اور) حکمت والا ہے، اسی طرح آپ پر اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء پر وحی بھیجتا رہا۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کا ہے، وہی سب سے برتر اور عظیم ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ (اللہ کی ہیبت سے) آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد و تسبیح کر رہے ہیں اور اہل زمین کے لیے بخشش طلب کر رہے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ ہی معاف کرنے والا (اور) رحمت کرنے والا ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو (اپنا) کارساز بنا رکھا ہے تو اللہ ان کو دیکھ رہا ہے اور آپ پر ان کی ذمہ داری نہیں۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح یہ قرآن وحی کے ذریعے آپ پر نازل ہوا ہے اسی طرح آپ سے پہلے گزرے ہوئے پیغمبروں پر بھی وحی کے ذریعے کتابیں اور صحیفے نازل ہو چکے ہیں، یہ سب اللہ کی طرف سے نازل ہوئے جو بڑی عزت اور زبردست حکمت والا ہے۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی کیفیت پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک زنجیر کی گڑ گڑاہٹ سنتا ہوں پھر کان لگا لیتا ہوں۔ ایسی وحی میں مجھ پر اتنی شدت ہوتی ہے کہ ہر مرتبہ اپنی روح نکل جانے کا گمان ہوتا ہے۔ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح، جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے۔ جب وہ ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں۔ بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سخت سردی کے دنوں میں بھی جب آپ پر وحی اترتی تھی تو وحی کی شدت سے آپ پسینے پسینے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ پسینے کی بوندیں پیشانی سے نکلنے لگتی تھیں۔

پھر فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے۔ تمام مخلوق اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے اور وہی سب سے بالا اور عظیم الشان ہے۔ اس کی عظمت و جلالت کا یہ حال ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اس کی ہیبت سے پھٹ پڑے۔ فرشتے اس کی عظمت سے کپکپاتے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔

جیسے ارشاد ہے:

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا

عرش کو اٹھانے والے اور اس کے قرب و جوار کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہتے ہیں۔ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ (مومن ۷)

پھر فرمایا کہ خوب سن لو کہ اللہ ہی بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں نے اس کے سوا دوسروں کو کارساز قرار دے رکھا ہے ان کے اعمال کی دیکھ بھال میں خود کر رہا ہوں۔ میں خود ہی ان کو پورا پورا بدلہ دوں گا۔ آپ کا کام صرف ان کو آگاہ کرنا ہے۔ آپ کو ان پر اختیار نہیں دیا گیا کہ آپ ان کو اپنے مقصد کے مطابق ہدایت پر لے آئیں اور نہ آپ ان کے ذمے دار ہیں۔ (ابن کثیر ۱۰۵، ۱۰۶/۴)

حشر کا یقینی دن

۹-۷: وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِأَرْبٍ فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ قَالَ اللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے تاکہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ذرائع اور قیامت کے روز سے بھی ڈرائیں جس کے (واقع ہونے میں) کوئی شبہ نہیں (اس دن) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کا کوئی حامی اور مددگار نہیں۔ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اوروں کو کارساز بنا رکھا ہے سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: جس طرح آپ سے پہلے انبیاء پر وحی آتی رہی اسی طرح آپ پر بھی یہ قرآن وحی کے ذریعے نازل کیا گیا ہے جو عربی زبان میں بالکل واضح اور صاف صاف احکام بیان کرتا ہے۔ سب سے پہلے آپ مکہ میں بنے والوں کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ارد گرد رہتے ہیں، اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیے اور ان کو اللہ کے عذابوں سے آگاہ کر دیجئے۔ آپ ان سب کو قیامت کے دن کا خوف بھی دلائیے جو میدان حشر میں تمام اولین و آخرین کے جمع ہونے کا دن ہے اور جس کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اس دن کچھ لوگ جنتی ہوں گے اور کچھ جہنمی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۝
وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدٍّ ۚ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلُمُ
نَفْسٌ إِلَّا بِأَذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۝

یہ (آخرت کا دن) ایک ایسا دن ہوگا جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کے پیش ہونے کا دن ہے اور ہم نے اس کو ایک مقررہ مدت کے لیے ملتوی کیا ہوا ہے۔ جب وہ دن آجائے گا تو کوئی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر بات بھی نہ کر سکے گا۔ پھر ان میں سے کچھ بد بخت اور کچھ نیک ہوں گے۔ (ہود: ۱۰۳، ۱۰۵)

اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی دین پر کر دیتا یعنی اسلام پر اور ان میں ایمان و کفر اور توحید و شرک کا فرق و اختلاف نہ ہوتا لیکن یہ اس کی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں کہ وہ جس کو چاہتا ہے ایمان و ہدایت کے ذریعہ اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کی بد نصیبی اور شقاوت کی وجہ سے اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ قیامت کے دن ظالموں کا نہ کوئی حامی ہوگا کہ ان کے عذاب کو دفع کر سکے اور نہ کوئی مددگار جو ان کو دوزخ سے بچا سکے۔ کافروں نے چونکہ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا حامی اور کارساز بنا رکھا ہے اسی لیے وہ ان کی پرستش کرتے ہیں اور ان کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں حالانکہ حقیقی ولی اور کارساز تو اللہ ہی ہے جو مردوں کو زندہ کرتا اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تمام خزانوں کا مالک

۱۰-۱۲: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ فَاطْرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَنْزُلًا وَجَاءَ مِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذُرُّكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

جس چیز میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ وہی اللہ میرا رب ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے اور چوپایوں کے بھی جوڑے بنائے۔ اس طرح وہ

تمہیں اس (زمین) میں پھیلاتا رہتا ہے۔ کوئی اس کے مثل نہیں۔ وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

فَاطْرُ : پیدا کرنے والا، عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا۔ فَطَرَ سے اسم فاعل۔

يَذْرَؤُ : وہ پیدا کرتا ہے، وہ پھیلاتا ہے۔ ذَرَّ سے مضارع۔

مَقَالِيدُ : کنجیاں، خزانے۔ واحد مَقْلَدٌ۔

يَقْدِرُ : وہ (رزق) تنگ کرتا ہے، وہ کم کرتا ہے۔ قَدَرَ سے مضارع۔

تشریح : اے لوگو! اگر کسی امر میں تم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے سو وہ جو حکم فرمادے اسی پر یقین کرنا چاہئے کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ اس کا حکم اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے معلوم کیا جائے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف

رجوع کرو۔ (النساء: ۵۹)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ جو اللہ ہر چیز پر حاکم و قادر ہے وہی میرا رب ہے۔ میں دشمنوں کی شرارتوں کو دفع کرنے اور تمام امور میں اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہوں اور ہر قسم کی مشکلات میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی تمام مخلوق کا خالق ہے۔ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے یعنی عورتیں پیدا کیں اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے۔ جوڑے بنانے کی اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ تمہاری اور چوپایوں کی نسل پھیلا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس خالق و مالک جیسا کوئی نہیں وہ واحد و صمد ہے، بے مثل و بے نظیر ہے اور سمیع و بصیر ہے۔ سارے عالم کا متصرف، مالک و حاکم اور لاشریک لہ ہے۔ زمین و آسمان کے خزانے اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے موزی تنگ کر دیتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔

مشرکین پر توحید کا گراں ہونا

۱۳-۱۴: شَرَّاءَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وُصِيَ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۗ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۚ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَعِيًّا بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى لَفَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَنَفَىٰ شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٌ ۝

اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے وحی کے ذریعے آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا، مشرکوں پر وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں۔ اللہ ہی جسے چاہتا ہے منتخب فرمالیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کی صحیح رہنمائی فرماتا ہے۔ وہ لوگ علم آجانے کے بعد آپس کی ضد سے باہم متفرق ہو گئے اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک مقررہ وقت کے لیے ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو یقیناً ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا وہ اس کی طرف سے شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

تشریح: یہاں اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے ایک انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کے پاس بھی اسی دین کو قائم رکھنے کا حکم بھیجا ہے اور آپ سے پہلے حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے ذریعے ان کی امتوں کو بھی اسی دین کو قائم رکھنے اور اپنی

خواہشات کی پیروی، تعصب اور ضد کی بنا پر اس میں تفرقہ نہ ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ پس دین اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہی تمام انبیاء کا دین رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہر مذہب گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اس کے انبیاء، اس کی کتابوں، اس کے فرشتوں، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے، جو کچھ انبیاء لیکر آئے سب کو ماننے، اللہ کے احکام پر عمل کرنے اور ممنوع باتوں سے اجتناب کرنے کا نام دین اسلام ہے۔ سب شریعتیں اس پر متفق ہیں۔

احمد اور ابو داؤد میں حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جماعت کو ایک بالشت ترک کیا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے نکال دی۔ ترمذی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! جس پیغام تو حید اور حق کی طرف آپ لوگوں کو بلا رہے ہیں اور ان کو بت پرستی ترک کرنے کا جو حکم آپ دیتے ہیں اس پر اہل حق تو ایمان لے آتے ہیں مگر مشرکین پر یہ پیغام بہت گراں گزرتا ہے کہ ان کے دلوں سے نہ بت پرستی نکلتی ہے اور نہ ان کی سمجھ میں تو حید آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہدایت، اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی بندگی کے لیے خالص فرما لیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ اس کو اپنی طرف پہنچنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ سابقہ ام، حق کا علم حاصل ہو جانے کے باوجود آپس کے تعصب اور ضد بحث کی بنا پر مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی ایک مقررہ مدت تک ان کو مہلت دینے کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا یعنی قیامت کا دن حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لیے مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو دنیا ہی میں ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور ان کو بد اعمالیوں کی سزا دے دی جاتی اور دنیا دیکھ لیتی کہ حق سے اختلاف کرنے والوں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ بیشک جن لوگوں کو یہود و نصاریٰ کے بعد کتاب الہی دی گئی (مشرکین مکہ) وہ اس کتاب کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ (مظہری ۳۱۳/۸، مواہب الرحمن ۲۶، ۲۵)

آپ ﷺ کو دعوتِ حق کا حکم

۱۵ فَلِذَلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَ
قُلْ أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ

اللَّهُ دَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَّا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ
بَيْنَكُمْ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝

سو آپ اسی (دین) کی طرف بلا تے رہے اور جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہے اور ان کی خواہشات پر نہ چلے اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کرتا رہوں۔ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ ہم میں اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

تشریح: آپ غیر متزلزل عزم کے ساتھ لوگوں کو اسی دین کی طرف بلا تے رہے جس کی دعوت آدم و نوح اور ان کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام دیتے رہے، آپ اپنے پروردگار کے حکم سے ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہ ہوں بلکہ اسی راستے پر چلتے رہے جس پر اب تک چلتے رہے۔ مکذبین و معاندین کی خواہشات کی ذرا پرواہ نہ کیجئے اور صاف صاف اعلان کر دیجئے کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر سچے دل سے یقین رکھتا ہوں خواہ وہ توریت ہو یا انجیل یا قرآن یا کوئی اور صحیفہ میرا کام پہلی صدائقوں کو جھٹلانا نہیں بلکہ ان کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں اور جو اختلافات تم نے پیدا کر رکھے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ کروں۔ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے اس لیے ہم سب کو اسی کی خوشنودی کے لیے کام کرنا چاہئے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو میرا تم سے کچھ تعلق نہیں، میں تو دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر چکا، نہ میں تمہارے اعمال کا ذمہ دار ہوں اور نہ تم میرے اعمال کا ذمہ دار۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کے موافق بدلہ ملے گا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا اور بحث و تکرار نہیں۔ قیامت کے روز اللہ ہم سب کو جمع کر کے ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر (عثمانی ۲/۵۱۰)

قیامت کا استہزاء

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ
دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝

اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ وَمَا يُدْرِيكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ۝ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ۚ وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۚ أَلَا إِنَّ
الَّذِينَ يُمَارِدُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ اللَّهُ لَطِيفٌ
بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝

جو لوگ اللہ کی دعوت قبول کرنے والوں سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے
ہیں اللہ کے نزدیک ان کی بحث و تکرار فضول ہے اور ان پر (اللہ کا) غضب
ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے اللہ نے ہی حق کے ساتھ کتاب نازل
فرمائی ہے اور میزان اتارا ہے۔ آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو۔
جو لوگ اس پر یقین نہیں رکھتے وہی اس کے لیے جلدی کرتے ہیں۔ اور جو
لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ
وہ برحق ہے۔ یاد رکھو جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ بڑی
گمراہی میں ہیں۔ اللہ اپنے بندوں سے نرمی برتتا ہے۔ جس کو جو چاہتا ہے
رزق دیتا ہے۔ وہ قوی (اور) زبردست ہے۔

دَاحِضَةٌ: باطل، گرنے والی، کمزور، ختم ہونے والی، فضول۔ دُخُوْضٌ سے اسم فاعل۔
يُمَارِدُونَ: وہ جھگڑا کرتے ہیں، وہ لڑتے ہیں۔ مُمَارَاةٌ سے مضارع۔

تشریح: جو لوگ اللہ کا دین قبول کئے جانے کے بعد بھی اس کے بارے میں حجت بازی کرتے ہیں
تو اللہ کے نزدیک ان کی حجت اور بحث و مباحثہ بے بنیاد ہے۔ ان پر اللہ کا غضب ہوگا کہ انہوں نے
اپنے خالق و مالک عز و جل کا انکار کیا، اس کی بندگی چھوڑ کر دوسروں کی بندگی کی اور اس کے بھیجے ہوئے
رسول کو ماننے اور اس پر ایمان لانے کی بجائے اس کے ساتھ عداوت و قتال پر آمادہ ہوئے اس لیے
ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اللہ ہی نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور عدل و انصاف اتارا۔
دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَ
الْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب

اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں۔ (الحمدید: ۲۵)

پھر فرمایا کہ آپ کو کیا معلوم کہ قیامت کب آئے گی۔ ممکن ہے وہ بہت قریب ہو۔ اس کے جلد آنے کا مطالبہ وہی لوگ کرتے ہیں جو اس پر ایمان و یقین نہیں رکھتے کیونکہ ان کو قیامت کی عظمت و ہیبت کا اندازہ نہیں۔ اس کے برعکس مؤمن اس کا یقین رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کا آنا برحق ہے۔ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے اور قیامت کے تصور سے کانپتے ہیں پس قیامت کا وقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ جو لوگ قیامت کے آنے میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں، اس کے منکر ہیں اور اسے محال جانتے ہیں وہ نرے جاہل ہیں۔ وہ سیدھے راستے سے ہٹ کر بہت دور نکل گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے۔ وہ بڑی قوت اور غلبے والا ہے۔ (ابن کثیر ۴/۱۱۰)

نیکوں کے ثواب میں زیادتی

۲۰-۲۲: مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۚ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُضِّى بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَةٍ أَلْبَنَىٰ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۚ

جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی کو اور بڑھادیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ کیا ان لوگوں کے لیے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا اور اگر فیصلے کی

ایک بات (مقرر) نہ ہو چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ یقیناً ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (قیامت کے دن) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے۔ اور وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ جنتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ وہ جو چاہیں گے ان کے رب کے پاس ملے گا۔ یہی بڑا فضل ہے۔

حَرْثٌ : کھیتی۔ مصدر ہے۔

نَصِيبٌ : حصہ، ٹکڑا، قسمت۔ جمع نُصُوبٌ۔

مُشْفِقِينَ : ڈرنے والے۔ اشفاق سے اسم فاعل۔

تشریح: جو شخص آخرت کا طالب ہو ہم خود اس کی مدد کرتے ہیں، اسے قوت دیتے ہیں اور اس کی نیکیاں بڑھاتے رہتے ہیں۔ کسی کی نیکی کو دس گنا کر دیتے ہیں، کسی کی سات سو گنا اور کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ غرض جس کے دل میں آخرت کی چاہت ہوتی ہے اس کو نیک اعمال کی توفیق ملتی رہتی ہے اور جس کی تمام کوشش حصول دنیا میں صرف ہوتی ہے اور آخرت کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو اگر ہم چاہیں تو اسی کو دنیا میں کچھ دیدیں گے لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اللہ کے دین کی پیروی کرنے کی بجائے مشرکوں نے جنوں اور شیطانوں کو اپنا بڑا سمجھ رکھا ہے۔ ان شیاطین نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی کہ وہ مہرموں کو قیامت تک ڈھیل دے گا تو دنیا میں ہی ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ بلاشبہ ظالموں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ یہ ظالم لوگ اپنے کفر و شرک اور معاصی کی سزا سے خوفزدہ ہوں گے مگر ان کو عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور یہ اپنے اعمال کا مزہ چکھ کر رہیں گے۔ اس کے برعکس مومن جنہوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے ہوں گے وہ جنت کے باغوں میں مزے کر رہے ہوں گے۔ ان کو ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یہی اللہ کا بڑا فضل اور انعام ہے۔

مومنوں کو بشارت

۲۳-۲۴ : ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللّٰهَ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ
يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نِّزْدِلْهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ
أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَإِنْ يَشَأِ اللَّهُ يَخْتِمْ
عَلَىٰ قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ
عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑤

یہ بشارت اللہ اپنے اُن بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے
نیک کام کئے۔ آپ کہہ دیجئے میں اس پر تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا بجز رشتہ
داری کی محبت کے اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کی خوبی اور بڑھادیں گے۔
بیشک اللہ بخشنے والا (اور) بڑا قدر دان ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ (پیغمبر نے)
اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ سوا اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے اور
اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلام سے ثابت کرتا ہے۔ بیشک وہ دلوں
کی باتیں جانتا ہے۔

يَقْتَرِفُ : وہ نیکی کرے گا، وہ کمائے گا۔ افتراف سے مضارع۔

يَمْحُ : وہ محو کرتا ہے، وہ مٹاتا ہے، وہ منسوخ کرتا ہے۔ محو سے مضارع۔

تشریح: گزشتہ آیتوں میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اعمال صالحہ پر کاربند
مومنوں کو جنت کی ان نعمتوں کی بشارت ہو پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ
ان مشرکین مکہ سے کہہ دیجئے کہ اس مشفقانہ وعظ و نصیحت اور ہمدردانہ دعوت و تبلیغ پر میں تم سے کسی قسم کا
معاوضہ طلب نہیں کر رہا۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ قرابت دار ہونے کے ناتے تم سے جو میرے خاندانی
اور نسبی تعلقات ہیں کم از کم ان کو نظر انداز نہ کرو۔ بسا اوقات تم اپنے اقارب اور رشتہ داروں کی تو بے
موقع بھی حمایت کرتے ہو، تم اگر میری بات نہیں مانتے تو نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے یا میری
تائید و حمایت میں نہیں کھڑے ہوتے تو نہ سہی لیکن تم کم از کم قرابت کا خیال کر کے ظلم و افیت رسائی
سے تو باز رہو اور مجھے اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچا سکتا رہوں۔ کیا میں اس کا
بھی مستحق نہیں ہوں۔

جو شخص کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کے اجر و ثواب کو بڑھادیتا ہے۔

جیسے ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا
وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو اس کو اور بڑھا دیتا
ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ (النساء: ۴۰)

بیشک اللہ تعالیٰ گناہوں کو بہت بخشنے والا اور نیکیوں کی قدر کرنے والا ہے کہ ان کا اجر
بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجاہل کفار کا یہ کہنا کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کر کے یا
قرآن کو اللہ کی کتاب کہہ کر، اللہ پر بہتان تراشی کی ہے، درست نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کے دل
پر مہر لگا دیتے اور آپ کو کچھ بھی یاد نہ رہتا۔ جیسے ارشاد ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝

اگر رسول ہمارے ذمے کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا (ہاتھ) پکڑ کر ان کے دل کی
رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی انہیں اس سزا سے نہ بچا سکتا۔ (الحاقة: ۴۴، ۴۵)
اگر وہ ہمارے کلام میں کچھ بھی زیادتی کرتے تو ہم ایسا انتقام لیتے کہ دنیا کی کوئی طاقت
اسے نہ بچا سکتی۔ اگر رسول افترا پرداز ہوتے تو اللہ ان کے افترا کو مٹا دیتا کیونکہ اللہ کا دستور یہی ہے کہ
وہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو وحی کے ذریعے ثابت کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کے احوال خوب
جاننے والا ہے اس لیے وہ سب کے اقوال و افعال اور عقائد و خیالات سب پر مطلع ہے۔

(عثمانی: ۵۱۳/۲، ابن کثیر: ۱۱۴/۴)

مومنوں پر انعامات

۲۸-۲۵: وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ
وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ
شَدِيدٌ ۝ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ

وَلٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ
وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ
رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۴۰

وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ وہ ان کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔ اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لیے رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ (جس قدر مناسب سمجھتا ہے) نازل فرما دیتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں (کی ضرورتوں) سے باخبر ہے اور خوب دیکھنے والا ہے۔ وہی لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔ وہی کارساز اور قابل حمد ہے۔

الغیث : بارش۔ جمع غیوٹ۔

قَنَطُوا : وہ ناامید ہو گئے، وہ مایوس ہو گئے۔ قَنُوطٌ سے ماضی۔

يَنْشُرُ : وہ پھیلاتا ہے۔ نَشْرٌ سے مضارع۔

تشریح : وہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ بد سے بد گناہ گار بھی جب اپنی بدکرداری سے باز آجائے، خلوص کے ساتھ اس کے سامنے جھکے اور سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اپنے رحم و کرم سے اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اپنا فضل اس کے شامل حال کر دیتا ہے۔ وہ تمہارے ہر قول و عمل کو جانتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس کو بھی نہیں ہوتی جو ایسی جگہ میں ہو جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہو اور وہیں اس کی سواری کا جانور گرم ہو گیا ہو، جو اسے دفعتاً مل جائے۔ (ابن کثیر ۵/۱۱۵)

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب (گناہ کا) اقرار کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ ابن ماجہ اور بیہقی

نے حضرت ابن مسعود کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ سے توبہ کر لینے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ (مظہری ۳۲۳/۸)

وہ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کی دعا قبول فرما لیتا ہے خواہ وہ اپنے لیے دعا کریں یا دوسروں کے لیے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ ثواب دیتا ہے۔ اس کے برعکس کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ اپنی سرکشی اور شرارت کے سبب حد سے بڑھ جاتے اس لیے وہ ایک اندازے کے مطابق جتنا چاہتا ہے رزق پہنچاتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ غنا اور فقری کا مستحق کون ہے۔ جب لوگ بارانِ رحمت کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو جاتے ہیں تو اس سخت حاجت اور شدید مصیبت کے وقت میں اللہ تعالیٰ ہی اپنی مہربانی سے بارش برساتا اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے جس سے ان کی مایوسی اور خشک سالی دور ہو جاتی ہے اور ہر طرف پھل پھول، غلے اور نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ وہی سب کا کارساز اور حمد و ستائش کے لائق ہے۔

قدرت کی نشانیاں

۲۹-۳۱ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ۚ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

اُس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان میں جانداروں کا پھیلانا (بھی) ہے اور وہ جب چاہے ان کو جمع کرنے پر قادر ہے اور تم پر جو مصیبت پڑتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بہت سے گناہوں کو تو اللہ معاف فرما دیتا ہے۔ تم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ مددگار۔

تشریح: آسمانوں اور زمین اور ان جانداروں کا پیدا کرنا بھی اس کی قدرت کی نشانیں ہیں سے ہے جن کو اس نے آسمان و زمین میں پھیلا رکھا ہے۔ قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں

جمع کرے گا جہاں اُن کے حواس اُڑے ہوئے ہوں گے اور ان میں عدل و انصاف کیا جائے گا۔ جو کچھ مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ حلیم ہے۔ وہ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان پر عذاب نہیں دیتا۔ اگر وہ ہر گناہ پر پکڑے تو تم زمین پر چل پھر بھی نہ سکو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جن مصائب کا فیصلہ کر دیا ہے تم قضائے الہی سے بھاگ کر زمین یا آسمان میں کہیں پناہ لے کر ان مصائب سے نہیں بچ سکتے اور اللہ کے مقابلے میں تمہارا کوئی حامی نہیں جو تمہیں بچا سکے اور نہ کوئی مددگار ہے جو مصیبت کو دفع کر سکے۔ بیہوشی اور حاکم نے اپنی مستدرگ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ (مظہری: ۳۲۵، ۳۲۶/۸)

سمندروں کی تسخیر

۳۲-۳۵: وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ إِنَّ يَسَّأَلُ يُسْكَنِ
الزَّيْحَ فَيُظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ
صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ أَوْ يُوبِقْهُمْ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۝ وَ
يَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ مَّخِصٍ ۝

اُس کی نشانیوں میں سے پہاڑ جیسے جہاز ہیں جو سمندر میں چلتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ہوا بند کر دے۔ پھر وہ (جہاز) سمندر کی پیٹھ پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے نگر گزار کے لیے نشانیاں ہیں یا وہ ان (جہازوں) کو (ان پر سوار) لوگوں کے اعمال کے سبب تباہ کر دے۔ وہ تو بہت سے لوگوں سے درگزر ہی کرتا ہے اور تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے کہیں پناہ نہیں۔

جَوَارِ : کشتیاں، جہاز۔ واحد جَارِيَةٌ۔

أَعْلَامَ : پہاڑ۔ واحد عَلَمٌ۔

يُظْلَلْنَ : وہ ہو جائیں گے۔ ظَلُّوْا سے مضارع۔ فعل ناقص ہے۔

رَوَاكِدَ : ٹھہری ہوئیں، تھمی ہوئیں۔ واحد رَاكِدَةٌ۔

يُؤْقِنُهُنَّ : وہ ان کو تباہ کرتا ہے، وہ ان کو ہلاک کرتا ہے۔ اِیْبَاقُ سے مضارع۔

مَحْصَصٌ : پناہ گاہ، بھاگنے کی جگہ۔ حَیْضُ سے اسم ظرف مکان۔

تشریح : اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے سمندر میں چلنے والے جہاز اور کشتیاں بھی ہیں جو پہاڑوں کی طرح بلند اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کشتیوں اور جہازوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والی ہوائیں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے جس کے نتیجے میں جہازوں کے بادبان بیکار ہو جائیں اور تمام جہاز اور کشتیاں سمندر کی سطح پر کھڑی کی کھڑی رہ جائیں۔ بلاشبہ ان جہازوں اور کشتیوں کے چلنے میں ہر صابرو شا کر مومن کے لیے قدرت الہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔

تبیہتی نے شنب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے دو حصے ہیں۔ آدھا صبر ہے اور آدھا شکر۔

جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں کو ٹھہرا لیں اور روک لینا اس کی قدرت و اختیار میں ہے اسی طرح سمندر میں طوفان پیدا کر کے ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کفر کے لٹا ہوں اور بد اعمالیوں کے باعث انہیں غرق کر دے لیکن وہ حلیم ہے اور بہت سے گناہوں سے گزر فرماتا ہے اور اپنے لطف و کرم سے خوشگوار اور موافق ہوائیں چلاتا ہے اور لوگ ان کشتیوں پر لمبے لمبے سفر طے کرتے ہیں۔ یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے تو خشک سالی سے دنیا تباہ ہو جائے۔ اگر زیادہ مقدار میں برسا دے تو طغیانی آجائے، مکان گر پڑیں، مویشی اور لوگ ہلاک ہو جائیں اور زمینی پیداوار ختم ہو جائے مگر وہ اپنی رحمت اور مہربانی سے ان شہروں اور زمینوں میں زیادہ بارش برساتا ہے جہاں زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور جہاں کم پانی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں کم پانی برساتا ہے۔ اگر ہم نے ان ناشکرے کافروں کو چند روز کے لیے سمندر میں غرق ہونے سے بچا دیا تو بھی بہت جلد ہم ان کو ایسے عذاب میں گرفتار کریں گے کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ عذاب الہی سے بچ نکلنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ (مظہری ۳۲۶، ۳۲۷/۸ مواہب الرحمن ۶۹، ۷۰/۲۵)

مومنین کی صفات

۳۶-۳۹ : فَمَا أُوتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعٌ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ
وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِينَ
يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ

يَغْفِرُونَ ﴿٢٨٥﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٢٨٦﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٢٨٧﴾

سو جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کو برتنے کے لیے ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ (اس سے) بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے (اور) وہ ان کے لیے ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جو اپنے رب کا حکم مانتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب ان پر زیادتی ہو تو برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔

تشریح: کافر دنیاوی مال و متاع اور اس کی ہوس میں آخرت کا انکار کرتے ہیں اور مال کی کثرت کی بنا پر اپنے آپ کو تمام جہان سے بہتر و برتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب و معزز سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کس بات پر متکبر و مغرور ہو کر آیات الہی کا انکار کرتے ہو اور اہل ایمان پر اپنی فضیلت کا اظہار کرتے ہو۔ تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض چند روزہ دنیوی زندگی کا سامان ہے۔ تم میں سے ہر ایک کی زندگی کے اختتام کے ساتھ ہی یہ سارا ساز و سامان ختم ہو جائے گا۔ اس کے برعکس جو نعمتیں اور اجر و ثواب اللہ کے ہاں ہے وہ دائمی اور باقی رہنے والا ہے اور ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں، کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے رہتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ حقیقت میں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی فرماں برداری کی، نماز کی پابندی کی، ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے وہ اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب کسی طرف سے ان پر ظلم و زیادتی ہوتی ہے تو برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔ طبرانی نے الاوسط میں حضرت علی کی روایت نقل کی ہے کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہو اور وہی مشورہ دے جو اپنے لیے اختیار کرنے والا ہو۔ یعنی وہ ایسا نہ ہو کہ اپنے لیے تو ایک بات پسند کرتا ہو اور دوسروں کو اس کے خلاف مشورہ دے۔ (مظہری: ۸/۳۲۸)

عدل کے ساتھ بدلہ لینا

۴۰-۴۳ وَ جَزَا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

تشریح: برائی کے بدلے میں ویسی ہی برائی کرنا جائز ہے جیسی اس کے ساتھ کی گئی۔ جیسے ارشاد ہے:

فَمَنْ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ

پھر جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی کی مانند زیادتی کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ (البقرة: ۱۹۴)

وَ إِن عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ؕ

اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ (النحل: ۱۲۶)

لیکن جو شخص معاف کر دے اور صلح صفائی کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اس کا اجر و ثواب دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو انتقام لینے میں برابری کی حد سے بڑھ جاتے ہیں

- جو لوگ اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد اسی قدر بدلہ لیتے ہیں جس قدر ان پر ظلم ہوا ہو تو بیشک ایسے لوگوں پر بدلہ لینے میں کسی قسم کا مواخذہ نہیں البتہ گناہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں اور زمین میں ناحق شر و فساد پھیلاتے ہیں۔ یقیناً ایسے ظالموں اور مفسدوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جس شخص نے اپنے نفس کے لیے انتقام نہ لیا اور ظلم و زیادتی پر صبر کیا اور ظلم کرنے والے کو معاف کر دیا، نہ بددعا کی اور نہ ملامت کی تو بیشک ایسا کرنا بڑی ہمت کا کام ہے۔ سو جو لوگ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوں گے اللہ کے ہاں ان کا بہت بلند مقام ہوگا۔

کفار کی ذلت و رسوائی

۴۶-۴۷ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَبَىٰ مِنْ بَعْدِهِ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَجٍ مِنْ سَبِيلٍ ۖ وَ تَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعَاتٍ مِنَ الدَّرِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرَفٍ خَفِيٍّ ۚ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخٰسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۖ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءٍ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ۖ

جس کو اللہ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس کا کوئی چارہ ساز نہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ ظالم عذاب کو دیکھ کر (حسرت سے) کہیں گے کہ کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے اور آپ دیکھیں گے کہ (اس روز) وہ اس (جہنم) کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلت سے جھکے جا رہے ہوں گے اور کن اکھیوں سے (دوزخ کو) دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے کہ یقیناً وہی لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو (آج) قیامت کے دن خسارے میں ڈالا۔ یاد رکھو! ظالم لوگ یقیناً دائمی عذاب میں رہیں گے (وہاں) ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ سے الگ (ہو کر) ان کی مدد کریں اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے کوئی راہ (نجات) نہیں۔

مَرَدًّا: لوٹائے جانے کا وقت یا مقام۔ رُدُّ سے اسم ظرف زمان و مکان۔

طَرَف: نظر، نگاہ، آنکھ ہر چیز کا منہجی، آنکھ جھپکانا۔ جمع اطراف۔

تَشْرِیح: اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اسے کوئی نہیں روک سکتا اس لیے وہ جسے سیدھا راستہ دکھا دے اسے کوئی نہیں بہکا سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی راہِ راست نہیں دکھا سکتا۔
دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يُضِلِّ فَلَكَ تَجَدُّ لَهُ وَلِيًّا مُرْسِدًا ۝۱۱

جسے وہ گمراہ کر دے اس کا کوئی چارہ ساز اور رہبر نہیں۔ (الکہف: ۱۷)

قیامت کے روز یہ مشرکین اللہ کے عذابوں کو دیکھ کر دنیا میں دوبارہ آنے کی تمنا کریں گے۔
جیسے ارشاد ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتُنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ
رَبَّائِنَا رَبَّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۲

اور کاش تو انہیں دیکھتا جب وہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کیا ہی اچھا ہو کہ ہم دنیا میں دوبارہ بھیج دیئے جائیں تو ہم اپنے رب کی آیتوں کی ہرگز تکذیب نہیں کریں گے بلکہ ایمان لے آئیں گے۔

(الانعام: ۲۷)

یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ اگر ان کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تب بھی یہ وہی کریں گے جس سے منع کئے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن جب ان کو دوزخ کے پاس لا کر کھڑا کیا جائے گا تو اس وقت ذلت و شرمساری سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو دیکھ رہے ہوں گے لیکن اس سے بچ نہ سکیں گے۔ اس وقت اہل ایمان کہیں گے کہ بیشک پورا پورا نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے آج اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں اور متعلقین کو ہلاکت و خسارے میں ڈالا۔ یاد رکھو ظالم لوگ یعنی مشرکین و منکرین دائمی عذاب میں رہیں گے۔ وہاں اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا جو ان عذابوں سے بچا سکے یا ان میں کمی کر سکے پس جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ اس کے لیے خیر کے تمام دروازے بند ہیں۔

(ابن کثیر ۴/۱۲۰)

انسان کا ناشکرا پن

۵۰-۴۷: اَسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّآئِیَ یَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنْ
اِلٰهِ مَا نَکُمُ مِنْ مَّٰلِیًا یَّوْمَیْذٍ وَّ مَا نَکُمُ مِنْ نَّکِیْرٍ ۝ فَاِنْ
اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنَاکَ عَلَیْہُمْ حَفِیْظًا ۚ اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ
وَ اِنَّا اِذَا اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِثْلًا رَّحْمَةً فَرَحَ بِہَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْہُمْ
سَیِّئَةٌ یَّمَّا قَدَّمَتْ اَیْدِیْہُمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ کَفُوْرٌ ۝ یٰۤاِنَّکَ مُلَکُ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ یَهْبِیْ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ اِنَّا کَا
وَ یَهْبِیْ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ۝ اَوْ یُزَوِّجْہُمْ ذُکْرًا ۚ وَ اِنَّا کَا
وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ۚ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۝

لوگو! اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جو اللہ کی طرف سے
ملنے والا نہیں۔ اس دن تمہارے لیے نہ کوئی پناہ کی جگہ ہوگی اور نہ تمہاری طرف
سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔ پھر اگر یہ لوگ (دعوت حق سے) منہ پھیر
لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کے ذمے تو صرف
(پیغام کا) پہنچا دینا ہے اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو
وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے کوئی تکلیف
پہنچتی ہے تو بیشک انسان بہت ناشکرا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ
ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور
جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا
ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بیشک وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔

عَقِیْمًا : بے اولاد، بانجھ، بے اثر، منحوس۔

تشریح: قیامت آجانے سے پہلے پہلے تم اللہ کے احکام کو قبول کر لو اور اس کی اطاعت و فرماں
برداری میں لگ جاؤ۔ جب قیامت کا دن آجائے گا تو کوئی اسے لوٹانے والا نہ ہوگا۔ اس دن تمہیں
کہیں جائے پناہ نہ ملے گی اور نہ تم کہیں چھپ کر اپنے آپ کو بچا سکو گے اور اللہ سے غائب ہو سکو گے۔

اگر یہ مشرکین پھر بھی اعراض کریں اور ایمان نہ لائیں تو آپ کو اس پر رنج و ملال کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ سے ان کی روگردانی اور اعراض کی باز پرس کی جائے۔ آپ کے ذمے تو صرف اللہ کا پیغام ہدایت پہنچا دینا ہے ان کا حساب ہم پر ہے سو قیامت کے روز ہم ان سے ذرے ذرے کا حساب لیں گے۔

انسان کی حالت یہ ہے کہ جب ہم اس کو اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہونے لگتا ہے اور اتراتا ہے۔ اگر ایسے لوگوں کو ان کی بد اعمالیوں کے سبب جو وہ پہلے کر چکے ہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ناشکری کرنے لگتے ہیں اور گزشتہ تمام نعمتوں کو بھول جاتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک اور متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ وہ جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے۔ وہ جسے چاہے لڑکیاں دے اور جسے چاہے لڑکے دے اور جسے چاہے لڑکیاں دونوں دے اور جسے چاہے بے اولاد رکھے۔ سب اسی کی قدرت اور اختیار میں ہے۔ بیشک وہ بڑے علم اور قدرت والا ہے اور ہر مستحق کو جانتا ہے۔

وحی کے مراتب و کیفیات

۵۳-۵۱: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ
أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ
وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي
مَا أَلِكْتُبُ وَلَا أَلْيَمَانُ وَلَكِنَّ جَعَلْنَاهُ نُورًا ۖ نَهْدِي بِهِ مَن
نَّشَاءُ مِّنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ
صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَا
إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝

کسی انسان کی یہ (شان) نہیں کہ اللہ اس سے (براہ راست) بات کرے مگر بذریعہ الہام یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ اللہ کے حکم سے جو چاہے وحی کرے۔ بے شک وہ بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے۔ اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک فرشتہ آپ کی طرف اتارا ہے۔ اس سے

پہلے آپ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا لیکن ہم نے اس (قرآن) کو ایک نور بنایا جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ راست دکھا دیتے ہیں اور بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ اُس اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے۔ یاد رکھو سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

شان نزول: بغوی نے لکھا ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا موسیٰ علیہ السلام نے تو اللہ سے کلام کیا اور اُس کی طرف دیکھا بھی تھا۔ اگر آپ نبی ہیں تو آپ نے اللہ سے کلام کیوں نہیں کیا اور اُس کو کیوں نہیں دیکھا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری: ۸/۳۳۲)

تشریح: اس آیت میں یہودی کی اس بات کا رد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو دیکھا اور بلا واسطہ کلام کیا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کسی انسان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ درود و رُکلام کرے۔ خود موسیٰ علیہ السلام نے بھی بالمشافہ اللہ تعالیٰ سے کلام نہیں کیا بلکہ پس پردہ صرف آواز سنی۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا میں کسی انسان سے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی صرف تین صورتیں ہیں۔

۱۔ وَحِیاً: کسی مضمون کو دل میں ڈال دینا۔ یہ جاگتے ہوئے بھی ہو سکتا ہے اور نیند میں بصورت خواب بھی جیسا کہ بہت سی احادیث میں منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات میرے دل میں القا کی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ ان میں شیطانی تصرف نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں عموماً الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتے۔ صرف ایک مضمون دل میں آتا ہے جس کو وہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

۲۔ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ: جاگتے ہوئے پردے کے پیچھے سے کوئی حکم سننا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام سنا مگر اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں۔ اسی لیے حضرت موسیٰ نے ارنسی انظر الیک کی درخواست کی جس کا جواب نفی میں دیا گیا کہ لن ترانی تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ بات دنیا کے لیے ہے کہ دنیا میں کوئی انسان اللہ تعالیٰ کو بالمشافہ یعنی حجاب کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ جنت میں ہر شخص اللہ کو دیکھ سکے گا۔

۳۔ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا: کسی فرشتے (جبریل وغیرہ) اپنا کلام دے کر بھیجے اور وہ رسول کو

پڑھ کر سنا دے۔ یہی طریقہ عام رہا ہے۔ بے شک وہ بلندی و بزرگی والا ہے اور ساتھ ہی حکمت والا بھی ہے۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قرآن آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے جس کو ہم نے بذریعہ وحی آپ کی طرف اتارا ہے۔ اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اُمی ہونے کی بنا پر آپ ﷺ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ جس کی طرف دنیا کو دعوت دے رہے ہیں لیکن اس قرآن کو ہم ہی نے نور ہدایت بنایا ہے۔ اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ ہدایت دکھاتے ہیں۔ جیسے کوئی مینا شخص آفتاب کی روشنی میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں کر سکتا اسی طرح اس قرآن میں بھی ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں جو تمام عالم کے لیے نور مبین اور نور ہدایت ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن کے ذریعے یقیناً آپ مخلوق خدا کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں جو اس خدا کا راستہ ہے جو آسمانوں اور زمین کے درمیان کی ہر چیز کا مالک و رب ہے۔ ان میں حکم چلانے والا بھی وہی ہے۔ کوئی اس کے حکم کو نہیں ٹال سکتا۔ آگاہ ہو جاؤ تمام امور اسی کی طرف پھیرے جاتے ہیں اور وہی تمام امور کے فیصلے کرتا ہے۔

(معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۱۳، ۷۱۳، ۷/۷، ابن کثیر ۱۲۱، ۱۲۲/۴)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الزخرف

وجہ تسمیہ: اس سورت کا نام سورة زخرف مشہور ہے کیونکہ یہ لفظ اس کی آیت ۳۵ میں آیا ہے۔
تعارف: اس میں سات رکوع، ۸۹ آیات، ۸۳۰ کلمات اور ۳۴۰ حروف ہیں۔ یہ سورت بالاتفاق ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی لیکن مقاتل سے نقل کیا گیا ہے کہ اس کی ایک آیت ۴۵
وَسُئِلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ دُسُلِنَا ہجرت کے بعد مدینہ میں
نازل ہوئی۔

اس سورت میں کتاب الہی کی عظمت و حقانیت کا بیان اور بعض انبیاء کے احوال مذکور ہیں۔

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: اقوام سابقہ کے حال سے عبرت اور سواری پر بیٹھنے کے آداب مذکور ہیں۔
- رکوع ۲: بیٹی کی پیدائش پر رنجیدہ ہونا اور باپ دادا کی اندھی تقلید کا بیان ہے۔
- رکوع ۳: حضرت ابراہیم کا اعلان توحید اور نبوت و رسالت کا عطیہ تھداوندی ہونا مذکور ہے۔
- رکوع ۴: ذکر الہی سے اعراض کی سزا اور قرآن کا نعمتِ عظمیٰ ہونا بیان کیا گیا ہے۔
- رکوع ۵: فرعون اور قوم فرعون کا حال مذکور ہے۔
- رکوع ۶: حضرت عیسیٰ کی مثال اور ان کا پیغام توحید۔
- رکوع ۷: جنت کی نعمتیں، اہل جہنم کا دائمی عذاب اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت و شان کبریائی کا بیان ہے۔

حروف مقطعات

۱: ۱۱۱

یہ حروف مقطعات ہیں جن کے حقیقی معنی و مراد اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ

علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

اقوام سابقہ کے احوال سے عبرت

۸-۲ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِّي حَكِيمٌ ۝ أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِينَ ۝ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيِّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَ مَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۝

قسم ہے اس واضح کتاب کی بے شک ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔ یقیناً یہ (قرآن) ہمارے پاس لوح محفوظ میں ہے، بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے کیا اس نصیحت کو ہم تم سے اس لیے ہٹالیں کہ تم حد سے بڑھ گئے ہو اور ہم نے پہلے لوگوں میں بھی بہت سے نبی بھیجے اور ان کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو، سو ہم نے ان میں سے زیادہ قوت والوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کا قصہ گزر چکا ہے۔

تشریح: قسم ہے اس واضح اور روشن کتاب کی جس کے الفاظ نورانی ہیں اور جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوئی ہے تاکہ تم سوچو، سمجھو اور نصیحت و عبرت حاصل کرو۔ بیشک یہ قرآن ہمیشہ سے ہمارے پاس لوح محفوظ میں ہے اور نہایت بلند پایہ، شرافت و فضیلت والا، بہت محکم و مضبوط اور حکمتوں سے لبریز ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ ۝ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

یہ قرآن کریم لوح محفوظ میں درج ہے۔ فرشتوں کے سوا اس کو کوئی نہیں چھوتا یہ اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ (الواقعہ: ۷۷، ۸۰)

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۝ فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ ۝

مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ يَا أَيُّدِي سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرْدَةٍ ۝

بیشک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے جس کا دل چاہے اسے قبول کرے۔ وہ معزز بلند مرتبہ اور مقدس صحیفوں میں ہے اور ایسے لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہے جو ذی عزت اور پاک ہیں۔ (عبس: ۱۶، ۱۷)

پھر فرمایا کہ تم ایسی توقع مت رکھو کہ ہم تمہاری زیادتیوں، شرارتوں اور حد سے گزرنے کے سبب کتاب الہی کا نزول اور دعوت و نصیحت کا سلسلہ بند کر دیں گے اور تمہاری برائیوں پر تمہیں تنبیہ نہیں کریں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ ہم تمہاری اصلاح کے لیے تمہیں تنبیہ بھی کریں گے اور وعظ و نصیحت بھی، تاکہ منکرین پر اتمام حجت ہو جائے۔ پھر آپ ﷺ کی تسلی کے لیے فرمایا کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب پر نہ گھبرائیں بلکہ صبر سے کام لیں۔ ان سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے اپنے رسول بھیجے تھے اور سب ہی نے اپنے اپنے نبیوں کا تمسخر اڑایا۔ سو انجام کار ہم نے بھی ان میں سے بڑے بڑے سرکشوں کو ہلاک کر دیا جو ان مشرکین مکہ سے کہیں زیادہ زور آور تھے۔ اور ان کے واقعات کو ضرب المثل بنادیا۔ جس طرح ان مشرکین و منکرین سے پہلے والوں پر عذاب آیا اسی طرح ان پر بھی آئے گا اور یہ اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکیں گے۔ (عثمانی: ۲/۵۲۲، ۵۲۱)

سواری پر بیٹھنے کے آداب

۹-۱۵: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً يَقْدَرُ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۝ كَذَلِكَ نُخْرِجُونَ ۝ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ وَابِجَ كُلِّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ۝ لِيَسْتَوِيَ عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۝ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْأً إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُبِينٌ ۝

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ ان کو زبردست (اور) علم والے نے پیدا کیا ہے۔ اسی نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنائے تاکہ تم (منزل مقصود کی) راہ پاؤ۔ اسی نے ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ تم بھی اسی طرح نکالے جاؤ گے۔ اسی نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم اس کی پشت پر جم کر بیٹھو اور جب تم اس پر (سکون سے) بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا اور ہم اس کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے۔ اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور انہوں نے اللہ کے بندوں میں سے (بعض کو) اس کا جزو ٹھہرایا۔ یقیناً انسان صریح ناشکرا ہے۔

مہدًا : بچھونا، فرش، راستہ ہموار کرنا۔ مصدر بمعنی مفعول۔

اُنشَرُنَا : ہم نے زندہ کر دیا، ہم نے اٹھا کھڑا کیا۔ اِنْشَارٌ سے ماضی۔

مُقَرَّنِینَ : قوت والے، طاقت رکھنے والے، قابو میں لانے والے۔ اِقْرَانٌ سے اسم فاعل۔

تشریح : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم : اگر آپ ان مشرکین و منکرین سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہ لوگ اس بات کا ضرور اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا خالق ہے جو بڑی عزت اور علم والا ہے۔ اسی نے تمہارے آرام کے لیے زمین کو فرش کی مانند بنایا تاکہ تم اس پر چلو پھرو، رہو سہو، اٹھو بیٹھو اور سوؤ جاگو۔ اسی نے مضبوط پہاڑوں کے ذریعے اس کو ملنے جلنے سے روک دیا ہے اور اس میں راستے بنائے ہیں تاکہ تم اپنی ضروریات کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کر سکو۔ وہ پروردگار ایسا مہربان ہے کہ اس نے اندازے کے مطابق آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعے ایک بے آب و گیاہ علاقے کو سرسبز و شاداب کر دیا، زمین کی خشکی تری میں تبدیل ہو گئی۔ جنگل لہلہا اٹھے اور طرح طرح کے پھل اور پھول اگنے لگے۔ اسی طرح قیامت کے روز تم بھی زندہ کر کے قبروں سے نکالے جاؤ گے خواہ تم زمین میں دفن ہونے کے بعد زمین کے اجزاء کے ساتھ غلط ملط ہو کر ریزہ ریزہ ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔

اسی پروردگار نے ہر چیز کو جوڑے جوڑے بنایا اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہو کر بحر و بر کا سفر کرتے ہو پھر جب تم ان جانوروں پر جم کر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور و جود تمہارے قابو میں کر دیئے اور یہ کہو کہ ”پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا ورنہ ہم ان کو قابو میں نہیں کر سکتے تھے اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں“۔ ان مشرکین و منکرین نے اللہ کی مخلوق میں سے بعض کو اس کی اولاد ٹھہرایا جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا جو صریح شرک اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت کا انکار ہے بے شک انسان کھانا شکر اور نافرمان ہے۔

بیٹی کی پیدائش پر رنجیدہ ہونا

۱۶-۲۰: أَمَّا اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بِنَاتٍ وَأَصْفَكُمْ بِالْبَنِينَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ أَوْ مَنْ يَنْشَوْنَا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۝ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاثًا ۚ أَشْهَدُ وَآخَلَقَهُمْ مُسَكَّنَاتٍ شَهِادَتُهُمْ وَيَسْتَلُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ۚ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝

کیا اس (اللہ) نے مخلوق میں سے بیٹیاں خود رکھ لیں اور تمہیں چن کر بیٹے دے دیئے، حالانکہ جب ان میں سے کسی (کافر) کو اس کی خبر دی جائے جس کو وہ رحمن کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔ کیا (اللہ اس کو اولاد بنائے گا) جو زیور میں پرورش پائے اور بھگڑے میں (اپنی بات بھی) واضح نہ کر سکے۔ انہوں نے فرشتوں کو جو رحمن کے بندے ہیں عورتیں قرار دے لیا۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ البتہ ان کی گواہی لکھی جاتی ہے اور (قیامت کے روز) ان سے باز پرس ہوگی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے ان

کو اس کا کچھ علم نہیں وہ (صرف) اٹکل سے بات کہہ رہے ہیں۔

أَصْفَكُمْ : اس نے تم کو خاص کیا، اس نے تم کو پسند کیا۔ اَصْفَاء سے ماضی۔

كُطِمْ : سخت ٹمگین۔ كُطْمٌ و كُطُومٌ سے صفت مشبہ۔

يُنْشُوا : وہ نشوونما پاتا ہے، وہ پرورش پاتا ہے۔ تَنْشِئَةٌ سے مضارع مجہول۔

حَلِيَّةٌ : زیور، گہنے، آرائش۔ جمع حُلَى۔

يَخْرُصُونَ : وہ اٹکل دوڑاتے ہیں، وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ خَرُصٌ سے مضارع۔

تشریح: مشرکین نے لڑکے اور لڑکیوں کی تقسیم کر کے لڑکیاں تو اللہ تعالیٰ کے لیے تجویز کر دیں جو

ان کے خیال میں ذلیل و خوار تھیں اور لڑکے اپنے لیے پسند کر لئے۔ جیسے ارشاد ہے:

أَلَكُمْ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَى ۚ تِلْكَ إِذْ أَوَّاهْتُمْ وَنَحِسْتُمْ لِأَيِّ يَوْمٍ تُفْلَكُونَ ﴿٢٢﴾

کیا تمہارے لیے تو لڑکے ہوں اور اللہ کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو بڑی بے ڈھنگی

تقسیم ہے۔ (انجم: ۲۲، ۲۱)

ان مشرکین کا اپنا حال یہ ہے کہ جب بھی ان میں سے کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی خوشخبری دی

جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں کڑھنے لگتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جس چیز

کو یہ خود ناپسند کرتے ہیں اسی کو اللہ کے لیے تجویز کرتے ہیں۔ عورتیں جو ناقص سمجھی جاتی ہیں، زیور میں

پلتی ہیں، زینت کو اپنے لیے کمال سمجھتی ہیں، نہ ان کی عقل کامل ہے اور نہ دین کامل اور نہ مباحثے کے

وقت اپنی صفائی میں کوئی دلیل بیان کر سکتی ہیں، ایسی ضعیف اور ناقص مخلوق کو اللہ کی اولاد قرار دینا کیسے

درست ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں نے فرشتوں کو عورتیں سمجھ رکھا ہے۔ کیا یہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت

وہاں موجود تھے۔ مشرکین کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم ان کی باتوں سے بے خبر ہیں۔ ہمارے پاس سب

لکھی ہوئی ہیں۔ قیامت کے روز ہم ان سے ہر بات کی باز پرس کریں گے۔

مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم فرشتوں کی مورتوں وغیرہ کو نہ پوجتے۔ جب اللہ ہر

چیز پر قادر ہے اور ہر بات کو جانتا ہے تو اس نے ہماری یہ بات جاننے کے باوجود ہمیں ان کی عبادت

سے نہیں روکا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ عمل اس کی مرضی سے ہے اور پسندیدہ ہے۔ اگرچہ خیر و

شر سب اللہ کے ارادے اور قدرت سے ہے لیکن انسان اپنے اعمال و افعال کا خود ذمے دار ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے اس کو دعوت تو حید پہنچادی اور اس کو نیکی و بدی کا

انجام بھی بتا دیا اس لیے کافروں کا ملائکہ کی مورتوں کو پوجنے پر اللہ کی طرف سے ڈھیل ملنے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ ان سے راضی ہے صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان مشرکین کو جنہوں نے شرک کے ساتھ دنیا کو اختیار کیا، اپنی بد عملی کا نتیجہ جہنم کی صورت میں ضرور ملے گا۔

(مواہب الرحمن: ۱۰۱-۱۰۵/۲۵، مظہری ۳۴۱، ۳۴۳/۸)

باپ دادا کی اندھی تقلید

۲۱-۲۵: أَمَّا اتَّبَعْتُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ۚ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۚ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۚ قُلْ أَوْ لَوْ جِئْتُكُمْ بِآهَدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۚ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝

کیا اس (قرآن) سے پہلے ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کو وہ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ (نہیں) بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اسی طرح آپ سے پہلے جب بھی ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ (ان کے رسول نے) کہا اگر میں تمہارے پاس اس سے بہتر طریقہ لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تمہارا لایا ہوا دین نہیں مانیں گے۔ سو ہم نے ان سے انتقام لیا۔ پھر دیکھ لو تکذیب کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

مُسْتَمْسِكُونَ: مضبوط پکڑنے والے۔ اِسْتَمْسَاكَ سے اسم فاعل۔

مُتْرَفُوهَا: اس (بستی) کے دولت مند، اس کے خوشحال۔ اِتْرَاف سے اسم مفعول۔

تشریح: یہ مشرکین جن چیزوں کی الوہیت کا دعویٰ کر کے ان کی بندگی کرنے لگے ہیں اور ان کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کوئی کتاب نازل کر کے اس کے ذریعے ان کو شرک کی تعلیم دی ہے اور یہ اس کتاب پر استقامت کے ساتھ عمل کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سب انکل بچو باتیں ہیں جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ رکھی ہیں بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے طریقے پر ہدایت یافتہ ہیں۔ جس طرح یہ مشرکین و منکرین اپنے باپ دادا کی اتباع میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اسی طرح جب بھی ہم نے ان سے پہلے لوگوں کی طرف کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ ہم نے تو اپنے آباؤ اجداد کو ایک دین پر پایا اور ہم بھی ان ہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سرکشی میں اگلے پچھلے سب لوگ یکساں ہیں۔ منکرین کی بات کے جواب میں ان کے پیغمبر نے کہا کہ اگر میں تمہارے باپ دادا کے طریقے سے زیادہ بہتر چیز تمہیں بتاؤں تو کیا پھر بھی تم میرا انکار کرو گے اور اپنے باپ دادا کے طریقے پر چلتے رہو گے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اس دین کو نہیں مانتے جس کو آپ لے کر آئے ہیں۔ آخر ہم نے بھی ایسے اڑیل اور ضدی لوگوں سے ان کی گستاخیوں کا انتقام لیا اور شدید عذاب بھیج کر ان کی جڑ ہی کاٹ دی اور جس فانی دنیا کے لیے انہوں نے اپنی عاقبت خراب کی تھی وہ بھی ان سے جاتی رہی۔ سو دیکھ لو تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔

حضرت ابراہیمؑ کا اعلان توحید

۲۱-۲۱ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ۖ
إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينُ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً
فِي حَقِّهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ بَلْ مَثَعْتَ هَؤُلَاءِ وَأَبَاءَهُمْ حَتَّى
جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُبِينٌ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا
هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى
رَجُلٍ مِّنَ الْقَرِيبَيْنِ عَظِيمٍ ۝

جب ابراہیم نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا کہ میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو بجز اس خدا کے جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی میری

رہنمائی کرے گا۔ اور وہ اسی کلمہ (توحید) کو اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق (قرآن) اور صاف صاف بیان کرنے والا رسول آگیا اور جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ (تو) جادو ہے۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور کہنے لگے کہ یہ قرآن دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

شان نزول: ابن المنذر نے قتادہ کی روایت سے بیان کیا کہ ولید بن مغیرہ نے کہا تھا کہ اگر یہ قرآن جس کا نزول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے حق (من جانب اللہ) ہوتا تو مجھ پر یا ابن مسعود ثقفی پر نازل ہوتا اس پر آیت وقالو لولا نزل — الخ نازل ہوئی۔ (مظہری ۸/۳۴۵)

تشریح: منکرین قریش اگر اپنے باپ دادا کی تقلید کے دعویٰ میں سچے ہوتے تو ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرنی چاہئے تھی کیونکہ دین کے اعتبار سے یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے تھے۔ لیکن کافر و مشرک ہمیشہ اپنے نفس کا مطیع و فرماں بردار ہوتا ہے مگر غایت جہالت سے اس کو اپنے آبا و اجداد کی طرف منسوب کر کے افترا باندھتے ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید خداوندی پر استقامت اور کفر و شرک سے بیزاری بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ جن باطل معبودوں کی تم عبادت کرتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ جس خالق عزوجل نے مجھے پیدا کیا ہے وہی معبود حقیقی ہے۔ اس لیے میں اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ بلاشبہ وہی مجھے اپنے دین کی راہ دکھاتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے اسی بات کو اپنی اولاد میں باقی چھوڑا تاکہ ہر زمانے میں شرک سے باز آتے رہیں۔

پھر فرمایا کہ یہ کافر کفر کرتے رہے، بہکتے اور بھٹکتے رہے اور میں ان کو متاع دنیا دیتا رہا یہاں تک کہ جب ان کے پاس اللہ کا پیغمبر دین حق لے کر آگیا، اس نے واضح دلائل سے حق کو ثابت کیا، قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں اور حق و باطل کے فرق اور ان کے ثمرات کو صاف صاف بیان کر دیا تو کہنے لگے کہ اللہ کا کلام اور نبی کے معجزے جادو ہیں۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ یہ منکرین اپنی سرکشی، ضد

اور بغض و عناد سے حق کے خلاف باتیں بنانے لگے کہ اگر یہ قرآن سچ ہے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو پھر یہ مکے اور طائف کے کسی رئیس یا کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ مجاہد نے کہا کہ کافروں کی مراد یہ تھی کہ مکہ میں عقبہ بن ربیعہ پر اور طائف میں عبد یلیل پر نازل ہوتا۔ بعض نے کہا مکہ میں ولید بن مغیرہ پر اور طائف میں حبیب بن عمرو بن عبید ثقفی پر قرآن کا نزول مراد تھا۔
(مظہری ۳۴۵، ۳۴۶/۸)

عطیہ نبوت و رسالت

۳۵-۳۲: اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَدَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرَئًا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ وَلَوْلَا اَنْ يَكُونَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۝ وَلِبُيُوتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَكَبَّرُونَ ۝ وَ زُخْرَفًا ۝ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاءُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۝ وَاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔ دنیا کی زندگی میں بھی ہم خود ان کی روزی تقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی نے بعض کے درجات بعض پر بلند کر دیئے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں؟؟ اور آپ کے رب کی رحمت اس (دولت) سے بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب ایک ہی گروہ ہو جائیں گے (کافروں کو عیش میں دیکھ کر سب کافر ہو جائیں گے) تو ہم رحمان کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی بنا دیتے اور زینے بھی (چاندی کے بنا دیتے) جن پر وہ چڑھا کرتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ اور سونا بھی (بہت وافر دے دیتے) اور یہ سب دنیوی زندگی میں

فائدہ اٹھانے کے لیے ہے اور آپ کے رب کے نزدیک آخرت تو صرف پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔

سُخْرِيًّا: خدمت گار، تابعدار، مزدور، مددگار۔

سَقْفًا: چھتیں، واحد سَقْفٌ۔

زُخْرُفًا: سونا کرنا، سونا بنانا۔ مصدر ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مذکورہ قول کی تردید میں فرمایا کہ کیا یہ لوگ رحمت خداوندی کے مالک ہیں کہ اسے تقسیم کرنے بیٹھ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ دنیا کے مال و دولت، سرداری اور عزت و وجاہت سے نبوت و رسالت کا کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح دنیا کی نعمتیں تقسیم کرنے میں وہ قادر و مختار مطلق ہے اسی طرح نبوت و رسالت کی عطا میں بھی وہ قادر و مختار مطلق ہے اس لیے وہ جس کو چاہے اس منصب سے سرفراز فرمائے اور وہ خوب جانتا ہے کہ نبوت و رسالت کا حق دار کون ہے۔ منکرین کا حال تو یہ ہے کہ ان کی اپنی روزیاں بھی ان کے قبضے اور اختیار میں نہیں۔ وہ بھی ہم ہی تقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی درجات کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت دیتے ہیں اور ہم ہی نے بعض کو غنی بنایا اور بعض کو فقیر۔ کسی کو بلند مرتبہ بنایا اور کسی کو کم مرتبہ والا تاکہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار رہیں اور ایک دوسرے کے کام آتے رہیں اور دنیا کا نظام کسبن و خوبی چلتا رہے۔ جو کچھ یہ لوگ دنیا میں جمع کرتے ہیں اللہ کی رحمت اس سے بہتر اور افضل ہے۔ یعنی نبوت و رسالت کا شرف دنیوی مال و دولت اور عزت و جاہ سے کہیں بڑھ کر ہے اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ نبی اور رسول کسی بستی کا دولت مند ہی ہونا چاہئے۔

اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ کافروں اور مشرکوں کو دنیاوی عیش و راحت میں دیکھ کر لوگ جہالت سے یہ گمان کر لیں گے کہ کافروں کے پاس دنیوی مال و متاع اور سونے چاندی کی کثرت اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے محبوب اور پسندیدہ ہیں تو ہم ان کافروں کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے جن پر چڑھ کر وہ چھتوں پر پہنچتے ہیں اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت اور سامان آرائش بھی چاندی کا بنا دیتے جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں۔ ہم سونا بھی ان کو وافر مقدار میں دے دیتے، اس قدر سونے چاندی اور زیب و زینت کو دیکھ کر لوگوں کا ان چیزوں کی طرف مائل ہونا فطری تھا جس کے نتیجے میں وہ آخرت سے ترک تعلق کر کے صرف دنیوی ساز و سامان اور زیب و

زینت ہی کے ہو کر رہ جاتے یہ بات حکمت الہی کے خلاف تھی اس لیے کافروں کو بھی دنیا کی دولت کم دی گئی۔ یہ سب یعنی سونے چاندی کی سیڑھیاں اور چھتیں وغیرہ محض دنیوی زندگی کا ساز و سامان ہے اور آخرت اور اس کی تمام نعمتیں صرف پرہیزگاروں کے لیے ہیں۔ (ابن کثیر ۴/۱۲)

احمد اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں کوئی گھر نہیں اور یہ اس کے لیے مال ہے جس کا آخرت میں کوئی مال نہیں۔ اس کو وہی جمع کرتا ہے جس کے اندر عقل نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ (مظہری ۸/۳۳۸)

ترمذی اور ابن ماجہ میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (ابن کثیر ۴/۱۲)

ذکر الہی سے اعراض کی سزا

۳۶-۴۰: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيضٌ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۖ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينٌ ۚ وَلَنْ يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۚ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْأَعْمَىٰ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ

جو اپنے رب کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ (شیاطین) انہیں راہِ راست سے روکتے رہتے ہیں اور وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں یہاں تک کہ (قیامت کے روز) جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے شیطان سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ سو کیا ہی برا سا تھی ہے اور جب تم ظالم ٹھہر چکے تو آج تم سب کا عذاب میں شامل

ہونا تمہارے لیے فائدہ مند نہیں۔ سو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں

اور کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راہ راست دکھا سکتے ہیں؟

يَعْمَى : وہ اندھا بنتا ہے، وہ غفلت کرتا ہے۔ عَمُو سے مضارع۔

تَفِيض : ہم مقرر کرتے ہیں، ہم مسلط کرتے ہیں۔ تَفْيِض سے مضارع۔

قَرَيْن : ساتھی ہم نشین۔ مصاحب۔ جمع قُرْنَاء۔

تشریح : جو شخص خواہشات نفسانی میں منہمک ہونے اور دنیوی لذتوں میں مشغول ہونے کی وجہ

سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت و بے رغبتی کرے جیسا کہ اہل کتاب سب کچھ جاننے کے باوجود اس

سے منہ موڑے ہوئے ہیں تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو دوزخ تک اس کا ساتھ نہیں

چھوڑتا، ہر وقت ساتھ لگا رہتا ہے، اس کو راہ حق سے روکتا رہتا ہے، گناہوں اور بدکاریوں کو آراستہ

کر کے اس کو دکھاتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ خیال پختہ کر دیتا ہے کہ جس طریقے پر وہ عمل پیرا ہے

وہی ہدایت کا راستہ ہے مگر اس کی عقل ایسی مسخ ہو جاتی ہے کہ وہ اسی کو صحیح راستہ سمجھتا ہے۔ اس کی یہ

حالت برقرار رہتی ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز جب وہ ہمارے پاس آئے گا اور معاملہ کھل

جائے گا تو اپنے اس ساتھی شیطان سے برأت ظاہر کرے گا اور کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے

درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق و مغرب کے درمیان ہے تو تو بہت ہی برا ساتھی ہے کہ تو نے مجھے

بھی گمراہ کیا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جس مصیبت میں چھوٹے بڑے سب شریک ہوں وہ قدرے ہلکی

معلوم ہونے لگتی ہے مگر دوزخ میں ان شیاطین اور ان کی اتباع کرنے والوں کا عذاب میں شریک

ہونا کسی کو فائدہ نہ دے گا۔ عذاب کی شدت ایسی ہوگی کہ اس طرح کی معمولی باتوں سے اس میں

کچھ تخفیف نہیں ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے لوگوں کو دعوت و تبلیغ میں بہت کوشش کرتے تھے اور

چاہتے تھے کہ لوگ حق بات کو سن لیں اور سیدھے راستے کو دیکھ لیں مگر آپ جس قدر زیادہ کوشش کرتے وہ

لوگ اسی قدر اپنے کفر پر پختہ ہوتے اور حق کے خلاف عناد میں اضافہ کرتے۔ اس سے آپ کو رنج و ملال

ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آگہی کے لیے فرمایا کہ ہم نے اپنے علم قدیم اور عدل مستقیم سے ہر ایک کی

طبیعت اور جبلت پیدا فرمائی ہے۔ وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا اور نہ آپ ان کی جبلت اور طبیعت کو بدل

سکتے ہیں۔ اس لیے آپ ایسے ازلی بہروں کے کانوں میں حق بات کی صدا نہیں ڈال سکتے اور نہ آپ

ایسے اندھوں اور صریح گمراہوں کو راہ حق دکھا سکتے ہیں جنکی آنکھوں پر کفر و گمراہی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔
(مواہب الرحمن ۱۲۳، ۱۲۷، ۲۵، عثمانی ۲/۵۲۷)

نعمتِ عظمیٰ

۳۱-۳۵: فَاِمَا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ﴿۳۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَاَعَدْنَاهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ﴿۳۲﴾ فَاَسْتَمْسِكْ بِالَّذِي اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۳﴾ وَاِنَّكَ لَذِكْرٌ لَّكَ وَاَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿۳۴﴾ وَسْأَلُ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ اِلٰهَةً يُعْبَدُونَ ﴿۳۵﴾

پھر اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے بھی جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا ہم نے ان سے جو (عذاب کا) وعدہ کیا ہے وہ آپ کو دکھادیں تو بھی ہم ان پر قدرت رکھتے ہیں۔ سو آپ اس کو مضبوطی سے تھامے رہئے جو آپ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں اور وہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے (باعث) نصیحت ہے اور عنقریب تم لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے تھے ان سے پوچھ لیجئے کہ کیا ہم نے رحمان کے سوا اور معبود مقرر کئے تھے، جن کی عبادت کی جائے۔

تشریح: ایسے سرکش و نافرمان جن کا ذکر گزشتہ آیات میں ہو چکا ہے، اپنے انجامِ بد سے نہیں بچ سکتے۔ اللہ کا عذاب ان پر آکر رہے گا خواہ وہ آپ کی حیات میں آئے یا آپ کی وفات کے بعد۔ اگر ہم نے کسی حکمت و مصلحت کے تحت ان منکرین کو عذاب دینے سے پہلے ہی آپ کو وفات دیدی تو بلاشبہ ہم آپ کے بعد ان کو دنیا میں بھی عذاب دیں گے اور آخرت میں بھی۔ اس بارے میں آپ کو ذرا بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ بحر میں کسی حالت میں بھی ہمارے انتقام سے نہیں بچ سکتے۔ یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ جس عذاب کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے وہ ہم آپ کو آپ کی زندگی ہی میں دکھا دیں۔ ہم ان کو عذاب دینے پر بہر حال قادر ہیں یہ ہمارے قبضے سے باہر نہیں۔ ہم جب چاہیں ان کو عذاب دے سکتے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیت میں مشرکین مکہ مراد ہیں جن سے بدر

کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا۔

آپ تو اللہ کے کلام اور دین کو مضبوطی سے پکڑے رہے اور اس پر عمل کرتے رہے جو اللہ نے وحی کے ذریعے آپ پر نازل کیا ہے بلاشبہ آپ سیدھے راستے پر ہیں۔ یقیناً یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم قریش کے لیے عظیم الشان شرف و رحمت ہے۔ آپ کے لیے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مخاطب بنایا اور آپ کو نبوت و رسالت کے منصب سے سرفراز فرمایا اور آپ کی قوم آپ کے توسط سے اس کلام الہی کی مخاطب نبی اور یہ کلام ان کی زبان میں نازل کیا گیا اس لیے قیامت تک ان کو تمام اقوام پر شرف حاصل ہو گیا لہذا ان کو چاہئے کہ جس طرح وہ اس کلام کو سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں اسی طرح وہ اس پر سب سے بہتر عمل کرنے والے بنیں۔ عنقریب (قیامت کے روز) تم سے اس بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کا کیا حق ادا کیا اور کہاں تک اس پر عمل کیا۔ کسی دین و شریعت اور کسی نبی کی تعلیم میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی معبود کا کوئی تصور ہی نہیں۔ تمام رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو وہی دعوت دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو دے رہے ہیں۔ تمام انبیاء نے توحید پھیلائی اور شرک کو مٹایا۔ کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی اور نہ اللہ نے کسی دین میں اس بات کو جائز رکھا کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی پرستش کی جائے۔ پھر ان مشرکین مکہ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ان بتوں کو کیوں شریک کر لیا اور نصاریٰ نے تین خداؤں کا عقیدہ کہاں سے نکال لیا۔ غرض تمام انبیاء کی تعلیمات صرف توحید خداوندی ہے اس لیے کفار مکہ اور یہود و نصاریٰ کو آپ کی ہدایت و تعلیم کی پیروی کرنی چاہئے۔ (مواہب الرحمن: ۱۲۸، ۱۳۰، ۲۵، مظہری ۳۵۱، ۳۵۲/۸)

قوم فرعون کا حال

۵۰-۴۶: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ۝ وَمَا لِيُؤْتِيَهُمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا ۚ وَآخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَقالُوا يَا أَيُّهُ الشَّجَرُ أَدْءُ لَنَا رَبُّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ إِنَّا لَمُهْتَدُونَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝

ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تو موسیٰ نے کہا کہ میں تمام جہان کے پروردگار کا رسول ہوں۔ پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لائے تو وہ بے ساختہ ان پر ہنسنے لگے اور ہم ان کو جو نشانیاں دکھاتے تھے وہ پہلی سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تا کہ وہ باز آجائیں اور (ہر عذاب کے موقع پر) وہ کہتے کہ اے جادوگر اپنے رب سے ہمارے لیے اُس کی دعا کر جس کا اُس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے۔ بے شک ہم ضرور راقہ راست پر آجائیں گے۔ پھر جب ہم ان سے عذاب ہٹا دیتے تو وہ وعدہ توڑ دیتے۔

يَضْحَكُونَ: وہ ہنستے ہیں۔ ضحك سے مضارع۔

يَنْكُثُونَ: وہ توڑتے ہیں۔ نكث سے مضارع۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر اپنے دلائل و معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا تا کہ حضرت موسیٰ ان کو توحید سکھائیں اور شرک سے بچائیں۔ حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کے لوگوں کے پاس جا کر کہا کہ بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ مجھے تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے لیکن فرعونوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی اور دلائل و معجزات دیکھ کر ان کو قبول کرنے اور ان سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے ان کا تمسخر اڑانے لگے۔ حضرت موسیٰ ان کو جو نشانی بھی دکھاتے وہ سابقہ نشانی سے بڑھ کر ہوتی مگر ان کی سرکشی اور نافرمانی بڑھتی ہی گئی۔ جب وہ کسی طرح باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تا کہ وہ کفر و نافرمانی سے باز آجائیں۔ ان پر قحط کا عذاب آیا۔ ٹڈیاں آئیں، جوئیں آئیں، مینڈک آئے وغیرہ۔

جیسے ارشاد ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادَ
وَالْدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝

پھر ہم نے کھلی کھلی نشانیاں بنا کر ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون (کا عذاب) بھیجا۔ پھر بھی وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ تو تھے ہی

مجرم لوگ۔ (الاعراف: ۱۳۳)

جب بھی کوئی عذاب آتا تو تملکا اٹھتے، حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے، انہیں رضا مند کرتے، ان سے قول و قرار کرتے کہ آپ اپنے رب سے اس عذاب کو دور کرنے کی دعا کیجئے۔ اگر یہ عذاب دور ہو گیا تو یقیناً ہم ہدایت قبول کر لیں گے، آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ کر دیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو ہٹا دیتا تو وہ پھر سرکشی پر اتر آتے اور اپنا ایمان لانے کا عہد توڑ کر کفر و معصیت پر جے رہتے۔ (ابن کثیر ۴/۱۲۹)

قوم فرعون کی حماقت

۵۱-۵۲: وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِيْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مِثْلِيْ ۚ وَلَا يَكَادُ يُبَيِّنُ ۝ فَلَوْلَا اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقَرَّرٰتِيْنَ ۝ فَاسْتَحَفَّ قَوْمَهُ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا اَسْفَوْنَا اَنْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنَاهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝

فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اور کہا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور یہ نہریں جو میرے (محل کے) نیچے بہہ رہی ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں، بلکہ میں اس سے بہتر ہوں جس کی کوئی عزت نہیں اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔ پھر کیوں نہ اس پر سونے کے کنگن آپڑے یا اس کے ساتھ فرشتے ہی پر باندھ کر آجاتے۔ سو اس (فرعون) نے اپنی قوم کی عقل کھودی اور وہ (اس کی قوم کے لوگ) اس کے کہنے میں آگئے۔ بے شک وہ تھے ہی نافرمان۔ پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا۔ پھر ہم نے ان کو گیارہ گزرا کر دیا اور بعد والوں کے لیے نمونہ عبرت (بنادیا)۔

ذلیل، بے عزت، حقیر۔ ھُوْنُ سے صفت مشبہ۔

اَسْوَرَّةٌ : کنگن - واحد سوار -

مُقْتَرِنِينَ : ساتھ ساتھ آنے والے، پر باندھ کر آنے والے - اقْتَرَانٌ سے اسم فاعل -

اَسْفُوْنَا : انہوں نے ہم کو ناراض کیا - انہوں نے ہم کو غصہ دلایا - اِسْفَاْفٌ سے ماضی -

تَشْرِیْحٌ : فرعون کی سرکشی اور ہٹ دھرمی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا

کہ کیا میں ملک مصر کا تنہا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میں ان نہروں کا مالک نہیں ہوں جو میرے باغات اور

محلات کے نیچے بہہ رہی ہیں؟ کیا تم میری عظمت و سلطنت کو نہیں دیکھ رہے؟ کیا میں اس شخص سے بہتر

نہیں ہوں جو حقیر و ذلیل ہے، جس کی کوئی عزت نہیں اور جو صاف اور واضح طور پر بات بھی نہیں کر سکتا -

اگر وہ اپنے پیغمبری کے دعوے میں سچا ہے تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا اس کے ساتھ

فرشتے صف بستہ ہو کر آتے - مجاہد نے کہا کہ اہل مصر کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کو اپنا سردار بناتے تو اس

کو سونے کے کنگن اور طوق پہناتے تھے - یہ سردار ہونے کی علامت تھی اسی لیے فرعون نے کہا کہ جب

موسیٰ کے رب نے ان کو پیغمبر بنایا تو اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

زبان میں لکنت تھی اس لیے وہ صاف نہیں بول سکتے تھے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ

میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں - دعا سے حضرت موسیٰ کی زبان اتنی کھل گئی

کہ لوگ ان کی بات سمجھنے لگے مگر پھر بھی کچھ بندش رہ گئی - اسی کو فرعون نے نقص اور عیب قرار دیا -

غرض فرعون نے بے معنی اور مہمل باتوں کے ذریعے اپنی قوم کو اپنا ہم خیال بنالیا - بلاشبہ وہ لوگ

تھے ہی نافرمان اسی لیے وہ عقل کو بالائے طاق رکھ کر فرعون کی باتوں سے بے وقوف بن گئے - پھر جب

اپنی سرکشی اور نافرمانی سے انہوں نے ہمیں غضبناک کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو غرق کر دیا

اور ان کو باعث عبرت بنادیا تاکہ بعد والے ان کے واقعات میں غور کریں اور اپنا انجام صحیح کر لیں -

حضرت عیسیٰؑ کی مثال

۵۷-۶۲ : وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝

قَالُوا يَا إِلَهْنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ

قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا

لِبَنِي إِسْرَءِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ

يَخْلُقُونَ ۝ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنْ بِهَا وَابْتَغُونَ

هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝ وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝

جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم کے لوگ (اہل مکہ) چلا اٹھے اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ انہوں نے محض جھگڑے کی غرض سے یہ بات کہی ہے بلکہ وہ تو ہیں ہی جھگڑالو۔ وہ (عیسیٰ) تو محض ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا تھا اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے نشان (قدرت) بنایا۔ اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے جو زمین میں (تمہارے) جانشین ہوتے۔ یقیناً وہ (عیسیٰ) قیامت کی ایک نشانی ہیں سو تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور شیطان تمہیں (راہ حق سے) روکنے نہ پائے۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

يَصُدُّونَ : وہ شور کرتے ہیں، وہ چیتے ہیں۔ صَدِيدٌ سے مضارع۔

تَمْتَرُونَ : تم ضرور شک و شبہ کرو گے، تم ضرور تردد کرو گے۔ اِمْتَرَاءً سے مضارع بانون تاکید۔

شان نزول: ابن مردویہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عبداللہ بن زبیری نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا خیال ہے کہ اللہ نے آیت

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَرَدُونَ ۝

(الانبیاء: ۹۸)

آپ پر نازل کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ ابن زبیری نے کہا کہ چاند، سورج، ملائکہ اور عزیز کی پوجا کی جاتی ہے۔ یہ سب بھی ہمارے معبودوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ اس پر آیت

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝

(الانبیاء: ۱۰۱)

اور آیات:

وَلَمَّا ضَرَبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَ
قَالُوا يَا إِلَهَنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ
قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ (الزخرف: ۵۷، ۵۸)

نازل ہوئیں۔ (مظہری ۳۵۶/۸)

تشریح: آیت انکم وما تعبدون میں یہ ذکر نہیں کہ تمام جہان کے مشرکین جن کو معبود بناتے ہیں وہ سب جہنم کا ایدھن ہیں بلکہ آیت میں تو صاف طور پر مشرکین مکہ کو خطاب ہے کہ تم اور تمہارے وہ معبود جن کو تم پوجتے ہو جہنم کا ایدھن ہیں۔ اس سے مراد وہ معبود ہیں جو یا تو بے جان ہیں جیسے پتھر اور لکڑی کے بت وغیرہ یا جاندار ہوں اور خود اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوں جیسے شیاطین، فرعون اور نمرود وغیرہ۔ مشرکین کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور یہود حضرت عزیر کی عبادت کرتے ہیں تو کیا حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام بھی یہود و نصاریٰ کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ اگر یہ جہنم میں نہیں جائیں گے تو ہم اور ہمارے معبود بھی جہنم میں نہیں جائیں گے۔ مشرکین کی یہ بات اس لیے صحیح نہیں کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام نے کبھی نہیں کہا کہ ان کی عبادت کی جائے بلکہ وہ ہمیشہ لوگوں کو توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ اسی طرح کسی اور نبی نے بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود بنانے کا حکم نہیں دیا۔ اگر نصرا نیوں اور یہودیوں نے اپنے یہودہ خیالات کے مطابق حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر کو معبود بتایا تو یہ ان کی گمراہی اور شرک ہے۔

پھر فرمایا کہ مشرکین نے حضرت عیسیٰ کی جو مثال پیش کی وہ حق و باطل میں تمیز کے لیے نہیں بلکہ محض جھگڑا کرنے کے لیے کی کیونکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑا لو۔ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے نہیں تھے بلکہ وہ تو محض اللہ کے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو نبوت کی نعمت سے سرفراز کیا تھا اور بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ باپ کے بغیر پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہاری جگہ تمہاری نسل سے اور تمہارے جانشین ہوتے اور زمین پر آباد ہوتے۔ ہمیں سب طرح کی قدرت ہے۔ بیشک حضرت عیسیٰ قیامت کی ایک علامت ہیں۔ ان کا پہلی مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لیے ایک نشان تھا کہ وہ باپ کے بغیر پیدا ہوئے اور عجیب عجیب معجزے دکھائے۔ ان کا دوسری بار آنا قیامت کی علامت ہوگا۔ ان کے نزول سے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ قیامت بالکل نزدیک آگئی ہے۔ سو تم قیامت کے آنے میں

ہرگز شک و شبہ نہ کرو اور ایمان و توحید کا جو سیدھا راستہ میں تمہیں بتا رہا ہوں اسی پر چلو۔ اس پر چلنے والا کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا ازلی دشمن شیطان تمہیں اس راستے سے روک دے کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (عثمانی: ۵۳۰، ۵۳۱/۲ معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۴۶/۷۷)

حضرت عیسیٰ کا پیغام توحید

۶۷-۶۸: وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَرَبِّينَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝۱۳ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝۱۴ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْيَوْمِ ۝۱۵ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۱۶ إِلَّا خِلَافَ يَوْمٍ مِثْلُ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۝۱۷

جب عیسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں تاکہ تم پر وہ باتیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک میرا اور تمہارا رب صرف اللہ ہے سو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر (بنی اسرائیل کی) جماعتوں نے آپس میں اختلاف کیا سو ان ظالموں کے لیے بڑی خرابی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے، کیا وہ لوگ صرف قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک آپڑے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

اخلاۃ: گہرے دوست۔ احباب، دلی دوست، واحد خلیل۔

تشریح: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھلے معجزات لے کر آئے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت یعنی نبوت لے کر آیا ہوں اور تم نے دینی امور میں جو اختلافات پیدا کر رکھے ہیں، ان میں سے جو حق ہے اس کو واضح طور پر ظاہر کرنے کے لیے آیا ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور جو کچھ میں

تمہیں اللہ کی طرف سے پہنچا رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ بیشک میرا اور تمہارا معبود صرف اللہ ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو۔ اس کی عبادت میں کسی اور کو شامل نہ کرو۔ توحید اور شرعی احکام کی پابندی ہی سیدھا راستہ ہے۔

پھر لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے بعض تو حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہتے تھے۔ یہی گروہ حق پر تھا۔ بعض نے ان کو اللہ کا بیٹا کہا اور بعض نے کہا کہ حضرت عیسیٰ ہی اللہ ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ تین خداؤں میں سے ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دعوؤں سے پاک اور بلند و برتر ہے۔ ان ظالموں کے لیے خرابی ہے جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کر کے اور کتاب و سنت کو ترک کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا، قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لیے المناک عذاب اور دردناک سزائیں ہوں گی۔ یہ لوگ کسی طرح اپنی باغیانہ روش ترک نہیں کرتے تو کیا یہ مشرکین قیامت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے آنے کا صحیح وقت کسی کو معلوم نہیں۔ وہ ان پر اچانک بے خبری میں آجائے گی۔ یہ لوگ قیامت کا آنا محال سمجھتے ہیں لیکن وہ یقیناً آنے والی ہے۔ وہ دن تو ایسی گھبراہٹ اور بے چینی کا ہوگا کہ اس روز تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے اہل ایمان و تقویٰ کے۔ اہل ایمان و تقویٰ وہاں بھی دنیا کی دوستی کو یاد رکھتے ہوئے اپنے دوستوں کے بارے میں پوچھیں گے۔

(ابن کثیر: ۱۳۳، ۱۳۴/۴)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دو بندے اللہ کے واسطے باہم محبت کرنے والے ہوں، ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کر دے گا اور فرمائے گا یہی وہ شخص ہے جس سے تو میرے لیے محبت کرتا تھا۔

(مظہری: ۳۶۱/۸)

جنت کی نعمتیں

۶۸-۷۳: يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَازْوَاجُكُمْ تُخْبَرُونَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَ اَكْوَابٍ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَكْذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ

فِيهَا خِلْدُونَ ۚ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿١١﴾

اے میرے (پرہیزگار) بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے، جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار بن کر رہے تھے۔ تم اور تمہاری (مومن) بیویاں راضی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور آنخورے لائے جائیں گے اور وہاں وہ سب کچھ ہوگا جس کے لیے دل چاہے گا اور جس سے آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے جو تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں دی گئی ہے اس میں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں جن میں سے (جو تمہارا دل چاہے) کھاتے رہو۔

تُخْبِرُونَ : تمہیں خوشحال کیا جائے گا، تمہاری خاطر مدارت کی جائے گی، تمہاری عزت کی جائے گی۔ حَبْرٌ سے مضارع مجہول۔

صَحَافٌ : رکابیاں، پلیٹیں، طباق۔ واحد صُحْفَةٌ۔

اَنْحُوبٌ : پانی پینے کے برتن، کوزے۔ آنخورے، واحد كُوبٌ۔

تَشْرِيحٌ : قیامت کے روز اہل ایمان و تقویٰ کو اللہ کی طرف سے ندا دی جائے گی کہ اے میرے بندو! آج تمہیں کسی قسم کا خوف اور غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم ہر طرح امن و چین سے رہو۔ یہ تمہارے ایمان و اسلام کا بدلہ ہے۔ حضرت معمر بن سلیمان نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو ہر ایک گھبرایا ہوا ہوگا۔ اس وقت اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا:

يَعْبَادُ لَا خَوْفَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُونَ

یہ سن کر لوگوں کو کچھ امید بندھے گی لیکن فوراً ہی منادی کہے گا کہ:

الَّذِينَ اٰمَنُوا بَايْتَنَا وَكَانُوا عَسَلًا

یہ سن کر سوائے اطاعت گزمرہ مومنوں کے سب مایوس ہو جائیں گے۔

پھر ان مومنوں سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہاری مومن بیویاں خوش خوش جنت میں داخل

ہو جاؤ۔ ان کے پاس غلامان سونے کی رکابیوں اور گلاسوں میں خوش ذائقہ کھانے اور مشروب لئے پھریں گے۔ ان کو وہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کی ان کو خواہش ہوگی اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور یہ جنتیں جن کا تمہیں وارث (مالک) بنایا گیا ہے تمہارے ان نیک اعمال کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے ان میں تمہارے لیے بہت سے پھل اور میوے ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے نیچے درجے کا جنتی جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جائے گی لیکن اسے وہاں تک برابر اپنے ہی خیمے اور سونے و زمرد کے محل نظر آئیں گے۔ جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پر ہوں گے صبح شام الگ الگ وضع کی ستر ستر ہزار رکابیاں اور پیالے کھانے سے پر اس کے سامنے رکھے جائیں گے۔ (ابن کثیر: ۱۳۴، ۱۳۵، ۴/۱۲۵، مظہر: ۸/۳۱)

اہل جہنم کا دائمی عذاب

۸۰-۷۴: إِنَّ الْمَجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۖ لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ۖ وَنَادُوا إِلَيْكَ لِيُقْضَىٰ عَلَيْنَا رُبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ مِكْثُونَ ۖ لَقَدْ جِئْتَكُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لَاحِقٌ ۖ أَمْ أَرْمَوْا أَمْراً فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ۖ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۖ بَلْ وَدُسَلَاءُ كَذِبُونَ ۖ

بے شک گنہگار لوگ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے۔ وہ (عذاب) ان سے ہاکنہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔ اور وہ پکاریں گے اے مالک (بہتر ہے) تیرا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے (موت دیدے) وہ کہے گا بے شک تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔ بے شک ہم تمہارے پاس (دین) حق لائے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے ہیں۔ کیا انہوں نے کچھ طے کر لیا ہے سو ہم نے بھی طے کر لیا ہے۔ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم

ان كى سرگوشياں اور ان كے مشورے نهیں سنتے - هم ضرور سنتے هیں اور

همارے بهيجه هوءے (فرشته) ان كے پاس هى لكهر هے هیں -

يُفْتَرُ : وه هلكا كيا جايگا، وه كم كيا جائے گا - تَفْتِيْرُ سے مضارع مجهول -

مُيْلِسُونَ : حيرت زده - نااميد - مايوس - ابتلا سے اسم فاعل -

مَكْشُونَ : كھهرنے والے - رهنے والے - مَكْتُعٌ سے اسم فاعل -

أَبْرَهُوا : انهبوں نے طے كر ليا، انهبوں نے پخته اراده كر ليا - اَبْرَامٌ سے ماضى -

نَجَّوْهُمْ : ان كى سرگوشياں، ان كا مشوره كرنا، راز كى بات - اسم بهي هے اور مصدر بهي -

تشریح : گزشتہ آيتوں ميں مومنوں كے ليے جنت كى نعمتوں كا بيان تھا - اب ان آيتوں ميں

منكرين و مجرمين كا حال بيان كيا گيا هے كه بے شك - يه نافرمان دوزخ كے عذاب ميں هميشه هميشه رهیں

گے - وہاں ان كا عذاب نه كسى وقت هلكا هوكا اور نه منقطع هوكا بلكه اسى شدت كے ساتھ مسلسل جارى

رهے گا اور وه تمام اميدىں ختم هوجانے كے بعد مايوسى كے عالم ميں اسى ميں پڑے رهیں گے - بلاشبه يه

سب كچه ان كى بده اعماليوں اور نافرمانيوں كا بدلہ هے - هم نے ان پر كوئى ظلم و زيادتى نهیں كى اور نه هم

كسى پر ظلم و زيادتى كرتے هیں بلكه اپنى سرکشى اور عناد پر پخته ره كر انهبوں نے خود هى اپنے اوپر ظلم كيا -

جب اهل جهنم هر طرف سے مايوس هوجائیں گے اور ان كو عذاب جهنم كے مل جانے كى كوئى اميد باقى نه

رهے كى تو بے قرار هوكر جهنم كے داروغه سے كهیں گے كه اسے مالك اب هم ميں برداشت كى طاقت نهیں

تم اپنے رب سے همارى موت كى دعا كرو تاكه هم عذاب سے چھوٹ جائیں، مالك انهبں جواب دے

گا كه اب تم هميشه اسى عذاب ميں مبتلا رهو گے اور تمهیں كبهى موت نهیں آئے كى -

دوسرى جگه ارشاد هے :

لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فِيمَوتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا

نه انهبں موت آئے كى اور نه ان كے عذاب ميں تخفيف هوكى - (فاطر: ۳۶)

جب هم نے پيغمبر اور كتا ميں بهيجه كر ان كے سامنے سچا دين پيش كر ديا تو وه اس كو ماننے كى

بجائے اس سے نفرت هى كرتے رهے اور ناحق كى طرف مائل رهے - كيا انهبوں نے كسى كام كا پخته اراده

كر ليا هے اكر يه سمجھتے هیں كه اپنے ارادے ميں كامياب هوجائیں گے اور الله كے پيغمبر كو ناكام بنا دىں

گے تو ہم نے بھی ایک کام کی تدبیر کر رکھی ہے۔ ظاہر ہے ان کی تدبیر ہماری تدبیر پر غالب نہیں آسکتی۔ کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے دلوں میں پوشیدہ باتیں اور خفیہ سرگوشیاں نہیں سنتے حالانکہ ہمارے بھیجے ہوئے کارندے ہر وقت ان کے ساتھ ہیں جو ان کی ہر بات اور ہر فعل کو دیکھتے اور لکھتے ہیں۔ (ابن کثیر: ۴/۱۳۵، مظہر: ۳۶۳، ۳۶۴/۸)

معبود حقیقی

۸۱-۸۵: قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبِيدِينَ ۝ سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ فَذَرَهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهُ ۝ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝ وَتَبَرَّكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۝ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۝ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اگر بالفرض رحمان کے کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا۔ آسمانوں اور زمین کا رب (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ آپ انہیں لغو باتوں اور کھیل کود میں گزارنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ آسمانوں میں بھی وہی اللہ عبادت کے لائق ہے اور زمین میں بھی وہی قابل عبادت ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور پورے علم والا ہے، وہ بہت برکتوں والا ہے جس کے پاس آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت ہے اور قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

يَخُوضُوا: وہ بحث کرتے ہیں، وہ مصروف ہوتے ہیں، خوض سے مضارع۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین مکہ سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے کوئی اولاد ہوتی

تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا لیکن تم دیکھتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا پھر تم کیسے اس کے اولاد تجویز کرتے ہو۔ آسمانوں، زمین اور عرش کا مالک و خالق اس سے بالکل پاک اور منزہ ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ وہ فرد، اور واحد و صمد ہے۔ اس کے کوئی اولاد اور مثیل و نظیر نہیں۔ آپ ان کو ان کی بیسودہ باتوں اور لہو و لعب میں پڑا رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اس دن سے سابقہ پڑے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ اس وقت ان کو اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔ ان بد نصیبوں کے انکار سے اللہ کی ربوبیت اور شان کبریائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ آسمانوں میں بھی وہی عبادت کے لائق ہے اور زمین میں بھی وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہی حکمت کے ساتھ کائنات کا انتظام کرنے والا ہے اور وہی مخلوق کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو جاننے والا ہے وہ بڑی برکتوں والا ہے۔ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی کائنات پر اسی کی حکومت ہے اور قیامت برپا ہونے کا ٹھیک وقت بھی اسی کو معلوم ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے پھر وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

عاجز و بے اختیار معبود

۸۹-۸۶: وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ الشَّفَاعَةِ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ وَقِيلَ لَهُ يَرْبِّ إِنَّا هُوَ آلاءُ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝

یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے مگر جو حق کی گواہی دیں اور اس کا علم بھی رکھیں۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ یقیناً کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر یہ کہاں بے پھر تے ہیں۔ قسم ہے رسول کے یہ کہنے کی کہ اے میرے رب یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ سو آپ ان سے منہ پھیر لیجئے کہ تمہیں سلام۔ سو بہت جلد ان کو (اپنا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

اضفح : آپ منہ پھیر لیں، آپ بے رخ رہئے۔ صَفْح سے امر۔
 تشریح: کفار و شرکین جب باطل معبودوں کو اپنا سفارش سمجھتے ہیں وہ کسی کو از خود تو کیا دیں گے وہ تو ان کی سفارش کا بھی اختیار نہیں رکھتے کہ اس جہان میں یا آخرت میں سفارش کر کے کسی کو کچھ دلوادیں یا عذاب الہی سے چھڑادیں لیکن جو لوگ حق یعنی ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور اس کی تصدیق بھی کرتے ہیں تو اللہ کے حکم سے نیک لوگوں کی شفاعت ان کے کام آئے گی۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو وہ یقیناً اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے (پیدا کیا)۔ پھر یہ لوگ کہاں بھٹک رہے ہیں کہ اس ذات واحد کو اپنا خالق ماننے کے باوجود دوسروں کی عبادت کرتے ہیں جو محض مجبور اور بالکل بے اختیار ہیں۔ قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے پروردگار یہ قوم ایمان لانے کے لیے تیار نہیں۔ آپ ان کے ایمان نہ لانے سے رنجیدہ نہ ہوں، اللہ آپ کی مدد ضرور کرے گا اور اپنی رحمت سے آپ کو ضرور غلبہ عطا فرمائے گا۔ آپ تو بس ان کو تبلیغ دین کر کے ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور ان سے اعراض کر لیجئے۔ بہت جلد ان کو اپنی بد اعمالیوں کی سزا مل جائے گی کیونکہ موت ہر شخص کے بہت قریب ہے۔ مرتے ہی سب نیک و بد سامنے آجائے گا۔

(ابن کثیر: ۱۳۶، ۱۳۷، ۴/۱۳۷، ۴/۲۶۷، ۴/۲۶۸)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الدخان

وجہ تسمیہ: اس سورت کا نام الدخان مشہور ہے جو اس کی آیت ۱۰ میں آیا ہے۔

تعارف: اس میں تین رکوع ۵۹ آیات، ۳۴۶ کلمات اور ۱۴۳۱ حروف ہیں۔ یہ سورت ہجرت سے

پہلے مکے میں نازل ہوئی۔ اس کا شمار ان عظیم سورتوں میں ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم فجر کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ گزشتہ سورۃ کے بیشتر مضامین توحید و رسالت،

قرآن کی حقانیت اور مجرمین کے عبرتناک احوال پر مشتمل تھے۔ اس سورت میں قرآن کی

عظمتوں اور جس رات میں قرآن کا نزول ہوا اس کی برکتوں کا بیان ہے۔

ابن مردویہ نے ابو امامہ بابلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص

جمعے کی شب میں یا جمعے کے دن سورۃ الدخان کی تلاوت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے

جنت میں ایک محل بنادیتا ہے۔ بیہقی نے مرفوعاً روایت کی کہ جو شخص جمعے کی شب میں حم

الدخان اور سورت یس کی تلاوت کرے تو صبح کو وہ اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے

گناہوں کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔

(روح المعانی: ۱۱/۲۵، مواہب الرحمن ۱۶۹/۲۵)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: قرآن کی عظمتوں اور اس رات کی برکتوں کا بیان ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا۔ پھر

قوم فرعون کی آزمائش مذکور ہے۔

رکوع ۲: فرعون سے نجات اور مشرکین کا انکار قیامت بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۳: منکرین قیامت کا انجام اور اہل تقویٰ کا حال مذکور ہے۔

حرف مقطعات

حَمَّ

۱:

ان کے معنی و مراد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

قضا و قدر کے فیصلوں کی رات

۸-۲: وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِن كُنْتُمْ مُّوقِنِينَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ الْآوَالِينَ

قسم ہے اس واضح کتاب کی۔ یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔ بیشک ہم (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں۔ اسی (رات) میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس سے حکم ہو کر، بے شک ہم ہی (آپ کو رسول بنا کر) بھیجے والے ہیں۔ آپ کے رب کی مہربانی سے۔ بے شک وہ بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے، جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔

تشریح: قسم ہے اس کتاب کی جو نہایت واضح اور روشن ہے جس کے نور ہدایت سے سارا عالم منور ہوا۔ جس کے علوم ہدایت نے لوگوں کو ضلالت و گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ایمان و معرفت کی روشنی عطا کی اور جو حلال و حرام کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ کتاب الہی ایسی عظیم الشان ہے کہ ہم نے اس کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک بابرکت رات یعنی شب قدر میں اتارا جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ جیسے ارشاد ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۚ

بے شک ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں نازل کیا اور آپ کو کیا معلوم لیلۃ القدر کیا ہے۔ (لیلۃ القدر ہزار مہینوں کی عبادت) سے بہتر ہے۔ (القدر: ۳۰۱)

یہ رات یعنی لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے، جیسے ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔ (البقرہ: ۱۸۵)

قتادہ اور ابن زید کا بیان ہے کہ قرآن مجید شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ پھر بیس سال میں حضرت جبرائیل کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ شب قدر میں آئندہ سال ہونے والے تمام واقعات لوح محفوظ سے نقل کر لئے جاتے ہیں، خیر و شر، رزق اور میعاد زندگی یعنی موت یہاں تک کہ یہ بھی لکھ لیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اس سال حج کرے گا۔

بے شک اس قرآن کے ذریعہ ہم لوگوں کو خیر و شر، نیکی و بدی اور عذاب سے آگاہ کرتے ہیں تاکہ مخلوق پر حجت قائم ہو جائے۔ اسی رات میں تمام محکم معاملات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ سب ہمارے حکم سے ہوتا ہے۔ ہم ہی بندوں کو عذاب سے ڈرانے کے لیے پیغمبروں کو کتاہیں دے کر بھیجتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو ہمارے احکام سے آگاہ کریں اور ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ یہ سب آپ کے رب کی رحمت کے سبب سے ہے۔ بلاشبہ وہ بندوں کے اقوال کو سنتا اور ان کے احوال کو جانتا ہے۔ اس لیے وہی آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی کائنات کا رب اور مالک و خالق ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو تو ان روشن اور واضح دلائل سے بخوبی جان سکتے ہو کہ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہی تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے جو پہلے گزر چکے۔ (مظہری: ۳۶۷، ۳۶۹/۸)

دخان مبین

۹-۱۶: بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۖ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ

مُبِیِّنٌ ۝۱۱ یَغْشَى النَّاسَ ۚ هَذَا عَذَابٌ أَلِیمٌ ۝۱۲ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا
الْعَذَابَ ۖ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝۱۳ اِنِّیْ لَهْمُ الذِّكْرِیْ ۚ وَقدْ جَاءَهُمْ
رَسُوْلٌ مُّبِیِّنٌ ۝۱۴ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلِّمٌ مِّثْنُوْنٌ ۝۱۵ اِنَّا
كَاشِفُوْا الْعَذَابَ قَلِیْلًا ۚ اِنَّكُمْ عَاِیْدُوْنَ ۝۱۶ یَوْمَ نَبْطِشُ
الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰی ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُونَ ۝۱۷

بلکہ وہ دھوکے میں ہیں اور کھیل رہے ہیں سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب
آسمان صریح دھواں لائے جو لوگوں کو گھیر لے۔ یہ ایک دردناک عذاب ہے
۔ اے ہمارے رب ہم پر سے اس آفت کو دور کر دے۔ ہم ایمان قبول کرتے
ہیں۔ ان کے لیے نصیحت کہاں حالانکہ ان کے پاس کھول کر بیان کرنے والا
رسول آپکا۔ پھر بھی وہ (کافر) اس (رسول سے) منہ موڑے رہے اور یہی
کہتے رہے کہ سکھایا ہوا ہے، دیوانہ ہے بیشک کچھ دنوں کے لیے ہم عذاب کو
ہٹا دیتے ہیں یقیناً تم پھر وہی کرو گے۔ جس دن ہم بہت سختی سے پکڑیں گے۔
بے شک ہم بدلے لے کر رہیں گے۔

ارْتَقِبْ : تو انتظار کر، تو راہ دیکھ۔ اِرْتَقَابٌ سے امر۔

ذُخَانٌ : دھواں۔ جَمْعُ اَذْحَنَةٍ۔

نَبْطِشُ : ہم سختی سے پکڑیں گے۔ نَبْطَشٌ سے مضارع۔

تشریح : توحید و الوہیت کے واضح دلائل اور نشانات دیکھنے کے باوجود مشرکین و منکرین ایمان
لانے کی بجائے شک اور کھیل تماشے میں پڑے ہوئے ہیں۔ نصیحت و عبرت کی باتوں کو ہنسی مذاق میں
اُڑا دیتے ہیں اور ان کو اللہ کے سامنے پیشی کا خیال تک نہیں، سو آپ ان کو اُس دن کے بارے میں
آگاہ کر دیجئے جس دن آسمان سے سخت دھواں آئے گا جو لوگوں کو ڈھانک لے گا۔ یہ ایسا دردناک
عذاب ہو گا کہ لوگ بے قرار ہو کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار اس عذاب کو ہم پر سے دور کر دے
ہم ایمان لاتے ہیں۔ آیت میں دُخَان سے کونسا دُخَان مراد ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔
حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اور حسن کا قول ہے کہ دھواں قیامت کی علامات میں سے
ایک علامت ہوگی۔ ابن جریر، ثعلبی اور بغوی نے حضرت حذیفہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کی) سب سے پہلے نشانی دھواں اور عیسیٰ ابن مریم کا نزول اور ایک آگ ہوگی جو عدن کے کسی غار سے نکلے گی اور لوگوں کو میدانِ حشر کی طرف ہٹا کر لے جائے گی۔ دو پہر کو لوگ جہاں ٹھہریں گے آگ بھی ٹھہر جائے گی۔ حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دھواں کیسا ہوگا۔ آپ نے آیت یوم تاتى السماء بدخان مبین تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ وہ دھواں مشرق سے مغرب تک فضا کو بھر دے گا اور چالیس شب و روز قائم رہے گا۔ مومن پر اس کا اثر صرف زکام کی مانند ہوگا اور کافراں کے اثر سے ایسا ہو جائے گا جیسے نشے میں مدھوش آدمی ہوتا ہے۔ دھواں اس کی ناک کے نتھنوں، کانوں کے سوراخوں اور مہرے سے نکلے گا۔ احادیث سے جو بات ظاہر و ثابت ہے وہ یہ ہے کہ دخان قیامت کی ایک علامت ہے جو آنے والی ہے۔ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کیونکہ قرآن نے اسے واضح اور ظاہر دھواں کہا ہے جسے ہر شخص دیکھ سکے۔ بھوک کے دھوکے سے اسے تعبیر کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ وہ ایک خیالی چیز ہے۔ بھوک و پیاس کی سختی سے آنکھوں کے آگے جو دھواں سامنہوار ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں دھواں نہیں ہوتا۔ قرآن کے الفاظ دخان مبین کے ہیں اور اس کے بعد یغشی الناس آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگوں کو ڈھانک لے گا۔

پھر فرمایا کہ ان منکرین کو اس عذاب سے عبرت و نصیحت کہاں ہوتی، ان کے پاس تو صاف صاف اور کھول کر بیان کرنے والا پیغمبر بھی آچکا پھر بھی یہ لوگ اس سے روگردانی کرتے رہے، اس سے منہ پھیرے رہے اور کہتے رہے کہ یہ تو کسی کا سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ اگر بالفرض ہم حجت پوری کرنے کے لیے کچھ مدت تک عذاب کو ہٹا بھی دیں تب بھی یہ لوگ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئیں گے اور وہی کفر و شرک کریں گے جو اس سے پہلے کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس دن ہم ان کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑیں گے اس دن ہم ان سے پورا پورا بدلہ لیں گے۔ (ابن کثیر، ۳/۱۳۹، مظہری، ۳۶۹، ۲۷۰، ۸)

قوم فرعون کی آزمائش

۱۷-۲۱: وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۖ
أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ ۱۸
وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَنِ مُبِينٍ ۖ وَإِنِّي عَذَابٌ مُّبِينٌ ۖ ۱۹

وَدَيْكُمُ أَنْ تَرْجُمُونَهُ ۚ وَإِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ

ان سے پہلے ہم قوم فرعون کو بھی آزما چکے ہیں جن کے پاس ایک معزز رسول آئے تھے (موسیٰ نے فرعون سے کہا) کہ اللہ کے (ان) بندوں کو میرے حوالے کر دو۔ بے شک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ یقیناً میں تمہارے پاس ایک کھلی دلیل لایا ہوں۔ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے دور ہی رہو۔

اَذُوا ۙ تم ادا کرو، تم حوالے کرو۔ تَأْدِيَةً سے امر۔

تَفْلُوا ۙ تم چڑھنے لگو، تم سرکشی کرو۔ عَلُوًّ سے ماضی۔

تشریح: مشرکین مکہ سے پہلے ہم قوم فرعون کا امتحان لے چکے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت فرعون اور اس کی قوم کے لیے ایک امتحان تھی کہ وہ اس معزز پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر فرعون کے پاس پہنچے کہ تم بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر دو اور ان کو تکلیف نہ دو، میں اپنی نبوت پر گواہی دینے والے معجزے لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی وحی کا امانت دار بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تم اللہ سے سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے سامنے اپنی نبوت کی ایک دلیل پیش کرتا ہوں اور اس بات سے کہ تم مجھے قتل کرو میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ لہذا میں تمہاری ہمتیوں سے مرعوب نہیں ہو سکتا اور نہ مجھے تمہاری طرف سے کسی قسم کی ایذا کا خوف ہے۔ اگر تم اپنی بد نصیبی سے میری بات نہیں مانتے، مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے جدا رہو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور میری راہ نہ رو کو تا کہ میں بنی اسرائیل کو لے جاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک طویل عرصے تک ان میں رہے اور خوب دل کھول کر تبلیغ کرتے رہے اور ان کی خیر خواہی اور ہدایت کے لیے ہر طرح کوشش کرتے رہے لیکن وہ راہ راست پر نہ آئے۔

قوم فرعون کا انجام

۲۲-۲۹ فَدَعَا رَبَّهُ أَنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ۝ فَاسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا ۝ إِنَّكُمْ مُّتَّبَعُونَ ۝ وَاتْرَكُوا الْبَحْرَ هَوًّا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ

کَمْ تَرَکُوا مِنْ جَدَّتٍ وَغُیُّونَ ﴿۱۵﴾ وَذُرُّوہِ وَمَقَامِ کَرِیْمٍ ﴿۱۶﴾
وَنَعْمَہٗ کَانُوا فِیْہَا فِکْہِیْنَ ﴿۱۷﴾ کَذٰلِکَ ۚ وَادْرَئْہَا قَوْمًا اٰخِرِیْنَ ﴿۱۸﴾
فَمَا بَکَتْ عَلَیْہُمْ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَمَا کَانُوا مُنْظَرِیْنَ ﴿۱۹﴾

پھر (موسیٰ نے) اپنے رب سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔ سو (اللہ نے حکم دیا کہ) میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ۔ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا اور سمندر کو ساکن چھوڑ دینا بلاشبہ یہ لشکر غرق ہونے والا ہے وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور بہترین مکانات اور وہ آرام کی چیزیں جن میں وہ مزے کرتے تھے۔ اسی طرح ہوا کہ ہم نے دوسری قوم کو ان (چیزوں) کا مالک بنا دیا۔ سو نہ تو ان پر زمین و آسمان روئے اور نہ انہیں مہلت ملی۔

رہو! : تمہا ہوا، ساکن، خشک۔

بَکَتْ : وہ روئی۔ بُکَاء سے ماضی۔

تشریح: آخر جب قوم فرعون اپنے کفر و سرکشی میں بڑھتی ہی گئی اور کسی طرح راہ راست پر نہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ لوگ بڑے سخت مجرم ہیں، اپنی سرکشی سے کسی طرح باز نہیں آرہے۔ پس اب میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا فوراً قبول فرمائی اور حکم دیا کہ فرعون کی بے خبری میں میرے بندوں کو لے کر راتوں رات چلے جاؤ۔ یہ لوگ یقیناً تمہارا تعاقب کریں گے۔ جب تم اور تمہارے ساتھی دریا کو عبور کر لیں تو دریا کو اسی طرح خشک چھوڑ کر چلے جائیں یعنی اس میں وہ خشک اور کشادہ راستہ جس سے تم دریا کو عبور کرو گے اسی طرح کھلا چھوڑ دینا تاکہ فرعون اور اس کے لشکر کو اس میں غرق کر دیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا غرق کیا کہ سب جہنم واصل ہو گئے اور بدترین جگہ پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر اور عذاب سے تباہ ہونے والے یہ نافرمان کیسے کیسے باغات، چشمے، نہریں، کھیتیاں، عزت کے ٹھکانے اور نعمتیں اور عیش و عشرت کے حامان جن میں یہ مست تھے، سب چھوڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ بنی اسرائیل کو عطا کر دیا۔ یہ لوگ ایسے بدنصیب اور قابل نفرت تھے کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی ان کی بربادی پر رنجیدہ نہ ہوا اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

فرعون سے نجات

۳۰-۳۳: وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَآءَ يَلَّ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهَيَّنَّ ۖ مِنْ فِرْعَوْنَ
إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ۖ وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى
الْعَالَمِينَ ۖ وَآتَيْنَاهُمْ مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۖ

بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی جو فرعون کی
طرف سے تھا۔ یقیناً وہ بڑا سرکش (اور) حد سے نکل جانے والوں میں سے
تھا اور ہم نے دانستہ طور پر ان (بنی اسرائیل) کو جہان کے لوگوں پر فوقیت
دی اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح آزمائش تھی۔

المُهَيَّنَّ : ذلیل کرنے والا، بے عزت کرنے والا۔ اِهَانَةٌ سے اسم فاعل۔

اخْتَرْنَاهُمْ : ہم نے ان کو پسند کیا، ہم نے اُن کو فوقیت دی۔ اِخْتِيَارٌ سے ماضی۔

تشریح: فرعون اور اُس کی قوم کو سمندر میں غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب
سے نجات دی جو فرعون کی طرف سے اُن پر مسلط تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کو پست و خوار کر رکھا تھا، ان
سے ذلیل خدمتیں لیتا تھا اور ان کے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیتا تھا۔ اس کے ظلم و تعدی اور بدکاریوں
میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی۔ یقیناً وہ اپنی سرکشی و تکبر اور ظلم و تعدی میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ ہم
نے اپنے قدیم علم کے مطابق بنی اسرائیل کو بعض امور میں اُن کے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی
تھی۔ یہاں یہ مراد نہیں کہ ان کو اگلے پچھلے سب لوگوں پر فضیلت دی۔ جیسے ارشاد ہے:

يُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ

اے موسیٰ میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی۔ (اعراف: ۱۴۴)

یہاں بھی حضرت موسیٰ کے زمانے کے لوگ مراد ہیں۔ مجاہد اور قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
بنی اسرائیل کو اس زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی تھی۔

پھر فرمایا کہ ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں واضح طور پر ان کی مدد تھی اور وہ محض
انعام خداوندی تھا مثلاً دریا کو پھاڑ کر اُن کے لیے خشک راستہ بنانا۔ تیرے میدان میں ان پر ابر کا سایہ
کرنا، ان کے کھانے کے لیے آسمان سے من و سلویٰ اتارنا اور ان کو فرعون کی سلطنت و دولت کا وارث
بنانا وغیرہ۔ یہ سب محض انعامات الہی تھے اور بنی اسرائیل کے لیے امتحان تھے۔

مشرکین کا انکار قیامت

۳۲-۳۴: اِنْ هٰؤُلَاءِ لَيَقُولُوْنَ ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتُنَا الَّذِیْ وَاٰنَحْنُ
بِمُنْشَرِّیْنَ ۝ فَاتَّوَا بِاٰیٰتِنَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ اَهُمْ خَيْرٌ
اَمْ قَوْمُ تُبٰعٍ ۚ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنْهُمْ كَانُوْۤا
مُجْرِمِیْنَ ۝

البتہ یہ (کافر) کہتے ہیں کہ بس یہی پہلی بار مرنا ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ سو اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ۔ بھلا یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم جو ان سے بھی پہلے تھے۔ ہم نے ان سب کو ہلاک کیا۔ یقیناً وہ گناہ گار تھے۔

تشریح: بنی اسرائیل کے مذکورہ واقعات، قیامت اور قدرت خداوندی پر ایمان و یقین کے لیے سامان عبرت اور مضبوط دلائل ہیں مگر مشرکین مکہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ایمان لانے کی بجائے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد نہ قیامت آئے گی، نہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور نہ حساب و کتاب اور جزا و سزا ہوگی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور حساب و کتاب اور جزا و سزا ہوگی تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لائیے تاکہ ہمیں آپ کی بات کے صحیح ہونے کا یقین آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بد نصیبوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ لوگ قوت و شوکت کے اعتبار سے قوم تبع اور ان قوموں سے بہتر ہیں جو ان سے پہلے گزری ہیں، مثلاً عاد و ثمود وغیرہ ہم نے نافرمانیوں اور بد اعمالیوں کے سبب ان سب کو ہلاک کر ڈالا۔ قوم تبع یمن میں رہتی تھی۔ یہ لوگ نہایت طاقتور اور ہر طرح کے مادی ساز و سامان سے آراستہ تھے۔ جس طرح فارس کے لوگ اپنے بادشاہ کو کسراہی، روم والے قیصر، مصر والے فرعون اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے اسی طرح یمن کے رہنے والے حمیر اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے۔ یمن میں تبع کے لقب سے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں۔ جس تبع کا یہاں ذکر ہے بعض روایات میں اس کا ایمان لانا ثابت ہے۔ حضرت کعب فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم سے تبع کی تعریف معلوم ہوتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی مذمت کی ہے، ان کی نہیں کی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تبع کو برا نہ کہو، وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ (ابن کثیر: ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵)

فیصلے کا دن

۳۸-۴۲: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادِنَا ۚ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۹﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلَى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۚ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۴۰﴾

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں، کھینے کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ ہم نے ان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ بے شک فیصلے (قیامت) کا دن ان سب کا مقررہ وقت ہے۔ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی امداد کی جائے گی مگر جس پر اللہ مہربان ہو جائے۔ بے شک وہ زبردست اور رحم والا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو محض بے کار اور کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا بلکہ یہ کائنات ایک حکمت کے ساتھ پیدا کی گئی ہے مگر لوگ اپنے عناد اور سرکشی کی بنا پر اس کی حقیقت اور حکمت کو نہیں سمجھتے اور حقائق و دلائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے قیامت اور بعث بعد الموت کے انکار پر قائم ہیں حالانکہ یہ بات قطعی اور تسلیم شدہ ہے کہ جو ذات کسی چیز کو پہلی مرتبہ کسی نمونے کے بغیر پیدا کرنے پر قادر ہے وہ یقیناً اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بِإِلَافٍ ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ﴿۴۱﴾

اور ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ یہ خیال تو کافروں کا ہے۔ سو افسوس ہے۔ کافروں کے لئے آگ کی سزا ہے۔ (ص: ۲۷)

اور ارشاد ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۴۲﴾

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا۔ (المومنون: ۱۱۵)

بے شک لوگوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھانے اور بدلہ دینے کا وقت مقرر ہے۔ اس دن اول تا آخر سب جمع ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال و افعال کی جزایا سزا پائیں گے۔ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے ذرا بھی کام نہ آئے گا اور نہ کسی کو کسی ذریعے سے عذاب سے بچنے میں کوئی مدد مل سکے گی سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے خود معاف فرما دے یا کسی کی شفاعت کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرما دے۔ وہ ایسا غالب ہے کہ جب وہ کسی کو عذاب دینا چاہے گا تو کوئی بھی اس کو عذاب سے نہ بچا سکے گا اور وہ وسیع رحمت والا ہے۔

منکرین قیامت کا انجام

۵۰-۴۳ إِنَّ شَجَرَتَ الزُّقْمَرِ ۖ طَعَامُ الْاَرْتَمِمْ ۖ كَالْمُهْلِ ۖ يَغْلَىٰ فِي الْبُطُونِ ۖ كَغَلَى الْحَمِيمِ ۖ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ ۚ اِلٰى سَوَاءٍ الْحَمِيمِ ۖ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۖ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيْمُ ۚ اِنَّ هٰذَا اِنَّا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۚ

بے شک زقوم کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے جو تلچھٹ کی مانند پیٹ میں کھولتا رہتا ہے (اور) کھولتے ہوئے گرم پانی کی مانند۔ اس کو پکڑ لو اور گھسیٹے ہوئے دوزخ کے پتھروں تک لے جاؤ۔ پھر عذاب دینے کے لیے اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالو (اس کو) پکھ۔ بے شک تو بڑا معزز و مکرم سردار (ہوتا) ہے بے شک یہ وہی ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

الْمُهْلُ: تیل کی تلچھٹ، پیپ، پکھلا ہوا تانبا۔ اسم ہے۔

يَغْلَى: وہ جوش مارے گا، وہ ابلے گا۔ غَلَى سے مضارع۔

اَعْتِلُوْهُ: اس کو گھسیٹ کر لے جاؤ، اس کو دھکیل کر لے جاؤ۔ عَتَلَ سے امر۔

صُبُّوْا: وہ ڈالے گئے، وہ گرائے گئے۔ صَبَّ سے ماضی مجہول۔

تَمْتَرُوْنَ: تم شک کرتے ہو، تم تردد کرتے ہو۔ اَمْتَرَاء سے مضارع۔

تشریح: یہاں اس سزا کا بیان ہے جو منکرین قیامت کو آخرت میں ملے گی، چنانچہ ارشاد ہے کہ جہنم

میں ان منکرین کو زقوم کا درخت کھانے کو ملے گا جو اپنی شدید تلخی کے علاوہ گھلے ہوئے تانبے کی مانند اور سخت کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں کھولے گا۔ بغوی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ سے ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے۔ اگر زقوم کی ایک بوند زمین پر ٹپکادی جائے تو دنیا والوں کی زندگی تلخ کر دے۔ پھر کیا حال ہوگا ان کا جن کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔ زقوم کے سوا ان کا کوئی کھانا نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ دوزخ کے کارندوں کو حکم دے گا کہ اس کافر کو پکڑ کر اوندھا کر کے منہ کے بل تھیسٹے ہوئے دوزخ کے عین درمیان میں ڈال دو۔ پھر اس کے سر کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالو جس سے اس کی کھال اور پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں جل جائیں گی۔ جہاں جہاں یہ پانی پہنچے گا ہڈی کو کھال سے جدا کر دے گا یہاں تک کہ اس کی آنتیں کاٹا ہوا پنڈلیوں تک پہنچ جائے گا۔ پھر مزید شرمسار کرنے کے لیے ان سے کہا جائے گا کہ لو اب ذلت کے عذاب کا مزہ چکھو۔ تم ہماری نگاہوں میں نہ عزت والے ہو اور نہ بزرگی والے۔ یہی وہ دوزخ ہے جس کے بارے میں تم ہمیشہ شک و شبہ کرتے رہے۔

(مظہری: ۵۷۶، ۳۷۵/۸)

اہل تقویٰ کا حال

۵۹-۵۱ اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝۱۱۱ فِيْ جَنَّتٍ وَّاعِيُوْنَ ۝۱۱۲
يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِيْنَ ۝۱۱۳ كَذٰلِكَ ۝۱۱۴ وَزَوْجُهُمْ
يُحَوِّرُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اَمِيْنٍ ۝۱۱۵ لَا يَذُوْقُوْنَ
فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُولٰٓئِ وَوَقَّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۱۱۶ فَضَلًا
مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۱۷ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ رِبْسًا لِّكَ
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۱۱۸ فَاَرْتَقِبْ ۝۱۱۹ اِنَّهُمْ مُّرتَقِبُوْنَ ۝۱۲۰

بے شک پرہیزگار لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے (پھر وہاں) اسی طرح ہوگا۔ ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے۔ وہاں وہ اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگوائیں گے۔

وہاں نہ ان کو موت نہیں آئے گی سوائے اس پہلی موت کے (جو دنیا میں آچکی) اور اللہ نے انہیں دوزخ سے بچالیا۔ (یہ سب) آپ کے رب کا فضل ہوگا۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اب آپ بھی انتظار کیجئے وہ بھی انتظار میں ہیں۔

سُنْدُس : باریک کپڑا۔

اِسْتَبْرَق : دبیز ریشمی کپڑا۔ دیبا۔

اِرْتَقَب : تو انتظار کر، تو راہ دیکھ۔ اِرْتَقَاب سے امر۔

تشریح: جو لوگ دنیا میں اپنے مالک و خالق سے ڈرتے رہتے ہیں قیامت کے روز وہ جنت میں نہایت امن و چین کی جگہ میں ہوں گے۔ کافروں کے برعکس جن کو دوزخ میں زقوم کا درخت اور آگ جیسا گرم پانی ملے گا، پرہیزگاروں کو باغات اور بہتی ہوئی نہریں ملیں گی۔ ان کا لباس نہایت نرم و لطیف ریشم سے بنا ہوا ہوگا۔ بعض لباس باریک ریشم کا ہوگا اور بعض دبیز ریشم کا۔ ان نعمتوں اور کرامتوں کے ساتھ وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کئے ہوئے بالکل آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ یہ سب باتیں اسی طرح ہوں گی۔ ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کریں گے۔ یہ لوگ جنت میں جس میوے اور پھل کی خواہش کریں گے وہ ان کو نہایت اطمینان سے ارادے اور خواہش کے ساتھ ہی مل جائے گا۔ ان کو جنت میں کبھی موت نہیں آئے گی، جو طبعی موت ان کو دنیا میں آنی تھی وہ آچکی۔ اس راحت و نعمت کے ساتھ یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ اللہ نے ان کو جہنم کے عذاب سے نجات دے دی۔ اہل تقویٰ کو جنت میں جو کچھ بھی ملے گا وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور مہربانی سے ملے گا۔ بلاشبہ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ مشرکین مکہ جو آپ کے اولین مخاطب ہیں ان حقائق کو نہیں سمجھتے جو ہم نے قرآن اور وحی کے ذریعے ان کے سامنے بیان کر دیئے۔ ہم نے تو اس قرآن کو آپ کی زبان یعنی عربی میں نہایت ہی آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ سمجھیں اور نصیحت قبول کریں۔ اس کے باوجود اگر یہ لوگ نہ مانیں تو پھر آپ ان کی شقاوت و نافرمانی کے برے انجام کا انتظار کیجئے اور وہ بھی اس کے منتظر ہیں۔ (ابن کثیر: ۱۳۶، ۴/۱۳۷، مظہری ۳۷۷، ۸/۳۷۹)

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة الجاثية

وجہ تسمیہ: اس سورت کی آیت ۲۸ میں لفظ الجاثیہ (زانو کے بل گرے ہوئے) آیا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام الجاثیہ مشہور ہے۔

تعارف: اس میں چار رکوع، ۳۷ آیات، ۲۸۸ کلمات اور ۱۱۹۱ حروف ہیں۔ یہ سورت مکیہ ہے۔ قرطبی نے کہا کہ حسن، جابر اور عکرمہ کے قول میں یہ پوری سورت مکیہ ہے۔ ابن عباس، قتادہ اور خطیب نے کہا کہ اس میں ایک آیت قل للذین امنوا یغفروا مستثنیٰ ہے۔ اس کا نزول مدینے میں حضرت عمر کے حق میں ہوا۔ اس سورت کی ابتدا قرآن کی عظمت کے بیان سے کی گئی ہے۔ اس کے بعد قادر مطلق کی قدرت و عظمت اور منعم حقیقی کی نافرمانی پر تنبیہ و وعید ہے۔ (مواہب الرحمن: ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۵ روح المعانی ۱۳۸/۲۵)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: قدرت کاملہ کی نشانیاں اور کفار کی بے بسی کا بیان ہے۔
 رکوع ۲: اللہ کی نعمتوں اور بنی اسرائیل میں فرقہ بندی کا احوال مذکور ہے۔
 رکوع ۳: مومن و کافر کے مراتب اور باطل عقائد کا بیان ہے۔
 رکوع ۴: آخرت کے احوال اور منکرین کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

حروف مقطعات

۱ حم

ان کے معنی و مراد اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔

قدرتِ کاملہ کی نشانیاں

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَاٰيٰتُ
مِّنْ دَاۡلِجَةٍ اَيْتٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ
نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ فَاٰیٰ حٰدِثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهِ
يُؤْمِنُوْنَ ۝

یہ کتاب غالب (اور) حکمت والے اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔
بے شک آسمانوں اور زمین میں مومنوں کے لیے (اس کی قدرت کی) بہت
سی نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہاری پیدائش اور جانوروں کے پھیلانے میں ان
لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں اور رات اور دن کے
بدلنے میں اور اس رزق (پانی) میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا اور رات و
دن کے بدلنے میں پھر اس (پانی) کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر دیا اور
ہواؤں کے بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں جو سمجھ
سے کام لیتے ہیں۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک سنارہے
ہیں۔ پھر یہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کن باتوں پر ایمان لائیں گے۔

تشریح: یہ کتاب یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو غالب و قوی ہے اور
جس نے کمال حکمت کے ساتھ کتاب کو اتارا۔ مخلوق کو چاہئے کہ وہ اس عزیز و حکیم کی قدرت کی نشانیوں
میں غور و فکر کریں، اس کی نعمتوں کو پہچانیں اور ان کا شکر بجالائیں۔ وہ اتنی عظیم قدرتوں والا ہے کہ اس
نے آسمان و زمین اور تمام مخلوق کو پیدا کیا، فرشتے، جن، انسان، چوپائے۔ پرند، درند، کیڑے، پتنگے
وغیرہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور سمندر کی بے شمار مخلوق کا خالق بھی وہی ہے۔ وہی دن کو
رات کے بعد اور رات کو دن کے بعد لاتا ہے۔ رات کا اندھیرا اور دن کا اجالا سب اسی کے اختیار میں

ہیں۔ وہی ضرورت کے وقت بادلوں سے ایک مقدار میں پانی برساتا ہے جس سے نجر اور مردہ زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی کھانے کی چیزیں اگاتی ہے وہی مختلف سمتوں اور مختلف حالات میں ہواؤں کو بدل بدل کر چلاتا ہے۔ کبھی مشرق سے، کبھی مغرب سے، کبھی شمال سے، کبھی جنوب سے، کبھی دن میں اور کبھی رات میں چلاتا ہے۔ بعض ہوائیں بارش کے لیے بادلوں کو جمع کر کے لاتی ہیں اور بعض برستے ہوئے بادلوں کو اڑا کر تحلیل کر دیتی ہیں۔ یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ ہم آپ کو یہ آیتیں ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں۔ منکرین و مشرکین ان دلائل و حقائق کو سننے اور دیکھنے کے باوجود نہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور نہ عمل کرتے ہیں آخر یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے اور کس دلیل کو مانیں گے۔ (ابن کثیر ۱/۱۴۸، ۱۴۹)

کفار کی بے بسی

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِيرُهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَ هَاهُنَا أَوْلِيَاكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ مِنْ دَرَائِمِهِمْ جَهَنَّمَ ۚ وَلَا يَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ هَذَا هُدًى ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٌ ۝

بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو جھوٹا اور گنا گار ہو جو اللہ کی آیتوں کو سنتا ہو جو اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں۔ پھر وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) اڑا رہتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں تو آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پالیتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے، ان کے آگے دوزخ ہے۔ جو کچھ انہوں نے (دنیا میں) کمایا ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ (کام آئیں گے) جن کو انہوں نے اللہ کے سوا

کارساز بنا رکھا تھا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ (قرآن تو سراسر) ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں کے منکر ہیں ان کے لیے سخت دردناک عذاب ہے۔

افّاٰک : بہت جھوٹا، بہتان تراش۔ افک سے مبالغہ۔

رجز : سخت، عذاب، آفت۔

تشریح : ہلاکت و بربادی ہے ہر جھوٹے افتر پر داز گناہ گار کے لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں مگر پھر بھی اپنے کفر و نافرمانی پر غرور و تکبر کے ساتھ اس طرح جمار ہتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایسے لوگوں کو یہ خبر سنا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔ اگر کسی وقت وہ ہماری نشانیوں میں سے کوئی نشانی جان لیتا ہے یعنی اس کو قرآن کا کچھ حصہ پہنچ جاتا ہے تو فوراً اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ جس طرح آج یہ لوگ میرے کلام کی اہانت کرتے ہیں کل قیامت کے روز میں بھی ان کو بڑی دردناک اور ذلت و رسوائی کی سزا دوں گا۔ ان کے پیچھے جہنم ہے یعنی ان کے اور جہنم کے درمیان دنیا کی زندگی حائل ہے۔ جوں ہی یہ دنیا سے کوچ کریں گے جہنم کا عذاب ان کو گھیر کر ان پر مسلط ہو جائے گا اور اس وقت دنیا میں کئے ہوئے کاموں میں سے کوئی کام ذرہ برابر بھی ان کے کام نہ آئے گا اور نہ وہ معبود کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا تھا۔ ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔ یہ قرآن تو سراسر ہدایت ہے، اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے سخت دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

۱۲-۱۵: اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلُکَ فِیْہِ بِأَمْرِہٖ وَ
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝۱۲ وَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہٗ ۚ اِنْ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ
لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۳ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ
لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لَیْجْزِیْ قَوْمًا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝۱۴ مِّنْ
عَمَلٍ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖۤ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلِیْہَا ثُمَّ اِلٰیٰ رَبِّکُمْ
تُرْجَعُوْنَ ۝۱۵

اللہ ہی نے تمہارے لیے سمندروں کو مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل (روزی) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اس نے تمہارے لیے مسخر کر دیا۔ یقیناً غور کرنے والوں کے لیے ان میں (بھی) بہت سی نشانیاں ہیں۔ آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دلوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ ایک قوم کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے۔ جس نے نیک کام کئے تو اس نے اپنے ہی (فائدے کے) لیے (کیے) اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تشریح: وہ اللہ ہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے تابع کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چلیں۔ ان کے ذریعے انسان سمندروں میں سفر کرتا ہے، سیر و سیاحت اور تجارت کرتا ہے اور اس کی تہوں سے موتی اور جواہرات بھی نکالتا ہے۔ یہ بے شمار منافع اور فوائد اس خالق کائنات کی قدرت اور اس منعم حقیقی کے عظیم دلائل و شواہد ہیں۔ یہ سب انعامات و احسانات اس کے مقتضی ہیں کہ انسان اپنے خالق و مالک کا شکر بجالائے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے جیسے سورج، چاند، ستارے وغیرہ اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں جیسے حیوانات، معدنیات، نباتات، پہاڑ، چشمے اور نہریں وغیرہ ان سب کو اس ذات واحد نے تمہارے فائدے کے لیے تمہارے تابع کر رکھا ہے یعنی اس نے ان جملہ مخلوقات میں تصرف کرنے اور ان سے نفع اٹھانے کی تم میں صلاحیت پیدا کی ورنہ ایک معمولی جانور بھی انسان سے کہیں زیادہ طاقت رکھتا ہے اس لیے انسان کے لیے اس پر قابو رکھنا ممکن نہ ہوتا۔ یہ سب اس کا فضل و احسان اور انعام و اکرام ہے اور اسی کی طرف سے ہے جیسے۔ ارشاد ہے:

وَمَا يَكُم مِّنْ نَّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ
فَالَيْهِ تَجَرُّونَ ۝

تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں وہ سب اللہ کی دی ہوئی ہیں اور تم سختی اور مصیبت کے وقت اسی کی طرف گڑ گڑاتے ہو۔ (النحل: ۵۳)

جو لوگ عجائبات قدرت خداوندی میں غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے یقیناً ان سب چیزوں

میں بڑی نشانیاں اور دلائل ہیں۔ آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ صبر و تحمل کی عادت ڈالیں۔ منکرین کی کڑوی کیلی سن لیا کریں اور ان کی ایذاؤں کو برداشت کر لیا کریں تاکہ اللہ مسلمانوں کو صبر کرنے کی جزا عطا فرمائے یا کافروں کو پوری سزا دے، جو شخص کوئی نیک کام کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے کرتا ہے، اس کا ثواب اسی کو ملے گا اور جو شخص برائی کرتا ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑے گا۔ پھر تم سب کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا تاکہ وہ تمہیں اعمال کے مطابق ثواب یا عذاب دے۔

بنی اسرائیل میں فرقہ بندی

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَآءَ يِلَّ الْكِتَآبِ وَالْحَكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ
مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۱۶ وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِّنَ
الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۝۱۷
إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝۱۸
ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعَهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝۱۹ إِنَّهُمْ لَن يَغْنَوْا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۝۲۰
إِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۝۲۱
هَذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝۲۲

یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت دی تھی اور ان کو پاکیزہ رزق عطا کیا اور (ان کے زمانے میں) ان کو تمام اہل جہان پر فضیلت دی تھی، ہم نے ان کو دین کے واضح احکام دیئے سوائے انہوں نے علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد سے باہم اختلاف کیا۔ بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان امور کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقے پر (قائم) کر دیا سو آپ اسی طریقے پر چلتے رہیے اور ان نادانوں کی خواہشات پر نہ چلیے۔ یقیناً یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے، بے شک کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں اور پرہیزگاروں کا دوست اللہ ہے (جو ہر چیز پر قادر ہے) یہ (قرآن

لوگوں کے لیے نصیحت کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اور یقین کرنے والوں کے لیے بڑی رحمت (کا سبب) ہے۔

أَهْوَاءُ : خواہشیں، خیالات۔ واحد هوى۔

بصائر : واضح نصیحتیں، روشن دلیلیں۔ واحد بصيرة۔

تشریح: ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، سلطنت اور نبوت عطا کی تھی۔ ان روحانی انعامات و اعزازات کے ساتھ ہم نے ان کو پاکیزہ رزق اور بہترین غذائیں دیں اور ان کو اس زمانے کے لوگوں پر فضیلت عطا کی۔ ان سب کے علاوہ ہم نے انہیں کھلی نشانیاں اور نہایت واضح اور مفصل دلائل و احکام دین دیئے جس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ متحد ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اتباع کرتے اور آپس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کرتے مگر افسوس انہوں نے علم و ہدایت آجانے کے باوجود آپس کی ضد، عناد، حسد اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے باہم اختلاف کیا اور اصل کتاب کو چھوڑ کر مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ قیامت کے دن آپ کا رب یقیناً اس بارے میں فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو پیغمبر بنا کر دین کے صحیح راستے پر قائم کر دیا سو آپ اسی طریقے پر چلتے رہیے اور ان نادانوں کی خواہشات پر کبھی نہ چلیے جو آپ کو راہ حق سے ہٹا کر اپنے طریقے پر چلانا چاہتے ہیں۔ اگر بالفرض محال آپ ان کے طریقے پر چلے تو اللہ کے عذاب سے بچانے میں یہ آپ کے کسی کام نہ آئیں گے۔ یقیناً یہ ظالم و مجرم ایک دوسرے کے ہی دوست اور مددگار ہیں۔ پرہیزگاروں کا ولی اور مددگار تو خود اللہ تعالیٰ ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہ ان کوتاہ رویوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ قرآن تو بصیرت و عبرت کی باتوں پر مشتمل ہے اور لوگوں کو ہدایت و کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے۔ جو خوش نصیب اس کی ہدایتوں اور نصیحتوں پر یقین کر کے عمل کرتے ہیں ان کے حق میں خاص طور پر رحمت و برکت ہے۔ (عثمانی: ۵۳۳-۵۳۶/۲)

مومن و کافر کے مراتب

۲۱-۲۲: أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلَيُجْزَى

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۖ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ
 إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَغُلِقَ
 جَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً ۖ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۖ أَفَلَا
 تَذَكَّرُونَ ﴿١٢﴾

جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر
 کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے کہ ان سب کا مرنا
 اور جینا یکساں ہو جائے برے دعوے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ اللہ نے
 آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا
 بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس
 نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے بھی اس کو علم کے
 باوجود گمراہی میں ڈال دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی
 آنکھ پر پردہ ڈال دیا سو ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون راہ راست پر لاسکتا ہے۔
 کیا تم غور نہیں کرتے۔

اجتہد خوا : انہوں نے گناہ اختیار کیا۔ اجتہاد : اختیار سے ماضی۔

سواء : برابر، پورا، ٹھیک۔ اسم مصدر۔

تشریح : کیا یہ مشرکین و منکرین جو گمراہیوں اور بدکاریوں میں مبتلا ہیں یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ
 مرنے کے بعد ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے
 اور ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ نہ اس زندگی میں دونوں برابر ہو سکتے
 ہیں اور نہ مرنے کے بعد آخرت میں جو حیاتِ طیبہ مومن صالح کو نصیب ہوگی وہ ایک بدکار کو کہاں میسر۔
 الغرض کافروں کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکیوں اور بدوں کا مرنا اور جینا برابر کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ حکمت کے ساتھ پیدا کیا تاکہ اس کی ہستی،
 اس کی قدرت اور کامل صفات پر ان کی تخلیق سے استدلال کیا جاسکے، نیک و بد میں امتیاز ہو جائے، ہر
 شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے اور کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی نہ کسی کو گناہ سے زیادہ
 عذاب دیا جائے گا اور نہ کسی کے ثواب میں کمی کی جائے گی۔ پھر فرمایا کہ جس شخص نے اپنی خواہشات کو

اپنا معبود بنائے رکھا اور جس طرف اس کی خواہش لیجانا چاہتی ہے وہ اسی طرف چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دیتا ہے اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے اس لیے اب نہ وہ نصیحت کی بات سن سکتا ہے اور نہ اللہ کی آیات پر غور کر سکتا ہے۔ اس محرومی اور بد نصیبی کے بعد کون ایسے شخص کو ہدایت دے سکتا ہے۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔
(مظہری: ۳۸۵، ۳۸۷، ۸، عثمانی: ۲/۵۴۶)

باطل عقائد

۲۶-۲۴ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ
وَإِذَا تَنَاسَلْتُمْ عَلَيْهُمْ أَيْتَانَا بَيِّنَتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اتَّبُوا بآبَاءَنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمْيِتْكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

وہ کہتے ہیں کہ ہماری تو بس یہی دنیا کی زندگی ہے (اسی دنیا میں) ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں اور ہمیں تو صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں۔ وہ محض انگل سے کام لیتے ہیں جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے پاس اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تمہیں موت دیتا ہے پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس (کے بارے) میں ذرا شبہ نہیں۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

شان نزول: ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ اہل جاہلیت (کافر) کہا کرتے تھے کہ رات اور دن کا چکر ہمیں ہلاک کرتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری: ۳۸۷، ۸)

تشریح: یہاں ان منکرین خدا کے باطل نظریے کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور قدرت کا انکار

کہتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز کو زمانے اور اس کے انقلابات کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ سب کچھ زمانہ ہی ہے، اس کی پشت پر نہ کسی خالق و قادر کی طاقت و ارادہ کا فرما ہے اور نہ زمانے کا کوئی خالق ہے۔ اسی لیے اس فرقے کو دہریہ کہا جاتا ہے۔ یہ فرقہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب زمانہ ہی کرتا ہے۔ نہ خدا ہے اور نہ خدا کا حکم اور نہ موت و حیات کا کوئی مالک۔ بس انسان دنیا میں یونہی آ جاتا ہے اور یونہی مر جاتا ہے۔ ان کی موت و حیات کسی کے حکم و ارادے کے تابع نہیں۔ یہ فرقہ حوادث و آفات اور عزت و ذلت اور نفع و نقصان وغیرہ کو بھی دہریہ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں۔ کسی زمانے میں ہم مر جاتے ہیں اور کسی زمانے میں زندہ ہو جاتے ہیں۔ موت و حیات کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے اور ہمیں صرف زمانے ہی کی گردش سے موت آتی ہے۔ سب انقلابات اور تبدیلیاں زمانہ ہی لاتا ہے۔ یہی مؤثر و کارساز ہے۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کو کچھ بھی خبر نہیں اور ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔ ان کا گمان تو محض اٹکل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ دہریہ کو برا نہ کہو کیونکہ حقیقت میں اللہ ہی دہریہ ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کو برا کہنا اس خیال پر مبنی ہے کہ دہریہ ہی تمام حوادث و مصائب لاتا ہے۔ حقیقت میں حوادث لانے والا اور تمام مصائب نازل کرنے والا اللہ ہے۔ پس دہریہ کو برا کہنا حقیقت میں اللہ کو برا کہنا ہوا۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

پھر فرمایا کہ جب ان لوگوں کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر واضح اور صاف طور پر دلالت کر رہی ہیں اور منکرین کے عقیدے کے خلاف کھلا ثبوت پیش کر رہی ہیں، تو اس کے جواب میں ان کی دلیل اور حجت صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پھر قیامت کے روز، جس کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں، وہ تمہیں جزا و سزا کے لیے جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ اس کی قدرت کو نہیں جانتے کہ جو پروردگار ایک مرتبہ زندہ کرنے پر قادر ہے اس کے لیے مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کچھ دشوار نہیں۔

(مظہری: ۳۸۸، ۳۸۹/۸، معارف القرآن: مولانا کاندھلوی ۳۹۸/۷)

آخرت کے احوال

۲۷-۲۹: رَبُّهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِئذٍ
يَحْسِرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿۲۷﴾ وَتَرَى كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ أُمَّةٍ
تَدْعَى إِلَى كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۸﴾ هَذَا
اَكْتِبْنَا يُنطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿۲۹﴾

آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی
اس دن اہل باطل ہی خسارے میں رہیں گے (اس روز) آپ ہر امت کو
گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے۔ ہر امت کو اس کے نامہ اعمال کی طرف
بلایا جائے گا۔ آج تمہیں اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہماری کتاب
(تمہارا اعمال نامہ) جو تمہارے بارے میں سچ بول رہی ہے۔ بیشک ہم
تمہارے اعمال لکھواتے جاتے تھے۔

جاثیۃ: زانو کے بل گری ہوئی، گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی۔ جثو سے اسم فاعل۔

نَسْتَنسِخُ: ہم لکھواتے ہیں۔ اِمْتَنَسَاخ سے مضارع۔

تشریح: آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے اس لیے وہ جس طرح چاہے آسمانوں
اور زمین میں اپنا حکم جاری و نافذ کرے۔ اس کا ہر ارادہ اور فیصلہ اٹل ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے
اردے اور حکم کو نہیں بدل سکتی۔ قیامت کے روز تمام جھوٹے اور باطل پرست خسارے میں ہوں گے۔
وہ دن ایسا ہولناک اور شدید ہوگا کہ ہر گروہ خوف کے مارے گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہوگا۔ یہ اس وقت
ہوگا جب جہنم سامنے لائی جائے گی اور وہ ایک جھرجھری لے گی جس سے ہر شخص کانپ اٹھے گا اور اپنے
گھٹنوں پر گر جائے گا۔ اس وقت ہر ایک کی زبان سے نفسی نفسی نکلے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا میں تمہیں جہنم کے پاس زانو پر جھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

پھر لوگوں کو ان کے اعمال ناموں کی طرف بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں
تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہمارا جسٹ جو تمہارے بارے میں ٹھیک ٹھیک بول

رہا ہے۔ اس میں ذرہ بھر بھی کمی بیشی نہیں کیونکہ ہم فرشتوں کے ذریعے تمہارے تمام اعمال لکھواتے جاتے تھے۔ بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اعمال نامے عرش کے نیچے جمع ہوں گے۔ جب (حساب کے لیے) لوگوں کو میدان میں کھڑا کیا جائے گا تو ایک ہوا آئے گی جو اعمال ناموں کو اڑا کر لوگوں کے دائیں اور بائیں ہاتھوں میں پہنچا دے گی۔ اعمال ناموں میں سب سے پہلی تحریر یہ ہوگی:

اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ يَنفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿۱۰﴾ (الاسراء: ۱۰)

اپنی کتاب (نامہ اعمال) پڑھ۔ آج اپنا حساب لینے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔

(ابن کثیر: ۱۵۱، ۱۵۲/۴، مظہری: ۳۸۹، ۳۹۰/۸)

منکرین قیامت کا حال

۳۰-۳۲: فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ

ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۳۰﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ

أَيَّتِي تَتْلَىٰ عَلَيْهِمْ فَاستَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا

قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مِمَّا

نَدَرْنَا مِمَّا السَّاعَةُ إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُستَيْقِنِينَ ﴿۳۲﴾

سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ان کا رب انہیں اپنی

رحمت میں داخل کرے گا۔ یہی صریح کامیابی ہے جن لوگوں نے کفر کیا (ان

سے پوچھا جائے گا) کیا تمہیں میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، پھر

بھی تم تکبر کرتے رہے اور تم تو تھے ہی نافرمان۔ جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا

وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم

نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے۔ ہم تو اسے محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور ہمیں

(اس پر) یقین نہیں۔

تشریح: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل

کرے گا یہی صریح کامیابی ہے۔ جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے پوچھا جائے گا) کیا تمہیں میری

آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، پھر بھی تم تکبر کرتے رہے اور تم تو تھے ہی نافرمان۔ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے۔ ہم تو اسے محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور ہمیں (اس پر) یقین نہیں۔

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک نیتی کے ساتھ اچھے کام کئے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور مہربانی سے ان کو جنت عطا فرمائے گا جہاں ہر قسم کی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہوں گی۔ یہی کھلی اور واضح کامیابی ہے۔ آیت میں رحمت سے مراد جنت ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں عطا فرماؤں گا۔

جن لوگوں نے کفر کیا وہ بلاشبہ ناکام و ذلیل ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ کیا تمہیں میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں مگر تم نے ان کو قبول کرنے سے غرور سرکشی کی اور تمہاری تو عادت ہی کفر و جرم کرنے کی تھی۔ جب مومن تم سے کہتے تھے کہ اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں، وہ ضرور آئے گی تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے۔ قیامت کے جو عجیب و غریب احوال تم بیان کر رہے ہو ہم ان پر بالکل یقین نہیں رکھتے۔ ان سنی سنائی باتوں سے تو بس ہمیں وہم سا ہوتا ہے لیکن ہمیں ہرگز یقین نہیں کہ قیامت آئے گی۔

دائمی عذاب

۳۲-۳۷: وَبَدَّ اللَّهُ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۲﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسِفُكُمْ كَمَا نَسِفْنَا لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَا لَكُمْ الْتَارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿۳۳﴾ ذِكْرُكُمْ بِأَنكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يَخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۳۴﴾ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۵﴾ وَلَهُ الْكِبَرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳۶﴾

اور ان (منکرین) پر ان کے اعمال کی برائی ظاہر ہو جائے گی اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ انہیں آگھرے گی اور (ان سے) کہا جائے گا

کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا سو آج نہ تو یہ اس (دوزخ) سے نکالے جائیں گے اور نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمان اور زمین اور تمام عالم کا رب ہے۔ آسمانوں اور زمین میں تمام بڑائی اسی کے لیے ہے اور وہی غالب (اور) حکمت والا ہے۔

حَقَّ : اس نے گھیر لیا، وہ نازل ہوا۔ حَقِیق سے ماضی۔

يَسْتَعْجِلُونَ : ان کی توبہ قبول کی جائے گی، ان کا عذر قبول کیا جائے گا۔ اِسْتَعْجَلْتُ سے مضارع مجہول۔
تشریح : قیامت کے روز منکرین کی تمام بد اعمالیاں جو انہوں نے دنیا میں کی تھیں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کا وہ دنیا میں تمسخر اڑاتے تھے وہ ان پر مسلط ہو جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے دنیا میں اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا آج ہم بھی تمہیں بھلائے دیتے ہیں۔ اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے۔ تمہاری یہ سزائیں اور ذلت و رسوائی اس وجہ سے ہے کہ دنیا میں تم نے اللہ کی آیتوں کا خوب تمسخر اڑایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور تمہیں کبھی خیال بھی نہ آیا کہ ایک دن تمہیں اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے سو اب تم دوزخ سے کبھی نہ نکالے جاؤ گے اور نہ تم سے کوئی معذرت اور توبہ قبول کی جائے گی اور نہ اس کا امکان ہے کہ وہ کسی طرح اللہ کو راضی کر لیں۔

پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین اور سارے جہان کا پروردگار ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی سلطنت اور بڑائی ہے۔ وہ بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ وہ ایسا زبردست ہے کہ اس پر کوئی غالب نہ آسکے اور اس کا کوئی کام یا فیصلہ حکمت سے خالی نہیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الاحقاف

وجہ تسمیہ: احقاف یمن میں ایک وادی ہے جہاں قوم عاد کی بستیاں تھیں۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام الاحقاف ہے۔

تعارف: اس میں ۴ رکوع ۳۵ آیات، ۷۵۰ کلمات اور ۲۷۰۹ حروف ہیں۔ حضرت ابن عباس اور ابن الزبیر سے روایت ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے آیت ۱۰ اقل اریتم ان کان من عند اللہ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مدینے میں نازل ہوئی۔ شیخ جلال الدین محلی نے چند آیات مستثنیٰ کی ہیں۔ اقل اریتم ان کان

(آیت ۱۰) ۲۔ ووصینا الانسان اساطیر الاولین O (آیت ۱۵ تا ۱۷)

۳۔ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل (آیت ۳۵)

ان آیات کے مستثنیٰ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہجرت کے بعد مدینے میں نازل ہوئیں۔ اس سورت کے زیادہ تر مضامین قرآن کی حقانیت، دلائل قدرت اور اثبات شر و نشر پر مشتمل ہیں۔ (مواہب الرحمن: ۱/۲۶، روح المعانی ۳/۲۶)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: کائنات کی تخلیق کا مقصد اور منکرین کی تکذیب و انتر کا بیان ہے۔
- رکوع ۲: کفار کی ذہنیت، والدین کے حقوق اور نافرمان اولاد کا حال مذکور ہے۔
- رکوع ۳: قوم عاد کا حال اور پھر ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔
- رکوع ۴: جنات کا قرآن سننا اور کفار کے احوال مذکور ہیں۔

حروف مقطعات

حَمِّ

۱

ان کے معنی و مراد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

کائنات کی تخلیق کا مقصد

۶-۲

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَعًّى وَالَّذِينَ كَفَرُوا
عَمَّا أُنذِرُوا مُّعْرِضُونَ ۚ قَدْ آتَيْنَهُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ
إِيتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَرَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ۝ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا
يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفِلُونَ
وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

یہ کتاب غالب (اور) حکمت والے اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔
ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو
بہترین تدبیر کے ساتھ اور ایک معین مدت کے لیے پیدا کیا ہے اور کافروں کو
جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم
ڈرا یہ تو بتاؤ کہ اللہ کو چھوڑ کر تم جن کو پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے
زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا وہ آسمانوں (کے بنانے میں) شریک ہیں۔
اگر تم سچے ہو تو میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی علم جو منقول چلا
آ رہا ہو، لاؤ۔ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے
(معبودوں) کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا کو قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کو
ان کے پکارنے کی خبر تک نہ ہو اور (قیامت کے روز) جب لوگ جمع کئے

جائیں گے تو وہ (باطل معبود) ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت ہی کے منکر ہوں گے۔

تشریح: یہ کتاب (قرآن) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے جو غالب و قوی ہے۔ اس کی قوت و غلبے کی وجہ سے اس کے کسی حکم یا فرمان کو ٹالا نہیں جاسکتا اس نے کمال حکمت کے ساتھ اس کتاب کو نازل کیا ہے۔ آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو اس نے عبث اور باطل پیدا نہیں کیا بلکہ اس نے ان کو سراسر حق اور بہترین تدبیر سے ایک مقررہ وقت کے لیے پیدا کیا ہے جس میں نہ کچھ کمی ہو سکتی ہے اور نہ اضافہ۔ کافر اور بد باطن لوگ قیامت کے ان عذابوں سے بے رخی کرتے ہیں جن سے ان کو ڈرایا گیا۔ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے اپنا کس قدر نقصان کیا ہے۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کوئی زمین پیدا کی یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کتنا حصہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں، زمین اور تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے سوا کسی کو ایک ذرے کا بھی اختیار نہیں۔ پھر منکرین و مشرکین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کے دعوے میں چلے ہو تو میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا سابقہ انبیاء کی کوئی ایسی بات لاؤ جو منقول چلی آرہی ہو۔ اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتا۔ یہی نہیں بلکہ ان کو اپنے پکارے جانے کی بھی خبر نہیں کیونکہ وہ یا تو جمادات ہیں یا نباتات، یا جانور یا ستارے یا اللہ کے فرماں بردار بندے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتے۔ قیامت کے روز جب لوگوں کو میدانِ حشر میں جمع کیا جائے گا تو باطل معبودان پوجاریوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے باطل معبود نہ تو دنیا میں ان کے کام آسکتے ہیں اور نہ آخرت میں لہذا اللہ کو چھوڑ کر باطل معبودوں کی پوجا کرنے والوں سے زیادہ گمراہ اور کون ہو سکتا ہے۔

منکرین کی تکذیب اور افترا

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٌ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَ هُمْ هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۖ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ

فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ
كَفَى بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

جب ہماری واضح آیتیں ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ منکر اس سچی بات کو جو ان کے پاس پہنچ چکی ہے صریح جادو کہتے ہیں بلکہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہے تو تم میرے لیے اللہ کی طرف سے ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ وہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم اس (قرآن) کے بارے میں کہہ رہے ہو۔ میرے اور تمہارے درمیان اظہار حق (گواہی) کے لیے وہ کافی ہے۔ وہی بہت مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحم کرنے والا ہے۔

تَفِيضُونَ: تم شروع کرتے ہو، تم (باتوں میں) مشغول ہوتے ہو۔ افاضۃ سے مضارع۔

تشریح: ان منکرین کو اپنے انجام کی ذرا بھی فکر نہیں اور نہ یہ لوگ کسی نصیحت پر دھیان دیتے ہیں بلکہ جب ان کافروں کو اللہ تعالیٰ کی واضح آیات اور کھلے احکام سنائے جاتے ہیں تو یہ اس حق کو جو ان کے پاس آچکا ہے، صریح جادو کہتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس سے بھی زیادہ فتیج اور لغو دعویٰ کرتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی گھڑ لیا ہے اور پھر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اے مشرکین مکہ تم ذرا سوچو تو کسی کہ جو شخص ساری عمر بندوں پر جھوٹ نہ بولے وہ خواہ مخواہ اللہ پر جھوٹ بول کر اپنے آپ کو ایک ایسی عظیم مصیبت میں پھنسانے گا جس سے بچانے والا کوئی نہیں۔ اللہ پر جھوٹ لگانا انتہائی جرم ہے۔ اے رسول ﷺ آپ ان مشرکین کو کہہ دیجئے کہ اگر بالفرض میں جھوٹا اور مضتری ہوں اور اس قرآن کو میں نے اپنی طرف سے بنایا ہے اور میں اللہ کا سچا رسول نہیں ہوں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس جھوٹ اور بہتان پر مجھے سخت ترین عذاب دے گا اور تم تو کیا سارے جہان میں کوئی ایسا نہیں جو مجھے اس کے عذاب سے چھڑا سکے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝

اگر یہ ہم پر کوئی بات بنا لیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ گردن

کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی بھی اسے نہ بچا سکتا۔ (الحاقة: ۲۴، ۲۵)

تم اس قرآن کے بارے میں جو کچھ باتیں بنا رہے ہو اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے۔ میری اور تمہاری کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں، لہذا تم ان بے ہودہ خیالات کو چھوڑ کر اپنے انجام کی فکر کرو۔ وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرے گا اس لیے میں اپنے اور تمہارے درمیان اسی کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا کہ کون حق پر ہے اور کون افتر کر رہا ہے۔ وہ بہت ہی مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔ اگر تم اب بھی اس کی طرف رجوع کرو اور اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ تو وہ تمہیں بھی معاف کر دے گا اور تم پر رحم فرمائے گا۔ (عثمانی: ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳)

قرآن کی سچائی کی شہادت

۹۔ اِنْ كُنْتُمْ بِدَعَاِ الرَّسُولِ وَمَا اَدْرٰى مَا يَفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَيْتُكُمُ الْاَمَّا يُوْحٰى اِلٰىّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹ قُلْ اَدْعٰىتُكُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشٰهَدَ شٰهَدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاَمَنْ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۝۱۰ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۱

آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور نہ مجھے یہ معلوم کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور میں تو بس صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس کی گواہی بھی دے چکا ہو اور وہ ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے تکبر ہی کیا۔ بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

بدعاً: انوکھا، نیا۔ صفت مشبہ ہے۔ اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ تشریح: اے مشرکین مکہ تم میری باتوں سے سچ پا کیوں ہوتے ہو۔ میں کوئی انوکھی چیز لے کر تو نہیں آیا۔ جس طرح مجھ سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ کے رسول آتے رہے اسی طرح میں بھی اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ سابقہ انبیاء میری خبر دیتے چلے آئے ہیں۔ مجھ پر وحی کے ذریعے اس کا کلام

نازل ہوتا ہے۔ جس طرح سابقہ انبیاء نے لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی میں بھی تمہیں اسی کی توحید کی دعوت دیتا ہوں، شرک و بت پرستی سے روکتا ہوں۔ پھر تمہیں میری نبوت و رسالت کو ماننے اور ایمان لانے میں کیا تامل ہے۔ میرا کام تو صرف اللہ کا پیغام اور اس کے احکام پہنچانا ہے مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میرے کام کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ میری کامیابی اور ناکامی اللہ ہی کے علم میں ہے اور تمہاری نافرمانی اور سرکشی کا انجام بھی وہی جانتا ہے۔ ان سب باتوں سے بے پروا ہو کر میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ میں تمہیں زبردستی ایمان پر مجبور نہیں کرتا۔ میں تو تمہیں کفر و عصیان کے ہولناک نتائج سے صاف صاف آگاہ کرنے والا ہوں۔

آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ قرآن حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور تم پھر بھی اس کا انکار کر رہے ہو تو تمہارا کیا انجام ہوگا۔ تم اس کی تکذیب کر رہے ہو حالانکہ اس کی سچائی اور صحت کی شہادت وہ کتابیں بھی دے رہی ہیں جو اس سے پہلے سابقہ انبیاء پر نازل ہوتی رہیں۔ بنی اسرائیل کے جس شخص نے اس کی سچائی کی شہادت دی وہ حقیقت کو پہچان کر اس پر ایمان لایا لیکن تم اپنے تکبر اور ضد کی بناء پر اس کی اتباع سے جی ہی چراتے رہے۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جمہور مفسرین کے نزدیک شہد شاہد من بنی اسرائیل سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہوں نے ہزاروں برس پہلے گواہی دی کہ بنی اسرائیل کے اقارب اور بھائیوں (بنی اسماعیل) میں سے اسی کی مثل ایک رسول آنے والا ہے۔ (ابن کثیر: ۱۵۳، ۱۵۶، ۴، عثمانی: ۵۵۲، ۵۵۳/۲)

کفار کی ذہنیت

۱۱-۱۳: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهِ كَتَبُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۖ وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٦﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ
خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾

کافر مومنوں سے کہنے لگے کہ اگر یہ (قرآن یا دین) بہتر ہوتا تو یہ (مسلمان) اس کی طرف ہم پر سبقت نہ کرتے اور جب ان (کافروں) کو اس سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی پرانا بہتان ہے۔ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے (اور) عربی زبان میں ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دے۔ جن لوگوں نے کہا کہ، مارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے تو (قیامت کے روز) ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (یہ) بدلہ ہے ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔

تشریح: کافر مومنوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر دین اسلام بہتر اور خیر کا ذریعہ ہوتا تو اسلام قبول کرنے میں یہ نیچے درجے کے لوگ مثلاً بلال، عمار، صہیب اور خباب وغیرہ ہم پر سبقت نہ لے جاتے کیونکہ ہم لوگ اللہ کے مقبول ہیں، شرف و عزت اور عقل میں ان سے بہت زیادہ ہیں اور بہتر چیز کی طرف سبقت کرنا ہمارا ہی کام ہے اگر یہ دین بہتر ہوتا تو ہم جیسے عقل مند اور عزت و دولت والے لوگ ان غلاموں اور کنیزوں پر ضرور سبقت کرتے۔ جب ہم نے اس کو قبول نہیں کیا تو ظاہر ہے اس میں کوئی خیر نہیں۔ منکر اپنی خام خیال اور بے عقلی کی بناء پر ایسی مہمل باتیں کرتے ہیں۔ جب یہ لوگ دین حق کی ہدایت نہ پاسکے تو اپنی فحالت مٹانے کے لیے قرآن پر ہی نام رکھنے لگے کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے جس کو گزشتہ زمانے والوں نے از خود گھڑ لیا تھا۔ پھر اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا اور وہ بھی وہی بات کہنے لگے جو سابقہ انبیاء کہتے تھے۔ وہ بھی اللہ پر بہتان تھا اور یہ بھی اللہ پر بہتان ہے۔

اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت ان کے لیے امام یعنی سیدھی راہ پر چلانے والی اور رحمت الہی کا سامان تھی اور یہ قرآن جو نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے تمام سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ظالموں کو آخرت کے عذاب سے ڈراتا اور نیکوں کو جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔ بے شک جو لوگ دل کے اعتقاد اور ایمان و یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہتے ہیں اور پھر اس پر ثابت قدم رہتے ہیں تو مرنے کے بعد ان پر نہ کوئی عذاب جہنم کا خوف و اندیشہ

ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ اہل جنت ہیں اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔

والدین کے حقوق

۱۵-۱۶: وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ⑤ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَقَبَلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَ الصَّادِقُ الَّذِي كَانُوا يُوْعَدُونَ ⑥

ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت سے جنا۔ اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا (زمانہ) تیس مہینے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس برس کا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس انعام کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمایا اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد میں بھی، خیر رکھ۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کر لیں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر کر لیں گے۔ (یہ لوگ) اہل جنت میں سے ہوں گے۔ اس سچے وعدے کی بناء پر جو ان سے (دنیا میں) کیا جاتا تھا۔

کُرْهًا: ناپسند، ناگوار۔ اسم ہے۔

فصلہ: اُس کا دودھ چھڑانا، اس کا جدا ہونا۔ مصدر بھی ہے اسم بھی۔

اوز غبی: مجھے توفیق عطا فرما۔ اینزاغ سے امر۔

تتجاوز: ہم معاف کرتے ہیں، ہم درگزر کرتے ہیں۔ تتجاوزُ سے مضارع۔

تشریح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کا حق بیان

فرمایا ہے کیونکہ موجد حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن عالم اسباب میں والدین اولاد کے وجود کا ظاہری

سبب ہیں۔ یہاں بھی پہلے اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذکر تھا۔ اس آیت میں والدین کے حقوق کا ذکر ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، تعظیم و محبت کرنے اور

خدمت گزاری کا حکم دیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

اور آپ کا رب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (الاسراء: ۲۳)

آیت کے شروع میں حسن سلوک کا حکم ماں اور باپ دونوں کے لیے ہے۔ اس کے بعد ماں

کی مشقت کا ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ماں کی محنت و مشقت لازمی اور ضروری ہے مثلاً حمل کے

زمانے کی تکلیفیں اور وضع حمل کی تکلیف صرف ماں ہی کو برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اسی لیے ماں حسن

سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔ ایک حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ تو اپنی ماں سے حسن سلوک کر، پھر

اپنی ماں سے۔ پھر اپنے باپ سے پھر جو قریب تر رشتہ دار ہو پھر جو اس کے بعد ہو۔

پھر فرمایا کہ حمل اور وضع حمل کی مشقت کے بعد بھی ماں کو محنت و مشقت سے فراغت نہیں ملتی

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچے کی غذا بھی ماں کے سینے میں اتاری ہے۔ اور ماں دو سال تک بچے کو دودھ

پلاتی ہے اس آیت میں حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ بیان کی گئی ہے۔ اسی سے حضرت علی رضی

اللہ عنہ نے اس پر استدلال کیا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، کیونکہ قرآن نے رضاعت کی زیادہ

سے زیادہ مدت کامل دو سال متعین فرمائی ہے، جیسے ارشاد ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ (البقرہ: ۲۳۳)

اور یہاں حمل اور رضاعت دونوں کی مدت تیس ماہ قرار دی گئی ہے۔ لہذا رضاعت کے

دو سال یعنی ۲۴ ماہ نکال کر چھ ماہ باقی بچتے ہیں جس کو حمل کی کم سے کم مدت قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چھ ماہ سے کم مدت میں صحیح و سالم بچہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا کہ دودھ چھوٹنے کے بعد بچہ زندہ رہا یہاں تک کہ وہ بالغ اور قوی ہو گیا اور چالیس برس کی عمر کو پہنچ کر اس کی قوت و عقل اور فکری صلاحیتیں بھی مکمل ہو گئیں تو اس کو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب ہوئی اور وہ اللہ سے دعا کرنے لگا کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور تو مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی بھی اصلاح فرما دے۔ میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور بے شک میں آپ کے فرمان برداروں میں سے ہوں۔ اس آیت میں تمام صیغے ماضی کے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بیان کسی خاص واقعے اور خاص شخص کا ہے جو آیت کے نزول کے وقت ہو چکا ہے۔ تفسیر مظہری نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ یہ سب حالات حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایسے مومن مسلمان جن کے یہ حالات ہوں جو اوپر گزرے، ان کی نیکیاں قبول کر لی جاتی ہیں اور گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور ان کا شمار اہل جنت میں ہوگا۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو ان سے دنیا میں کیا جاتا تھا۔ (معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸۰۳، ۸۰۸، ۷، عثمانی ۵۵۳، ۵۵۵/۲)

نافرمان اولاد

۱۷-۱۸: وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا اتَّعَدَانِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَعْجِلَانِ اللَّهَ وَبِكَ آمِنٌ ۖ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝

جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں۔ کیا تم مجھے یہی کہتے رہو گے کہ میں (قبر سے زندہ کر کے) نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں (کوئی بھی زندہ نہیں کیا گیا) اور وہ دونوں

(ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) تجھ پر افسوس! تو ایمان لے آ۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر وہ (لڑکا) کہتا ہے کہ یہ تو محض اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے گزرے ہیں۔ بے شک وہ خسارے میں رہے۔

تَعْدِنِي : تم دونوں مجھ سے وعدہ کرتے ہو۔ وغڈ سے مضارع۔
خَلَّتْ : وہ گزر گئی۔ خَلُوْا سے ماضی۔

تشریح: ماں باپ کے حق میں نیک دعائیں کرنے والوں اور ان کی خدمت کرنے والوں کے بیان کے بعد ان آیتوں میں ان بد بختوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو اپنے ماں باپ کے نافرمان ہیں کہ جس شخص کو اس کے ماں باپ نے ایمان کی دعوت دی اور اس نے ان کے جواب میں نفرت و کراہت سے کہا کہ افسوس ہے تم پر۔ تم مجھے اس بات سے کیوں ڈراتے ہو کہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے مجھے قبر سے نکالا جائے گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آیا۔

اس بد بخت کے ماں باپ جذبہ محبت میں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کے بیٹے کو ایمان توفیق عطا فرمائے اور بیٹے سے کہتے ہیں کہ تو ہلاک ہو گیا۔ اللہ اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے پر ایمان لے آ۔ اسی میں عافیت ہے۔ اللہ نے دوبارہ زندہ کرنے کا جو وعدہ کیا ہے بلاشبہ وہ سچ ہے۔ وہ مغرور و نافرمان اپنی ضد پر قائم رہا اور کہنے لگا کہ اللہ نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا بلکہ یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کی نقل کی ہوئی کہانیاں ہیں جو ہم پرانے وقتوں سے سنتے چلے آ رہے ہیں۔

جس طرح ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کی بہت سی جماعتیں جہنم کی مستحق ہو چکی ہیں، یہ بد بخت یعنی ماں باپ کے نافرمان، بے ادب اور قیامت کے منکر بھی جہنم کی مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہر آدمی کے دل میں فطری طور پر ایمان و سعادت کا جو بیج ڈالا تھا وہ ان بد بختوں نے ضائع کر دیا۔ اس سے بڑھ کر خسارہ کیا ہوگا کہ کوئی شخص تجارت میں نفع حاصل کرنے کی بجائے اپنی غفلت و حماقت سے اصل مال کو ہی ضائع کر دے۔

کافروں کے نیک کاموں کا بدلہ

۱۹-۲۰ وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ فَعْمَا عَمِلُوا وَلِيُوفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝
وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طِبْعَتَكُمْ فِي
حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ
الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ
تَفْسُقُونَ ۝

ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے مطابق (الگ الگ) درجے ہیں اور تاکہ
(اللہ) ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا اور جس دن
کافر دوزخ کے سامنے پیش کئے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا) تم اپنی
لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان سے فائدہ
اٹھا چکے سو آج تمہیں اس بناء پر ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی کہ تم دنیا
میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔

تشریح: اعمال کے تفاوت سے اہل جنت کے مختلف درجے ہیں۔ اسی طرح اہل دوزخ کے بھی
علیحدہ علیحدہ درجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ درجہ بندی حکمت و مصلحت کے تحت کی ہے تاکہ ہر ایک کو اس
کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے دے اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔ نہ کسی کی نیکی کا ثواب کم کیا جائے گا
اور نہ کسی کے جرم کے عذاب میں زیادتی کی جائے گی، قیامت کے روز جب کافر جہنم کے سامنے لائے
جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنی لذت کی چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے مقرر کی تھیں اپنی
دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے ہو اور دنیا میں ان سے خوب نفع اٹھا چکے ہو۔ دنیوی زندگی کو تم نے غفلت
و نافرمانی میں گزار دیا۔ اس لیے آج تمہیں تمہاری نافرمانیوں اور اس غرور و تکبر کی وجہ سے جو تم دنیا میں
ناحق کیا کرتے تھے، ذلت کی سزا دی جائے گی۔ (مظہری: ۴۰۶-۸/۳۱۱، عثمانی: ۵۵۵، ۵۵۶/۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم پر ایک ایک مہینہ گزر جاتا تھا کہ (ہمارے گھر
میں) آگ نہیں جلتی تھی۔ صرف پانی اور کھجور ہوتی تھی (جس پر بسر اوقات ہوتی تھی) ہاں اللہ جزائے
خیر دے انصار کی عورتوں کو، وہ کبھی ہدیے کے طور پر ہمیں دودھ بھیج دیا کرتی تھیں۔

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا کہ مسلسل راتیں ایسی گزر جاتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے رہتے تھے۔ گھر والوں کو بھی شام کا کھانا نہیں ملتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی روٹی اکثر جو کی ہوتی تھی۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی کی روایت سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تھوڑے سے رزق پر اللہ سے راضی ہوگا تو اللہ (اس کے) تھوڑے عمل سے راضی ہوگا۔ (منظہری: ۸/۴۰۹)

حضرت ہود کی دعوتِ توحید

۲۱-۲۲: **وَإِذْ كُنَّا خَاِعَادٍ إِذْ أَنْذَرْنَاهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَّتِ النُّذُورُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالُوا أَجِئْتَنَا إِنَّا فُكْنَا عَنْ إِلَهِنَا فَأَتَيْنَا بِمَا تَعَدُّنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝**

آپ قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجئے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو ڈرایا جو احقاف میں رہتی تھی اور یقیناً اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں، کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ وہ (عاد کے لوگ) کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں اپنے معبودوں کی پرستش سے روک دیں۔ سواگر آپ سچے ہیں تو جس (عذاب) کا وعدہ کر رہے ہو اسے لے آؤ۔

احقاف : ریت کے بلند مستطیل خم دار ٹیلے، پہاڑ، غار، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کے ملک کا نام جو یمن میں ہے۔ واحد **حقف**۔

نأفکنا : تو ہم کو ہٹا دے گا، تو ہم کو پھیر دے گا۔ **افک** سے مضارع۔

تشریح : اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا کہ جس طرح آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے اسی طرح سابقہ اقوام نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی۔ آپ قوم عاد کے بھائی

حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ یاد کیجئے جن کو قوم عاد کی طرف بھیجا گیا تھا جو احقاف میں رہتی تھی۔ جس طرح حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء جیسے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے انبیاء حضرت صالح، حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہم السلام وغیرہ نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی تاکید کی اور ان کو عذاب سے ڈرایا اسی طرح حضرت ہود نے بھی اپنی قوم عاد کو ڈرایا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور کفر و معصیت کے انجام سے ڈرو۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں تم پر بھی ایک بڑے پینٹناک دن کا عذاب نہ آجائے۔ اس عذاب کو کوئی ٹالنے والا نہ ہوگا۔ اور نہ اس دن کسی کی دوستی یا سفارش کسی کے کام آئے گی۔

قوم کے لوگ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ تم ہمیں ہمارے معبودوں سے کسی اور معبود کی طرف پھیر دو۔ اگر یہی غرض ہے اور تم اپنے وعدے میں سچے ہو تو پھر اس عذاب کو لے آؤ جس سے ہمیں ڈر رہے ہو۔ ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقے پر قائم رہیں گے اور اپنے معبودوں کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

دردناک عذاب کی آندھی

۲۴-۲۵ قَالَ إِنَّمَا أَعْلِمُ عِنْدَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي أَرِكُمْ قُوَّةًا تَبْهَلُونَ ۖ فَلَمَّا دَاوَاهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ ۖ قَالَ هَذَا عَارِضٌ مُّطَرٌ نَّابِلٌ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ تَدْمُرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَكِنُهُمْ ۚ كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝

(حضرت ہود نے) کہا کہ (اس کا) علم تو اللہ ہی کو ہے (کہ وہ عذاب کب آئے گا) میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نری جہالت کی باتیں کر رہے ہو۔ پھر جب انہوں نے اس (عذاب کے) بادل کو اپنی وادیوں کے سامنے آتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔ (وہ) ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ یہ اپنے رب

کے حکم سے ہر چیز کو اکھاڑ پھینکے گی۔ پھر وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانات

کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

عَارِضًا : پھیل جانے والا ابر، بار۔ عَرَضٌ وَغُرُوضٌ سے اسم فاعل۔

اَوْدِيْنَهُمْ : ان کی وادیاں، ان کے نالے۔ وَاٰدِيٌّ : واحد وادی۔

مُمْطِرُنَا : بارش کرنے والا، مینہ برسانے والا۔ اِمْطَارٌ سے اسم فاعل۔

تَذْمِرُ : وہ ہلاک کرتی ہے، وہ تباہ کرتی ہے، وہ اکھاڑتی ہے۔ تَذْمِيرٌ سے مضارع۔

تشریح: حضرت ہونے جواب دیا کہ اس بات کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ عذاب کب آئے گا۔

میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ میں اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دوں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بالکل بے

عقل اور نرمے جاہل ہو۔ پھر جب انہوں نے سامنے سے بادل اٹھتے دیکھا جو ان کی وادیوں کی طرف

آ رہا تھا تو کہنے لگے کہ یہ تو ہماری ہی طرف آرہا ہے۔ تو اب خوب بارش ہوگی اور سب ندی نالے بھر

جائیں گے۔ اس وقت خشک سالی اور سخت گرمی کے سبب پانی کی بہت ضرورت تھی اس لیے وہ بادل کو

دیکھ کر خوشیاں منانے لگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابر نہیں بلکہ وہی عذاب ہے جس کے جلد آنے کا تم

حضرت ہونے مطالبہ کر رہے تھے۔ یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ یہ آندھی جس

طرف سے گزرے گی وہاں اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو اکھاڑ پھینکے گی۔ یہ غضب ناک آندھی

مسلل سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی جس کے سامنے، درختوں، آدمیوں اور جانوروں کی حقیقت

نہوں سے زیادہ نہ تھی۔ اس نے ہر چیز کو اکھاڑ پھینکا اور ہر طرف تباہی مارتا ہی تھی۔ پھر وہ منکرین

ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانات کے کھنڈروں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہم ان مجرموں کو جو ہمارے

رسولوں کی تکذیب اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ ان

واقعات کو سن کر قریش مکہ کو ہوش میں آ جانا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا بھی یہ حال ہو جائے۔

(عثمانی، ۵۵۷، ۵۵۸/۲)

قوم عاد کا انجام

۲۶-۲۸ : وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيمَا اَنْ مَّكَّنْكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ

اَبْصَارًا وَّاَفِدَةً فَمَا اَغْنٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا اَبْصَارُهُمْ وَلَا

أَفِدَّتْهُمْ مِّنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَسْجُدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِمْ
مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۖ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوَّلَكُمْ مِّنَ الْقُرَىٰ
وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِينَ
اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۚ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۖ وَ
ذَلِكَ أَفْكَهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْقَرُونَ ۝

ہم نے انہیں (قوم عاد کو) ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں نہیں
دی اور ہم نے ان کو کان، آنکھیں اور دل بھی دے رکھے تھے لیکن چونکہ وہ
اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے رہے اس لیے ان کے کان، ان کی آنکھیں اور
ان کے دل ان کے کچھ کام نہ آئے۔ اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے
تھے اسی نے ان کو آگھیرا۔ یقیناً ہم تمہارے آس پاس کی بستیاں بھی ہلاک
کر چکے ہیں اور ہم نے (اپنی قدرت کی کتنی ہی) نشانیاں بیان کیں تاکہ وہ
لوگ باز آجائیں۔ پس ان لوگوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ
کے سوا جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا ان معبودوں نے ان لوگوں کی مدد کیوں نہ کی
بلکہ وہ تو ان سے غائب ہو گئے اور یہ تو ان کا محض جھوٹ اور بہتان تھا۔

أَفِدَّتْهُمْ : ان کے دل، ان کے قلوب۔ واحد فؤاد۔

يَسْجُدُونَ : وہ انکار کرتے ہیں۔ جَحَدٌ سے مضارع۔

صَرَّفْنَا : ہم نے طرح طرح سے بیان کیا، ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ تَصَرَّفٌ سے ماضی۔

أَفْكَهُمْ : اُن کا جھوٹ، اُن کا بہتان۔

تشریح : اے مشرکین مکہ جو قدرت و طاقت، دنیوی مال و اسباب اور اولاد وغیرہ ہم نے قوم عاد کو
عطا کئے تھے وہ تمہیں نہیں دیئے۔ ان کے بھی کان، آنکھیں اور دل تھے تاکہ وہ ان سے ان کے بنانے
والے کی قدرت پر استدلال کریں اور ان نعمتوں کی قدر جان کر ہمیشہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں لیکن
جب انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ہمارے عذاب کا تمسخر اڑایا تو ان کو اس عذاب نے آگھیرا
جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے اور ان کے اعضاء، کان، آنکھ، دل، مال و اسباب اور اولاد وغیرہ ان
کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اسی طرح تمہاری قوت و شوکت اور مال و اولاد بھی اللہ کے عذاب کے سامنے

بے حقیقت ہو جائے گی۔ پھر تم کس چیز پر مغرور ہو۔

اے اہل مکہ! تم اپنے آس پاس ہی نظر ڈال لو اور دیکھو کہ کس قدر قومیں اور ان کی بستیاں نیست و نابود کر دی گئیں اور ان کو ان کے کرتوتوں کی کیسی سزا دی گئی۔ مثلاً قوم ثمود اور قوم لوط کی بستیاں بھی اسی طرح تباہ کر دی گئیں جس طرح قوم عاد کی بستی تباہ کی گئی۔ اہل مکہ اپنے تجارتی سفروں میں ان بستیوں کے قریب سے گزرتے ہیں مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ہم نے ان لوگوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں بار بار دکھائیں تاکہ وہ ہدایت کی طرف لوٹ آئیں مگر وہ اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے اس لیے ہلاک کر دیئے گئے۔ انہوں نے قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے سوا جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا عذاب کے وقت وہ ان کی مدد تو کیا کرتے بلکہ وہ تو سرے ہی سے غائب ہو گئے۔ اللہ کے سوا دوسروں کو معبود قرار دینا ان کا محض جھوٹ، حق سے روگردانی اور بالکل بہتان تھا۔

(مظہری: ۳۱۴، ۳۱۵، ۸، ابن کثیر: ۱۶۲/۴)

جنات کا قرآن سننا

۲۹-۳۲: وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْمَعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ۖ قَالُوا يَقَوْمُنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۖ يَقَوْمَنَا اجْبِئُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِر لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخْرِجَكُمْ مِّنْ عَذَابِ آلِيمٍ ۖ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ

ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں پھر جب وہ وہاں پہنچ گئے تو کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب وہ ختم ہو گیا تو وہ اپنی قوم کو آگاہ کرنے کے لیے واپس چلے گئے۔ وہ کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔ جو اپنے

سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، حق اور راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلائے والے کی (بات) مانو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلائے والے کی (بات) نہ مانے گا تو وہ زمین میں کہیں بھاگ کر (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

نفراً: جماعت، تین سے دس افراد پر مشتمل جماعت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جمع انفار۔ یجوزکم: وہ تم کو پناہ دے گا، وہ تم کو محفوظ رکھے گا۔ اجازۃ سے مضارع۔

شان نزول: ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطنِ نخلہ میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ اس وقت کچھ جن اور پر جا رہے تھے قرآن سن کر نیچے اتر آئے اور جب قرآن سنا تو کہنے لگے کہ خاموش ہو توجہ سے سنو۔ یہ جن نو تھے جن میں سے ایک (کا نام) رذبع تھا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تشریح: ہم نے جنات کی ایک جماعت کو قرآن سننے کے لیے آپ کی طرف متوجہ کیا۔ جب وہ قرآن سننے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ۔ قرآن کا حق یہی ہے کہ جب اس کی تلاوت کی جائے تو سب سننے والے خاموشی اور توجہ کے ساتھ سنیں۔ پھر جب قرآن کی تلاوت ختم ہو گئی تو جنات کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے اور عذاب الہی سے ڈرانے کے لیے واپس چلی گئی۔

جنوں کی اس جماعت نے اپنی قوم کے پاس جا کر ان کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے اور اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں تو ریت و انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتی ہے اور صحیح عقائد اور راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم کے لوگو تم اللہ کی طرف بلائے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو اور ان پر ایمان لے آؤ۔ اس کے نتیجے میں اللہ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے والے کی بات نہیں مانے گا تو وہ اللہ کو زمین میں مغلوب نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ اس کو عذاب دینا چاہے تو وہ اللہ کی دسترس سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اور نہ اللہ کے سوا اس کا کوئی

حامی و مددگار ہوگا جو اس کو اللہ کے عذاب سے محفوظ رکھ سکے۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانیں گے وہ کھلی گمراہی میں ہوں گے کیونکہ ہدایت کا انحصار صرف اتباع رسول میں ہے۔

کفار کا اقرار

۳۳-۳۴: **أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَغَيِّ يَخْلُقْهُنَّ بِقَدْرِ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝**

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا اور وہ ان کی تخلیق میں ذرا نہیں تھکا (تو) وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ ہاں۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس دن کافر جہنم کے سامنے لائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ حق نہیں ہے۔ وہ کہیں گے ہاں قسم ہے ہمارے رب کی (یہ حق ہے) اللہ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو۔

یعنی : وہ عاجز ہوتا ہے، وہ تھکتا ہے۔ عی و عیاء سے مضارع۔

یُعْرَضُ : وہ سامنے لایا جائے گا، وہ پیش کیا جائے گا۔ عَرْض سے مضارع مجہول۔

تشریح : جو لوگ قیامت کے منکر ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو محال جانتے

ہیں کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی نے تمام آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور وہ ان کو پیدا کرنے سے تھکا نہیں بلکہ اس کے صرف ”ہو جا“ کہنے ہی سے یہ سب پیدا ہو گئے۔ کیا ایسی کامل قدرت و قوت والا مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :

لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

آسمانوں اور زمین کی پیدائش انسان کی پیدائش سے کہیں بڑی اور مشکل ہے

لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔ (المؤمن: ۵۷)

پھر فرمایا کہ یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے اس لیے مرنے کے بعد زندہ کرنے پر بھی وہ پوری طرح قادر ہے۔ قیامت کے روز کافروں کو دوزخ کے سامنے لا کر پوچھا جائے گا کہ کیا یہ دوزخ جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے امر واقعی نہیں ہے؟ کیا اب بھی تمہیں اس میں شک و شبہ ہے اور تم اب بھی اس کا انکار و تکذیب کرتے ہو؟ اس وقت اقرار کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا اور وہ کہیں گے کہ ہاں صحیح ہے۔ خدا کی قسم اب ہمیں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں۔ سوا ب تم اپنے کفر و انکار کا مزد چکھو۔

آپ کو صبر کی تلقین

۳۵ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعِزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَكَمُ كَانَتْ يَوْمَ يَرْوُونَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلُغُوا فَمَلَّ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۳۵﴾

آپ (بھی) صبر کیجئے جیسے اولو العزم رسولوں نے صبر کیا اور ان لوگوں کے لیے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کیجئے جس دن یہ لوگ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کے بارے میں ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو (ان کو ایسا محسوس ہوگا) گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی (دنیا میں) رہے۔ (آپ کے ذمے تو پیغام) پہنچا دینا ہے۔ سو وہی برباد ہوں گے جو نافرمان ہیں۔

تشریح: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں اور تکلیفوں پر آپ بھی صبر کیجئے جس طرح آپ سے پہلے عالی ہمت پیغمبروں نے کیا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: گویا وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے جن کو ان کی قوم نے مار مار کر لہو لہان کر دیا تھا لیکن وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے اے اللہ امیری قوم کو معاف کر دے۔ یہ لوگ نادان ہیں۔ (غالباً نبی سے مراد آپ کی اپنی ذات مبارک تھی)۔

پھر فرمایا کہ ان لوگوں پر جلد عذاب الہی نازل ہونے کی دعا نہ کیجئے۔ عذاب تو اپنے مقررہ وقت پر آکر رہے گا۔ جس روز یہ اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے اس دن ان کو

ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دن بھر میں سے صرف ایک گھڑی دنیا میں رہے یعنی عذاب کی ہولناکی کی وجہ سے دنیوی زندگی ان کو بہت ہی تھوڑی محسوس ہوگی۔ جیسے ارشاد ہے:

كَانَتْهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝

جس دن وہ قیامت کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی گزری تھی۔ (الزمر: ۳۶)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ

جس دن ہم انہیں جمع کریں گے تو یہ محسوس کرنے لگیں گے گویا دن کی ایک ساعت ہی دنیا میں رہے تھے۔ (یونس: ۴۵)

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت پوری طرح پہنچادی۔ اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو اس کے لیے کچھ عذر نہیں۔ پس سوائے نافرمان لوگوں کے کسی کو عذاب سے ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ (مظہری: ۴۱۶، ۴۱۹/۸)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ محمد

وجہ تسمیہ: اکثر اہل تفسیر نے اس کا نام سورۃ محمد لکھا ہے کیونکہ اس کی دوسری آیت میں لفظ محمد آیا ہے۔
اس کو سورۃ القتال اور سورۃ الذین کفرو ابھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں ۳۴ رکوع، ۳۸ آیات، ۵۵۸ کلمات اور ۲۳۷ حروف ہیں۔ یہ سورت مدنی ہے۔
عبداللہ بن عباس اور قتادہ سے منقول ہے کہ اس کی تمام آیتیں مدنیہ ہیں، لیکن آیت و کاین
من قریۃ ہمی اشد قوۃ من قریۃ من (آیت ۱۳) اس وقت نازل ہوئی جب ہجرت
مدینہ کے موقع پر آپ مکہ مکرمہ سے نکل کر غار ثور کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور مکے
پر الوداعی نظردا لیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ اے سرزمین مکہ! تو مجھے روئے زمین میں سب
سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تیرے یہ باشندے مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں
ہرگز یہاں سے نہ نکلتا۔ طبرانی نے اوسط میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھتے تھے۔ (روح المعانی: ۳۶/۲۶)
اس کی ابتدا ایک عجیب اعلان سے ہوئی ہے کہ کافر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے دشمن ہیں۔ ان کا مقصد زندگی لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنا ہے۔ ان کے اعمال برباد
ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کو جہاد کا حکم اور مسلمانوں کی فتح و نصرت اور غلبہ و عزت کا
معیار بیان کیا گیا ہے اور ضمننا منافقین کی سازشوں کا ذکر ہے۔

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: شروع میں منکرین کے کفر کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ پھر جہاد میں سختی کرنے کا حکم ہے۔
رکوع ۲: اقوام سابقہ کا انجام اور اہل سعادت کے انعامات مذکور ہیں۔ آخر میں منافقین کی
جہالت کا بیان ہے۔

رکوع ۳: منافقین کا جہاد سے دہشت زدہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔
 رکوع ۴: منافقین کی کینہ پروری اور جہاد کے خوف سے صلح کرنے کی ممانعت مذکور ہے۔ آخر میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔

اعمال کی بربادی

۳-۱
 الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ
 هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ
 ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا
 اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور وہ اس پر (بھی) ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا اور (دراصل) وہی ان کے رب کی طرف سے حجادین ہے تو اللہ نے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔ یہ اس لیے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مومنوں نے اس دین حق کی اتباع کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ اسی طرح اللہ لوگوں کو ان کے احوال بتاتا ہے۔

تشریح: جن لوگوں نے خود بھی اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے وہ اعمال جو بظاہر بہت اچھے دکھائی دیتے تھے جیسے غریبوں کو کھانا کھانا اور رشتے داروں سے حسن سلوک کرنا وغیرہ، ضائع کر دیئے۔ ان کی تمام نیکیاں بے کار ہو گئیں۔ چونکہ کافر اللہ کی خوشنودی کے لیے نیک کام نہیں کرتے اس لیے اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کا کوئی بدلہ نہیں دے گا۔ اس کے برعکس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور وہ اس پر بھی ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اور ان کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے تو آخرت میں ایمان اور اچھے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرما دے گا اور ان کو دائمی راحت و خوشنودی عطا

فرمائے گا اور دنیا میں ان کی برائیوں کی عادات چھڑا کر ان کا حال درست کر دے گا اور وہ دن بدن نیکی میں ترقی کرتے رہیں گے اور ان کو دشمنوں پر فتح عنایت فرمائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار باطل اور غلط راستے کو اختیار کرتے ہیں اور اہل ایمان باطل کو چھوڑ کر صحیح راستے پر چلتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے کھول کھول کر مثالیں بیان کرتا ہے۔ منکرین اور نافرمانوں کے لیے ان لوگوں کی مثالیں ہیں جن کے نقش قدم پر چل کر بعد والے گمراہ ہوتے ہیں۔ اہل ایمان اور فرماں بردار لوگوں کے لیے بھی مثالیں ہیں جن کی پیروی کر کے وہ نجات و کامیابی کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہی وہ معیار ہے جس پر اعمال کی بربادی یا احوال کی اصلاح موقوف ہے۔

(مظہری: ۴۲۰، ۴۲۱/۸ عثمانی ۵۶۲، ۵۶۳/۲)

جہاد میں سختی کا حکم

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْنَمْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۖ فَمَا مَثَابَعُدُّو ۖ وَإِمَّا فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرْنَا مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۖ وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۖ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِيهِمْ بِآلِهِمْ ۖ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا لَهُمْ وَاضِلٌ ۖ أَعْمَالُهُمْ ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۖ

پس جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ بچیں) ان کو خوب مضبوط باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے بلا معاوضہ چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر چھوڑ دو یہاں تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار رکھ دیں۔ یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ ایک دوسرے کے ذریعے تمہارا امتحان لے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے

جاتے ہیں تو اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ ان کو مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کے حال کی اصلاح کر دے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس سے ان کو (انبیاء کے ذریعے دنیا میں) متعارف کرادیا تھا۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے تباہی ہے اور اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے (احکام) کو ناپسند کیا سو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

الرِّقَابُ : گردنیں۔ واحد رِقْبَةٌ۔

اِثْنَتُمُوْهُمُ : تم نے اُن کو خوب قتل کیا، تم نے اُن کی بہت خونریزی کی۔ اِثْنَانُ سے ماضی۔

الْوَقَاقُ : قید، بندش۔ اسم ہے۔

تُعَسَّاءُ : تباہی، ذلت، اوندھے منہ گرنا۔ مصدر ہے۔

تشریح: یہاں مومنوں کو جنگی احکام دیئے گئے ہیں کہ جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے اور دست بدست لڑائی شروع ہو جائے تو ان کی خوب گردنیں مارو۔ پھر کافی خونریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور دشمن کا زور ٹوٹ جائے یعنی ہار جائے تو ان کے باقی لوگوں کو مضبوطی سے باندھ کر قید کر لو تا کہ وہ بھاگ نہ جائیں۔ ممکن ہے وہ اس قید و بند سے عبرت حاصل کر لیں اور مسلمانوں کے پاس رہ کر ان کو اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع مل جائے اور ان میں سے کچھ لوگ حق کا راستہ اختیار کر لیں۔ جب لڑائی ختم ہو جائے اور معرکہ پورا ہو جائے تو پھر تمہیں صرف دو باتوں کا اختیار ہے کہ یا تو فدیہ لے کر چھوڑ دو یا کچھ لئے بغیر ہی احسان کے طور پر قیدیوں کو چھوڑ دو۔ ممکن ہے اس طرح بعض تمہارے حسن سلوک اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر تمہارے دین سے محبت کرنے لگیں اور بالآخر اسلام قبول کر لیں۔ مشرکوں کے بارے میں یہی حکم ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو خود ہی کافروں سے انتقام لے لیتا اور تمہارے جہاد کے بغیر ہی ان کو قوم عاد و ثمود کی طرح ہلاک کر دیتا لیکن اللہ نے جنگ اور قتال کا حکم اس لیے دیا تا کہ وہ تم میں سے بعض کی بعض کے ذریعہ جانچ کر لے یعنی مومنوں اور کافروں کی جانچ ہو جائے یعنی مومن کافروں سے جہاد کر کے ثواب کے مستحق ہو جائیں اور کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں سزا مل جائے تاکہ کچھ لوگ کفر سے باز آ جائیں اور بعض لوگ کفر پر قائم رہ کر دوزخ کے مستحق ہو جائیں۔ تم میں

سے جو لوگ جہاد کے دوران اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے خواہ بظاہر وہ یہاں کامیاب نظر نہ آتے ہوں لیکن حقیقت میں وہ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ انجام کار ان کی محنت کو ٹھکانے لگائے گا اور دونوں جہانوں میں ان کے حالات کو درست رکھے گا اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا جہاں پہنچ کر وہ اپنے ٹھکانوں کو خود بخود پہچان لیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ تم لوگ دنیا میں اپنی بیویوں اور اپنے گھروں کو اس سے زیادہ شناخت نہیں کرتے جتنی شناخت اہل جنت اپنی بیویوں اور اپنے گھروں کی رکھتے ہوں گے۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرو گے تو اللہ تمہیں تمہارے دشمن پر فتح دے گا اور میدان جہاد میں تمہیں ثابت قدم رکھے گا اللہ کی مدد سے تمہارے قدم کبھی نہیں ڈگمگائیں گے۔ اس کے برعکس کافروں کے لیے تباہی اور ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال ضائع کر دے گا۔ اس لیے کوئی اچھا اور نیک عمل ان کے کام نہ آئے گا۔ کافروں کی ہلاکت اور تباہی کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو پسند نہیں کیا اس لیے ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے۔ اگر یہ لوگ ایمان کی حالت میں خیر کے کام کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اجر و ثواب دیتا۔
(عثمانی: ۵۶۲، ۵۶۳، ۲/۵۶۳، مظہری ۴۲۳-۴۲۵/۸)

اقوام سابقہ کا انجام

۱۰-۱۳: أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلْيُكَفِّرِينَ آثَامَهُمْ ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَدُّ خَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۖ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ أَهْلَكَهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۖ

کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان لوگوں کا انجام کیسا

ہوا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ نے انہیں تباہ کر دیا اور کافروں کے لیے اسی طرح کی سزائیں ہیں یہاں تک کہ مومنوں کا کارساز خود اللہ ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو یقیناً اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو کافر ہیں وہ (گودنیا میں کچھ) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور وہ اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے اور (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے زیادہ تھیں جس نے آپ کو نکالا ہے۔ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سوان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔

دَمْرٌ ۝ اُس نے تباہی ڈالی، اُس نے اکھاڑ ڈالا۔ تَذْمِیْرٌ سے ماضی۔

مَثْوًی ۝ رہنے کی جگہ، ٹھکانا۔ ثَوْبًا سے ظرف مکان۔

تَشْرِیْحٌ ۝ کیا ان مشرکین مکہ نے زمین میں گھوم پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے منکرین کا کیسا انجام ہوا۔ اللہ نے ان کو کس طرح جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا۔ ان میں سے صرف اہل ایمان و اسلام ہی نجات پاسکے اور کافروں کے لیے اسی طرح عذاب آیا کرتے ہیں۔ مشرکین مکہ کو گزشتہ اقوام کے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ ابھی وقت ہے کہ وہ راہِ راست پر آجائیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ ورنہ ان پر بھی سابقہ اقوام جیسی تباہی آسکتی ہے۔ یہ سب اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار ہے۔ وہ ان کی مدد کرے گا، ان کو نیکی کی توفیق دے گا اور ان کو شیطانی خطرات سے محفوظ کر دے گا۔

جیسے ارشاد ہے:

اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۝

بے شک تیرا تسلط میرے بندوں پر نہ ہوگا۔ (الاسراء: ۶۵)

اس کے برعکس کافروں کا کوئی مددگار نہیں حتیٰ کہ ان کے معبود بھی ان کو عذاب سے نہ بچاسکیں گے، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جہنم نے نیک اعمال کئے، اللہ تعالیٰ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور کافر جو دنیا کے

مڑے اڑاتے رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھانے کی حرص کرتے ہیں، اپنے منعم حقیقی سے غافل ہیں، اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور نہ اپنے انجام بد سے ڈرتے ہیں، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جنکے رہنے والے قوت و طاقت کے اعتبار سے آپ کی بستی کے رہنے والوں سے جنہوں نے آپ کو وطن سے نکال دیا ہے، کہیں زیادہ طاقتور تھے، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کا کوئی مددگار بھی نہ تھا۔ اے مشرکین مکہ تم قوم عاد و ثمود اور مدین والوں کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی اسی طرح ہلاک کر دیا جائے۔

اہل سعادت کے انعامات

۱۵-۱۴: اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُوِّنَ لَهٗ سُوءُ عَمَلِهِ
وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاءَهُمْ ۝۱۵ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا
اَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ اَسِنٍ وَّاَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ
وَاَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ وَاَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی
وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ ۚ كَمَنْ هُوَ
خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاءً حَمِيْمًا فَقَطَّهٖ اَمْعَاۗءٌ ۝۱۶

پھر جو شخص اپنے رب کی طرف سے ایک واضح راستے پر ہو، کیا وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کے برے اعمال اس کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے گئے ہوں اور وہ اپنے نفس کی خواہشوں کی اتباع کرتا ہو۔ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا۔ اور دودھ کی ایسی نہریں ہیں جس کا ذائقہ ذرا نہیں بد لے گا۔ اور شراب کی ایسی نہریں ہیں جس میں پینے والوں کے لئے بڑی لذت ہے اور بالکل صاف شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔ کیا ایسے لوگ اس کی مانند ہو سکتے ہیں۔ جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے۔ اور جنہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔

- الْبَسُّ: سخت بدبودار، متغیر، بدل جانے والا۔ اَسْنٌ سے اسم فاعل۔
 لَبَنٌ: دودھ، جمع اللَّبَانُ۔ اسم جنس ہے۔
 خَمْرٌ: انگوری شراب۔ جمع خُمُورٌ۔
 عَسَلٌ: شہد۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جمع اَعْسَالٌ وَّعَسَلٌ۔
 حَمِيمًا: کھولتا ہوا پانی۔ جمع حَمَائِمٌ۔
 اَمْعَاءٌ: آنتیں۔ واحد مَعَاءٌ۔

تشریح: جو شخص اپنے رب کے واضح راستے پر ہو۔ وہ اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو اپنی بد اعمالیوں کو اچھا سمجھتا ہو اور اپنے نفس کی خواہشات پر چلتا ہو اور بتوں کی پوجا کرتا ہو۔ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جو کبھی خراب نہیں ہوتا نہ اس کی بوبدلتی ہے اور نہ مزہ، خواہ کتنے ہی زمانے تک رکھا رہے۔ اس میں بہت سی نہریں ایسے دودھ کی ہیں جن کے مزے میں ذرا بھی فرق نہیں آتا خواہ کتنا ہی وقت گزر جائے اور اس میں بہت سی نہریں شراب کی ہیں جس میں پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہی لذت ہے۔ دنیا کی شراب کی طرح نہ اس کی بونا گوار ہوگی اور نہ اس میں ایسا نشہ اور خماری ہوگا۔ جو انسان کو مدہوش اور حواس باختہ کر دے۔ اس میں بہت سی نہریں صاف و شفاف شہد کی ہوں گی جس کے اندر نہ موم کی آمیزش ہوگی اور نہ مکھیوں کے فضلے کی۔

بیہقی اور ترمذی نے حضرت معاویہ بن حیدہ کی روایت سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جنت کے اندر پانی کا دریا ہے اور شہد کا دریا ہے اور دودھ کا دریا ہے اور شراب کا دریا ہے۔ پھر ہر ایک سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ ابن حبان، بیہقی، حاکم، طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی نہریں مشک کے پہاڑ سے پھوٹ کر نکلتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ پرہیزگاروں کے لئے جنت میں ہر قسم کے مفرح اور لذیذ پھل ہوں گے۔ ان سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے بخشش و مغفرت ہوگی اب ان کو اللہ کی طرف سے کسی بات پر عتاب و عقاب کا کوئی خوف ہوگا اور نہ کسی نعمت کے زائل ہونے کا اندیشہ۔ حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جنتی آدمی جوں ہی جنت کا کوئی

پھل درخت سے توڑے گا فوراً اس کی جگہ دیسا ہی دوسرا پھل لگ جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی پھل ایسا نہیں جو جنت میں نہ ہو۔ میٹھا ہو یا کڑوا یہاں تک کہ حنظل بھی۔

کیا وہ لوگ جن کو مذکورہ بالا نعمتیں حاصل ہوں گی ان کافروں کی مانند ہوتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان کو کھولنا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ یقیناً یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ (مظہری: ۳۲۷-۳۲۹/۸)

منافقین کی جہالت

۱۶-۱۹: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ لِيْلِكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّبَعُوا تَقْوَاهُمْ ۖ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَهُمْ ذِكْرُ لَهُمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَاسْتَغْفِرُوا لِذَنبِكُمْ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ۖ

ان میں سے بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو اہل علم سے پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ نے ابھی کیا کہا تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو تقویٰ عطا فرماتا ہے۔ پس وہ لوگ تو قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آجائے۔ سو اس کی علامتیں تو آشکار ہیں۔ پھر جب قیامت ان کے پاس آجائے گی تو ان کو نصیحت کہاں میسر ہوگی سو آپ یقین رکھیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی خطاؤں کے لئے استغفار کرتے رہیے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بھی۔ اور اللہ تمہاری آمد و رفت اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔

انفا: اب، ابھی اسی وقت۔ اسم ظرف ہے۔

مُتَقَلِّبُکُمْ: تمہارے چلنے پھرنے کی جگہ، تمہاری آمد و رفت کی جگہ۔ تَقَلَّبَ سے اسم ظرف مکان۔
تشریح: ان آیتوں میں منافقین کی جہالت اور بیوقوفی کا بیان ہے کہ آپ کی مجلس میں شریک ہونے اور آپ کا کلام سننے کے باوجود ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا پھر جب وہ آپ کی مجلس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں۔ تو دوسرے اہل علم صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کیا فرمایا۔ ایسے ہی لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے۔ پھر ان کو نیکی کی توفیق نہیں ملتی اور وہ محض اپنے نفس کی خواہشات پر چلتے رہتے ہیں۔ ان کے برعکس جن لوگوں نے ہدایت قبول کی اور سچائی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں روز بروز اضافہ کرتا رہتا ہے۔ اور وہ سو جھ بوجھ اور پرہیز گاری میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ جو لوگ قرآن کی نصیحتیں، گزشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور جنت و دوزخ کا احوال سن لینے کے بعد بھی اپنے کفر و شرک سے توبہ نہیں کرتے اور اطاعت و فرماں برداری اختیار نہیں کرتے تو کیا وہ اسی انتظار میں ہیں کہ قیامت کی گھڑی اُن کے سر پر اچانک آکھڑی ہو۔ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آچکیں اور جب خود قیامت آجائے گی تو اس وقت سمجھنے اور ماننے کا موقع کہاں رہے گا کیونکہ قیامت آجانے کے بعد ایمان لانا اور توبہ کرنا نافع نہ ہوگا۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے :

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَاَنْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾

قیامت قریب ہوگئی اور چاند پھٹ گیا۔ (القمر: ۱)

اور ارشاد ہے :

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ﴿۱﴾

لوگوں کا حساب قریب آگیا پھر بھی وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔

(الانبیاء: ۱)

پس آپ کا دنیا میں آنا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں آپ کی آمد کے ساتھ ہی وحی و نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کامل کر دیا۔

مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے درمیانی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی کو جو انگوٹھے سے متصل ہے جوڑ کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں قیامت کے ساتھ ان دونوں انگلیوں کی طرح متصل بھیجا گیا ہوں۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوران گفتگو ایک بدوی آیا اور عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی۔ آپ نے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے تو اس وقت قیامت کا انتظار کر۔ اس نے عرض کیا امانت ضائع کرنے کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا جب معاملات (حکومت) ایسے لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں جو اہل نہیں ہیں تو قیامت (قائم) ہونے کا منتظر رہ۔ (مظہری: ۸/۳۳۰)

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! مشرکین و منکرین خواہ دعوتِ توحید کو مانیں یا نہ مانیں آپ یقین رکھیے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اپنے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرتے رہیے یعنی اُن کے لئے دعائے مغفرت کیجیے اور ان کو ایسے عمل پر آمادہ کیجیے جو باعثِ مغفرت ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کو خوب جانتا ہے۔ تمہارا کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں۔ (عثمانی: ۵۶۵، ۵۶۶، ۲/۱۷۸، ۱۷۹)

منافقین کا جہاد سے دہشت زدہ ہونا

۲۰-۲۳: وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَنَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝

جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ (جہاد کے بارے) میں کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی پھر جب کوئی واضح (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں قتال (جہاد) کا ذکر ہوتا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے

دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہوتی ہے وہ آپ کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کوئی موت کی بے ہوشی طاری ہونے پر دیکھتا ہے۔ سو ان کے لئے خرابی ہے۔ حکم ماننا اور بہتر بات کہنا۔ سو اگر منافق بھی اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ پھر تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم (جہاد) سے اعراض کرو گے۔ تو تم ملک میں فساد برپا کرو اور قرابتیں توڑ لو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

مُحْكَمَةٌ: صاف صاف مضمون والی، واضح۔ احکام سے اسم مفعول۔ جمع مُحْكَمَاتٌ۔
الْمُغْشَى: بے ہوشی۔ غشی سے اسم مفعول۔

اصمہم: اس نے ان کو بہرا کر دیا۔ اصمائم سے ماضی۔

تشریح: جہاد کی فرضیت سے پہلے صحابہ کرام تمنا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کوئی ایسی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی جس میں خاص طور پر جہاد کی اجازت دی جائے اور اس میں احکام جہاد کا مفصل بیان ہو۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! جب جہاد کے بارے میں صاف صاف مضمون والی سورت نازل کی گئی۔ تو وہ منافقوں اور ان لوگوں پر گراں گزری جو ابھی ایمان میں پختہ نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے وہ خوف کی وجہ سے آپ کو اس طرح دیکھنے لگے۔ جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو اور وہ خوفزدہ ہو کر پھٹی پھٹی اور بے رونق آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ پس ہلاکت و بربادی ہے ان کے واسطے جو نفاق کی وجہ سے اس طرح کی کیفیات میں مبتلا ہیں۔ ان کے حق میں بہتر تو یہی ہوتا کہ یہ زبان سے اسلام اور احکام اسلام کا اقرار کرتے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے اور جب جہاد کا موقع آتا اور معرکہ کارزار گرم ہو جاتا تو نیک نیتی کے ساتھ جہاد کر کے اپنے خلوص کا ثبوت دیتے۔

اے بزدل منافقو! اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد سے اعراض کرو گے تم سے یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ تم اپنے کفر و معاصی اور منافقانہ شرارتوں سے ملک میں تباہی اور فتنہ و فساد پھیلاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابتیں ہیں ان کی مطلق پرواہ نہ کرتے ہوئے کافروں کے کھلے مددگار بن جاؤ گے زمین میں فساد کرنے والے اور قرابت داریاں منقطع کرنے والے یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ کلام حق سننے سے بہرا کر دیا اور حقائق کے مشاہدے سے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ اس لئے اب ان کو نہ تو کوئی حق بات سننے کی توفیق ہوتی ہے اور نہ حق کا مشاہدہ ممکن ہے۔

(ابن کثیر ۱/۷۸، ۷۹، ۸۰)

منافقین کو شیطانی دھوکہ

۲۸-۲۹: أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۚ إِنَّ الَّذِينَ
ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ
الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ ۖ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَئِذَا
كُرِهُوا مَأْنَزَلًا أَلَّا يُرْسِلَ إِلَيْنَا اللَّهُ سُوْرًا مِّنۢ بَعْضِ الْأُمُورِ ۖ وَاللَّهُ
يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ ۖ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّيْتَهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ
وَأَدْبَارَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا
رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔
بیشک جو لوگ سیدھی راہ ظاہر ہو جانے کے بعد اپنی پشت پھیر کر مٹ گئے
تو شیطان نے ان کو دھوکہ دیا اور ان کو بڑی امیدیں دلائیں۔ یہ اس لئے ہوا کہ
انہوں نے ایسے لوگوں سے جو اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) کو ناپسند کرتے
ہیں کہا کہ بعض کاموں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے اور اللہ ان کی پوشیدہ
باتیں خوب جانتا ہے۔ سو (اُس وقت ان کا) کیا حال ہوگا جب فرشتے اُن کی
روح قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر ماریں گے۔ یہ اس لئے ہوگا
کہ وہ اسی راستے پر چلے جو اللہ کی ناراضی کا موجب تھا اور انہوں نے اس کی
خوشنودی کو پسند نہ کیا سو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

سؤل: اُس نے چکمہ دیا، اُس نے فریب دیا، اُس نے زینت دلائی۔ تسوئل سے ماضی۔
أفلى: اُس نے دور کی بھائی، اُس نے ڈھیل دلائی، اُس نے مہلت دلائی۔ أملاء سے ماضی۔
أسخط: اُس نے بیزار کر دیا، اُس نے ناراض کر دیا، اُس نے ناخوش کر دیا۔ أسخط سے ماضی۔
تشریح: کیا یہ لوگ قرآن کریم میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر غفلت اور بہ اعمالیوں کے
تالے پڑے ہوئے ہیں کہ ان کے اندر نصیحت داخل ہونے کا کوئی راستہ ہی نہیں رہا اس لئے کوئی کلام
ان پر اثر ہی نہیں کرتا۔ اگر بالفرض اس حال میں یہ لوگ قرآن پر غور بھی کریں تب بھی یہ اسے سمجھ
نہیں پائیں گے۔ یہ منافقین اسلام کا اقرار کرنے اور اس کی سچائی ظاہر ہو جانے کے بعد وقت آنے

پر اپنے قول و قرار سے پھر جاتے ہیں اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے۔ شیطان نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور ان کے دل میں یہ بات بٹھادی ہے کہ لڑائی میں شرکت نہ کر کے زیادہ عرصے تک زندہ رہ سکتے ہیں اس لئے خواہ مخواہ لڑائی میں جا کر مرنے سے کیا فائدہ۔

منافقین جو ہدایت آنے کے بعد اگلے پھر گئے تھے اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے دشمنوں سے خفیہ طور پر وعدہ کیا تھا یعنی منافقوں نے یہودی کافروں یا مشرکوں سے کہا تھا کہ بعض باتوں میں ہم تمہارے مشورے پر عمل کریں گے مثلاً تمہارے کہنے سے جہاد میں شریک نہیں ہوں گے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی میں تمہارے ساتھ رہیں گے وغیرہ۔ اگرچہ ہم نے ظاہر میں اسلام کا دعویٰ کیا ہے لیکن ہم حقیقت میں ان کے ساتھ نہیں بلکہ دل سے تمہارے ساتھ ہیں۔ منافقین اپنے ان معاہدوں اور رازدارانہ مشوروں کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ کسی کو ان کی خبر نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کی خفیہ باتوں کو خوب جانتا ہے اور وہ ان کو منافقانہ سازشوں کی سزا ضرور دے گا۔ اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے، ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارتے جا رہے ہوں گے اور ان کی روئیں جسموں میں چھپتی پھر رہی ہوں گے۔ یہ اس وجہ سے ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی چھوڑ کر اس کی ناراضگی کا راستہ اختیار کیا سو اللہ نے ان کے تمام اعمال اکارت کر دیئے اور انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو خفیہ تدبیریں اور سازشیں کی تھیں۔ وہ سب برباد ہو گئیں اور ان کو زلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ (عشانی ۱/۵۶۸، ۵۶۷-۲/۵۶۸، ۵۶۷-۱/۵۶۸، ۵۶۷-۲/۵۶۸، ۵۶۷-۱/۵۶۸)

منافقین کی کینہ پروری

۲۹-۳۱ اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ اَنْ لَّنْ يَخْرِجَهُمُ اللّٰهُ اَضْغَانُهُمْ ۚ وَتَوَنَسَّاءُ لَّكَرَنِيْكَمُ فَلََعْرِفْتُهُمْ بِسَيِّئِهِمْ ۖ وَتَعْرِفْنَهُمْ فِي الْحَنِّ الْقَوْلِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۚ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجْهَدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۚ وَنَبْلُوَنَّ اَخْبَارَكُمْ ۙ

کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ اللہ ان کی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا۔ اگر ہم چاہیں تو آپ کو وہ لوگ دکھا دیں اور آپ ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیں اور یقیناً آپ ان کو ان کے طرز کلام

سے پہچان لیں گے یہاں تک کہ معلوم کر لیں کہ تم میں مجاہد کون ہیں اور صبر کرنے والے کون اور ہم تمہاری حالتوں کا بھی امتحان لیں گے۔

اضْعَانَهُمْ: اُن کی بدنیتی، اُن کی عداوت، اُن کا حسد۔ وَاِذَا ضَعُفُوا

سَيُؤْمِنُہُمْ: اُن کا حلیہ، اُن کا چہرہ، اُن کی علامت۔

تشریح: کیا منافقین یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں چھپی ہوئی عیاری و مکاری اور حسد و عناد کو مسلمانوں پر ظاہر نہیں کرے گا۔ اُن کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اُن کا بغض و عناد اور خبیث باطن ظاہر ہو کر رہے گا۔ ان کو امتحان و آزمائش کی ایسی بھٹی میں ڈالا جائے گا کہ سب کھرا کھولا لگ ہو جائے گا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم چاہیں تو ان کے وجود آپ کو دکھا دیں اور آپ کو نام بنام مطلع کر دیں کہ فلاں فلاں آدمی منافق ہیں مگر یہ حکمت الہی کے خلاف ہے۔ آپ تو ان کو علامات اور نشانات ہی سے پہچان لیں گے۔ آپ کو ان کی بات چیت اور طرز کلام سے صاف صاف پتہ چل جائے گا کہ کون منافق ہے کیونکہ مخلص اور منافق کی بات چیت کا انداز الگ الگ ہوتا ہے۔ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ بہت سے منافقین کو آپ نے نام بنام پکار کر اپنی مجلس سے اٹھا دیا۔ یہ تو ممکن ہے کہ بندوں سے تمہاری کوئی بات چھپی رہے مگر اللہ تعالیٰ تمہارے اچھے برے تمام کاموں سے واقف ہے خواہ تم ظاہر کر کے کرو یا چھپا کر کرو۔ پھر فرمایا کہ ہم جہاد کا حکم دے کر تم سب کا امتحان ضرور لیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون لوگ جہاد کرنے والے ہیں اور کون صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں اور ہم تمہارے اندرونی احوال کا بھی امتحان لیں گے۔ (عثمانی: ۵۶۸-۵۶۹/۲)

جہاد سے بچنے کے لئے صلح کی ممانعت

۳۴-۳۵: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَشَاقُّوْا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی لَنْ یُّضُرُّوْا اللّٰهَ شَیْئًا وَّسَیُحِطُّۢ اَعْمَالُہُمْ ۝۱۰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اطِيعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْا الرَّسُوْلَ وَلَا تَبْغُلُوْا اَعْمَالَکُمْ ۝۱۱ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَا تُوُوْا وَہُمْ کٰفٰرٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝۱۲ فَلَا تَہْنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَی السَّلٰمِ ۚ وَاَنْتُمْ اِلَّا عَلَوْنَ وَاَللّٰهُ مَعَکُمْ وَلَنْ یَّتَرٰکُمْ اَعْمَالَکُمْ ۝۱۳

جن لوگوں نے ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور عن قریب اللہ ان کے اعمال کو غارت کر دے گا۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا پھر وہ کفر کی حالت ہی میں مر گئے تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ سو تم (کافروں سے مرغوب ہو کر) ہمت نہ ہارو اور دہرے کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا۔

شاقُوا: وہ مخالف ہوئے۔ مُشَاقَّةً سے ماضی۔

تَهْؤُا: تم ہمت ہارو، تم کمزور پڑ جاؤ تم سست ہو جاؤ۔ وَهْنٌ سے مضارع۔

يَتْرُكُكُمْ: وہ تم سے کم کرے گا، وہ تم سے چھین لے گا، وہ تم سے ضائع کر دے گا۔ وَتْرٌ سے مضارع۔

تشریح: جو لوگ ہدایت اور راہِ راست ظاہر ہو جانے کے باوجود اپنے کفر و انکار پر قائم ہیں اور وہ دوسروں کو ایمان لانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے روکتے ہیں اور اللہ کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں تو ایسے لوگ اپنے کفر و انکار سے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد ان تمام کوششوں کو خاک میں ملا دے گا جو وہ اسلام اور اللہ کے رسول کو نقصان پہنچانے کے لئے کرتے ہیں۔ قیامت کے روز ایسے لوگ خالی ہاتھ ہوں گے ایک بھی نیکی ان کے پاس نہ ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے بدر کے زمانے میں (کافروں کے لشکر کو) کھانا دیا تھا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۚ

بے شک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے مال اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں، سو یہ لوگ ابھی اور بھی خرچ کریں گے۔ پھر وہ مال ان کے لئے حسرت و افسوس کا باعث ہو جائے گا۔ پھر بھی وہ مغلوب ہو کر رہیں گے۔ (الانفال: ۳۶)

یہ آیت بھی ان ہی لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے بدر کے موقع پر کافروں کو کھانا دیا تھا۔ پھر فرمایا اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ جہاد یا اللہ کی عبادت میں محنت و ریاضت کرنا اس وقت مقبول ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق ہو۔ محض اپنے شوق یا نفس کی خواہش کے تحت کیا ہو اعل یا عبادت ضائع جائے گی۔ جو کافر دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اسی حالت کفر میں ان کی موت واقع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اس لئے کہ اللہ کے ہاں کفر و شرک کی معافی نہیں۔ سوائے مومنو! تم کافروں کے مقابلے میں عاجزی اور کمزوری کا اظہار نہ کرو اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر ان کو صلح کی دعوت نہ دو ورنہ دشمن شیر ہو کر تمہیں دباتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم ہی غلبہ پاؤ گے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ وہ تمہیں چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا بھی پورا پورا اجر و ثواب دے گا۔

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا

۳۶-۳۸: إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَ لَهْوٌ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أَجُورَكُمْ وَ لَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۚ ۝۳۶ إِن يَسْأَلْكُمْوهَا فَيَحْضِكُمْ تَبَخَّلُوا وَ يُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ۝۳۷ هَآأَنْتُمْ هَآؤَآءِ تَدْعُونَ لِتُبْخِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ وَ مَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلْ عَنِ نَفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَ أَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ ۚ وَ إِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ۝۳۸

دنوی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے اور اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہیں تمہارے اجر عطا کرے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔ اگر وہ تم سے تمہارے مال مانگے اور زور دے کر مانگے تو تم بخل کرنے لگو اور (اللہ) تمہاری ناگواری ظاہر کر دے۔ دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ پھر تم میں سے بعض بخل کرنے لگتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ خود اپنی ذات سے بخل کرتا ہے اور اللہ کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ

دوسری قوم لے آئے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔

لَهُوَ: کھیل، تماشا، غفلت کرنا۔ مصدر اسم۔

يُخَفِّكُمُ: وہ تم سے مانتے ہیں، وہ ضد کرتے ہیں، وہ تم سے اصرار کرتے ہیں۔ اِخْفَاءُ سے مضارع۔
تشریح: اگر دنیا کی زندگی میں اللہ کی یاد نہ ہو تو وہ یقیناً محض کھیل تماشا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے۔ اس میں اللہ کی ذات کے سوا جو کچھ ہے وہ سب ملعون ہے۔ اگر تم ایمان لے آؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو، اس کھیل تماشے سے بچ کر چلو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا پورا پورا اجر ثواب دے گا اور تم سے تمہارا مال بھی طلب نہیں کرے گا کیونکہ اس کو تمہارے اموال کی حاجت نہیں۔ وہ تو خود دینے والا ہے۔ اگر وہ طلب کرے تو اس کو اس کا پورا پورا حق ہے کیونکہ وہی اس کا حقیقی مالک ہے مگر اس کے باوجود جب وہ دین کے معاملے میں خرچ کرنے کا کہتا ہے۔ تو وہ تم سے سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ خرچ کرنے کو کہتا ہے اور وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے ہی فائدے کے لئے ہے۔

اگر وہ سختی کے ساتھ تمام مال طلب کرنے لگے جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے تو کتنے ہی لوگ ایسے ہوں گے جو خوش دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم کی تعمیل کریں گے لیکن اکثر لوگ بخل اور تنگدلی کا مظاہرہ کریں گے اور مال خرچ کرنے کے وقت ان کے دل کی خفگی ظاہر ہو جائے گی۔ جب تم لوگوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے خواہ وہ زکوٰۃ ہو۔ جہاد کے مصارف ہوں یا کچھ اور ہو تو تم میں سے کچھ لوگ بخل کرنے لگتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس بخل کا نقصان خود انہی کو ہوگا اس لئے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے جو فوائد اور برکات اس کو حاصل ہوتے، خرچ نہ کرنے کی صورت میں وہ ان سے محروم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے اس کو کسی کی حاجت نہیں اور نہ وہ کسی کے خرچ کرنے کا محتاج ہے۔ اگر تم انفاق فی سبیل اللہ میں کوتاہی کرو گے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے بلکہ وہ سننے اور ماننے والے اور فرماں بردار ہوں گے۔ (عثمانی: ۵۷۰، ۲، مظہری: ۴۴۵، ۸/۴۴۷)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الفتح

وجہ تسمیہ: یہ سورت حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی۔ اس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا گیا ہے، اس لئے اس کا نام الفتح ہو گیا۔

تعارف: اس میں ۴ رکوع، ۲۹ آیات، ۵۶۸ کلمات اور ۲۵۵۵ حروف ہیں۔ یہ سورت واقعہ حدیبیہ کے موقع پر ۶ھ میں حدیبیہ اور مدینے کے درمیان دوران سفر نازل ہوئی۔ اس لئے یہ سورت مدنیہ ہے۔ اس میں مسلمانوں کے غلبے اور کامیابی کا ذکر ہے اور فتح مبین کی بشارت ہے، نیز بیعت رضوان جیسے عظیم واقعے اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کے فضائل و کمالات کا بیان ہے۔ اس کے اہم مقاصد میں سے وہ معاہدہ ہے جو صلح حدیبیہ کے عنوان سے کفار قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پایا تھا۔ یہی معاہدہ اسلام کی اشاعت اور دین کے غلبے کا سبب بنا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مکہ کی نعمت سے نوازا۔

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: واقعہ حدیبیہ کا حال مذکور ہے۔
- رکوع ۲: شروع میں منافقین کے حیلوں بہانوں کا بیان ہے۔ پھر ان لوگوں کو غزوہ خیبر کے لئے ساتھ لیے جانے کی ممانعت ہے جو واقعہ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ آخر میں مستقبل کے معرکوں کی خبر دی گئی ہے۔
- رکوع ۳: بیعت رضوان کا بیان اور غنائم کی بشارت مذکور ہے، پھر مشرکین پر غلبے کی بشارت اور حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی مصلحت بیان کی گئی۔
- رکوع ۴: آپ کا خواب اور صحابہ کرام کے فضائل مذکور ہیں۔

فتح مبین

۳-۱: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی تاکہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے اور آپ پر اپنی نعمت تمام کر دے اور آپ کو سیدھے راستے پر لے چلے۔ اور اللہ آپ کی ایسی مدد کرے جس میں عزت اور غلبہ ہو۔

شان نزول: شیخین نے صحیحین میں اور ترمذی و حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ حدیبیہ سے واپسی میں صحابہ کرامؓ بہت کبیدہ خاطر اور غمگین تھے اس وقت آیت انافتحنالک فتحامینالفتح نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے (مظہری: ۹/۴، ابن کثیر ۴/۱۸۳)

تشریح: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو رنج تھا کہ مکہ کے قریب آ جانے کے باوجود مشرکین مکہ نے مسلمانوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہو کر عمرہ کرنے سے روک دیا اور آئندہ سال پر ٹال دیا۔ اس صلح سے گویا مسلمان دب گئے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تواضع کو اختیار کیا اور جنگ و جدل کو مناسب نہ جانا۔ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور جلد ہی پہلے خیبر پھر مکہ، طائف اور حنین وغیرہ فتح ہو گئے اور اسلام کو روز بروز غلبہ ہوتا گیا۔ (حقانی ۲۲، ۲۳/۴)

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا ہی ان الفاظ سے فرمائی کہ بیشک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ فتح مبین سے کونسی فتح مراد ہے صحیح قول یہ ہے کہ فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ امام احمد، ابن سعد، ابو داؤد، حاکم، ابن المنذر، ابن مرددہ اور بیہقی نے (دائل میں) حضرت مجمع بن حارثہ انصاری کی روایت سے بیان کیا۔ حضرت مجمع نے فرمایا کہ ہم حدیبیہ سے کراع الغمیم کی طرف مزے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کراع الغمیم کے پاس پایا۔ (آپ وہاں پہلے پہنچ گئے تھے) لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے انافتحنالک

فتحہامبینا پڑھ کر سنائی۔ ایک صحابی نے عرض کیا! کیا یہ فتح ہے، آپ نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بلاشبہ یہ فتح مبین ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام میں کوئی فتح حدیبیہ کی صلح سے بڑھ کر نہیں ہوئی۔ بغوی نے حضرت براء کی روایت سے بھی یہی بیان کیا ہے۔ زہری نے کہا کہ صلح حدیبیہ سے بڑی اور کوئی فتح نہیں ہوئی۔ اسی کی وجہ سے مشرکوں کو مسلمانوں سے ملنے جلنے اور اسلام کو سمجھنے کا موقع ملا۔ جس کے نتیجے میں بکثرت لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ ضحاک نے کہا کہ بغیر لڑے فتح مبین ہو گئی۔ یہ صلح فتح ہی کا ایک حصہ تھی۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس صلح کو فتح اس لئے فرمایا کہ یہ صلح اس وقت ہوئی تھی جب آپ مشرکوں پر غالب آچکے تھے۔ اسی لئے صلح کی درخواست مشرکوں کی طرف سے کی گئی تھی۔ یہی صلح فتح مکہ کا ذریعہ بنی، اس کے بعد آپ کو باقی عرب کی طرف متوجہ ہونے کی فراغت ملی اور خیبر سمیت بہت سے مقامات فتح کئے۔

پھر فرمایا کہ آپ کو فتح مبین اس لئے دی گئی تاکہ آپ کو یہ چار کمالات حاصل ہو جائیں۔

۱. **غفرانِ دنوب:** اللہ آپ کی تمام اگلی پچھلی کوتاہیاں معاف فرما دے، واحدی وغیرہ نے مجاہد، سفیان ثوری اور ابن جریر سے نقل کیا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ زمانہ رسالت سے پہلے اور رسالت کے بعد جو کوتاہیاں ہوئی ہوں وہ سب معاف ہیں۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں ذنب یا عصیان جیسے الفاظ ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ ان کے عالی مقام کی مناسبت سے ایسے کاموں کے لئے استعمال کئے گئے جو خلافِ اولیٰ تھے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ اس قدر عبادت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوچ جاتے تھے۔ صحابہؓ عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا ہے۔ آپ جواب میں فرماتے کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

۲. **اتمامِ نعمت:** آپ پر اپنے انعامات کی تکمیل کروے۔ آپ کے دین کو کامل اور تمام ادیان پر غالب کر دے۔

۳. **صراطِ مستقیم کی ہدایت:** ہدایت کے معنی منزل مقصود کا راستہ دکھانا یا اُس پر پہنچانا ہے۔ انسان کی اصل منزل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا حصول ہے جس کے بے شمار درجات ہیں ایک درجہ حاصل ہونے کے بعد دوسرے اور تیسرے درجے کی ضرورت باقی رہتی ہے،

جس سے کوئی بڑے سے بڑا ولی بے نیاز ہو سکتا ہے اور نہ کوئی نبی و رسول۔

۴۔ **نصر عزیز:** ایسی کامیابی اور غلبہ جو نہایت مضبوط اور مستحکم ہو اور جو کسی مخالفت اور بغاوت سے متاثر نہ ہو سکے۔ (معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۶۶، ۶۷، ۸/۶۷، عثمانی: ۲/۵۷۳)

مختصر واقعہ حدیبیہ: حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے۔ اس کنویں سے متصل اور مکہ مکرمہ سے ۹ میل کے فاصلے پر اسی نام (حدیبیہ) سے ایک بستی آباد ہے جس کا اکثر حصہ حرم میں اور باقی حصہ حل میں ہے۔ حدیبیہ روانگی سے پہلے شوال ۶ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے۔ کچھ لوگوں نے سرمنڈوائے اور کچھ نے سر کے بال کتروائے۔ اسی حالت میں آپ نے کعبے کی کنجی لی اور بیت اللہ میں داخل ہو گئے۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اس لئے اس صورت کا واقع ہونا یقینی تھا مگر خواب میں اس کے لئے کوئی مہینہ یا سال متعین نہیں کیا گیا تھا اس لئے ایک احتمال یہ تھا کہ شاید یہ مقصد ابھی حاصل ہو جائے۔ درحقیقت یہ خواب فتح مکہ کے وقت پورا ہونے والا تھا۔

صحابہ کرامؓ آپ کا خواب سن کر مکہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے بے قرار ہو گئے اور انہوں نے فوراً تیاری شروع کر دی۔ آپ نے بھی تیاری شروع کر دی اور اس پاس کے قبائل میں بھی اعلان کر دیا۔ پھر یکم ذی قعدہ بروز پیر آپ مدینے سے روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ ۱۴ سو، ۱۵ سو یا ۱۶ سو صحابہ کرامؓ تھے۔ قریش کو جب آپ کے ارادے اور روانگی کی خبر ملی تو وہ سخت پریشان ہوئے کیونکہ ذیقعدہ ان حرمت والے مہینوں میں سے تھا جن میں حج یا عمرے کے لئے جانے والے قافلے کو روکنے کا کسی کو حق نہیں تھا۔ مسلمانوں کا قافلہ بھی ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جو احرام باندھے ہوئے اور غیر مسلح تھے اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے قریش نے بڑے سوچ و بچار کے بعد اپنی انا کی تسکین کے لئے طے کیا کہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر مکے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

بسر بن سفیان جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی خبریں معلوم کرنے کے لئے ذوالحلیفہ سے مکے بھیجا تھا وہ مکے سے واپس آ کر غدری الاضطاط میں آپ سے ملے اور عرض کیا کہ قریش کو آپ کی اطلاع مل گئی ہے۔ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ مقام ذی طوی میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سب نے قسمیں کھا کر معاہدہ کر لیا ہے کہ آپ کو کسی قیمت پر بھی مکے میں داخل نہیں ہونے دیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے آخری کنارے پر قیام فرمایا جہاں ایک گڑھے میں تھوڑا

ساپانی تھا جو لوگوں کے استعمال سے جلد ہی ختم ہو گیا۔ لوگوں نے پیاس کی شکایت کی تو آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر فرمایا کہ اس کو گڑھے میں گاڑ دو۔ اسی وقت پانی جوش مارنے لگا اور سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔

بدیل بن ورقاء خزاعی (فتح مکہ میں مسلمان ہوئے) نے اپنے قبیلے کے چند لوگوں کے ہمراہ آپ سے ملاقات کی اور قریش کے عزائم کے بارے میں بتایا۔ آپ نے جواب میں فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں پھر بدیل نے قریش کے پاس جا کر ان کو آپ کی گفتگو سے مطلع فرمایا۔ اس کے بعد قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود، حلیس اور مکرز نے آکر آپ سے گفتگو کی۔ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ قریش کے پاس جا کر ان کو دعوت اسلام دو اور اطلاع دو کہ ہم ان سے لڑنے نہیں آئے ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں، مکہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ نے قریش کے سرداروں سے ملاقات کر کے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا مگر سب نے یہی کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر قریش نے حضرت عثمانؓ کو طواف کی اجازت دیدی مگر انہوں نے کہا کہ میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف نہ کر لیں۔ اسی اثنا میں آپ کو خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک میں ان سے بدلہ نہ لے لوں یہاں سے حرکت نہیں کروں گا۔ پھر آپ نے لوگوں کو بیعت کے لئے طلب فرمایا اور اسی درخت کے نیچے ان سے بیعت لی جس کے سامنے میں آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ بیعت کے بعد حضرت عثمانؓ بھی صحیح و سالم واپس پہنچ گئے۔ قریش کو جب بیعت کا علم ہوا تو وہ سرعوب اور خوفزدہ ہو گئے اور صلح پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے سہل بن عمرو کو سفیر بنا کر صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ شخص نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھا اور لوگ اسے خطیب قریش کہتے تھے۔

صلح کی شرائط: احادیث میں جو صلح کی شرائط مذکور ہیں وہ یہ ہیں:

- ۱۔ دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی اور کوئی کسی سے خیانت نہیں کرے گا۔
- ۲۔ مسلمان اس سال عمرے کے بغیر واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال آکر عمرہ کریں۔ سوائے تلوار کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ تلوار بھی نیام میں ہو۔ صرف تین دن کے میں قیام کریں۔
- ۳۔ قریش کا کوئی آدمی بھاگ کر مدینے جائے تو اس کو واپس کیا جائے گا اگرچہ وہ مسلمان ہو جائے۔

۴۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو شخص مکہ میں قریش کے پاس آ جائے اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ عرب قبائل جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو جائیں۔

۶۔ مکے میں پہلے سے مقیم کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکے میں رہ جانا چاہے تو اس کو روکا نہ جائے۔

صلح کے فوائد:

۱۔ مسلمانوں کو باقاعدہ سیاسی قوت تسلیم کر کے دوسرے عرب قبائل کو اختیار دے دیا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدہ کر لیں۔

۲۔ دس سال تک جنگ نہ کرنے کے معاہدے نے مسلمانوں کو امن و سکون فراہم کیا اور عرب قبائل میں تیزی سے اسلام کی اشاعت کا موقع دیا۔ اس کے نتیجے میں صرف دو سال کے عرصے میں مسلمانوں کی تعداد دو گنی سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔

۳۔ آپ نے اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کیا اسلامی قوانین جاری کر کے مسلم معاشرے کو مکمل تہذیب و تمدن کی شکل دے دی۔

۴۔ مسلمانوں کو عمرے کی اجازت دے کر قریش نے جو بڑے غم خود اسلام کو بے دینی کہتے تھے یہ تسلیم کر لیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے۔

۵۔ صلح کے نتیجے میں مسلمانوں نے شمالی اور وسطی عرب کی قوتوں کو آسانی سے زیر کر لیا جس میں یہود کا گڑھ خیبر اور تبوک کی یہودی بستیاں شامل ہیں۔ ان فتوحات سے مشرکین کمزور ہو گئے اور اسلام دن بدن قوی ہوتا چلا گیا۔ (ہادی اعظم: ۳۶۲-۳۸۳/۱)

نزول سکینت

۴-۷: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ ۚ وَبِاللَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَكَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ

وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ
عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ
جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ
كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

اسی نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل فرمائی تاکہ ان کا ایمان اور بڑھ جائے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ بڑا جاننے والا حکمت والا ہے تاکہ اللہ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ وہ اُن کے گناہ دور کر دے اور اللہ کے نزدیک یہ بڑی کامیابی ہے تاکہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں بدگمانیاں رکھتے ہیں، عذاب دے۔ اُن پر برا وقت آنے والا ہے اور اُن پر اللہ کا عذاب ہوگا اور اُن پر لعنت ہوگی اور اُن کے لئے دوزخ تیار ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

سَكِينَةً: تسکین، اطمینان۔

دَائِرَةُ: دائرہ، حلقہ، مصیبت۔ دَوْرٌ سے اسم فاعل۔

سَوَاءٌ: برا ہونا۔ مصدر ہے۔

مَصِيرًا: لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا۔ صَبَرٌ سے اسم ظرف مکان و مصدر میثبی۔

شان نزول: سورت کی ابتدائی تین آیات میں ان خاص انعامات کا ذکر ہے جو کہ فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبذول ہوئے۔ بعض صحابہؓ نے جو حدیبیہ کے سفر میں ساتھ تھے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ انعامات تو آپ کے لئے ہیں اللہ آپ کو مبارک فرمائے۔ ہمارے لئے کیا ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۷۰/۸)

تشریح: حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ان کے پاس سامان جنگ بھی نہ ہونے کے برابر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں سکون و طمأنینہ پیدا فرمادی

تاکہ مومنین کو اپنے ایمان و یقین کے ساتھ نصرت الہی کا بھی پختہ یقین ہو جائے۔ پھر وہ نہایت وقار کے ساتھ پرسکون رہے۔ ان میں ذرا بھی اضطراب نہ تھا کیونکہ انہیں اللہ کی نصرت پر کامل یقین اور بھروسہ تھا۔ فتح و نصرت کا تعلق اسباب و کثرات تعداد پر نہیں بلکہ اس کا انحصار محض اُس کے فضل اور مہربانی پر ہے اسی لئے مومن اللہ پر کامل بھروسہ کر کے اُس کے وعدہ نصرت پر پختہ یقین رکھتا ہے۔ اور اپنے سے کئی گنا اور ہر طرح کے سامان حرب و ضرب سے لیس دشمن پر غلبہ پالیتا ہے۔ اس کے برعکس کافر کثرت و سامان حرب پر نظر کر کے اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ اس لئے وہ اللہ کی رحمت و مدد سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور انجام کار مسلمانوں کے مقابلے میں مغلوب ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ کے لشکر آسمانوں میں بھی ہیں اور زمین میں بھی اگر وہ چاہتا تو ان سرکشوں اور متکبروں کو آسمانی لشکروں یعنی فرشتوں کے ذریعے پامال کر دیتا مگر اس نے زمین کے لشکر سے کام لیا یعنی صحابہ کرامؓ کے دلوں میں قوت و اطمینان دے کر ان کو زمین میں خدائی لشکر بنادیا۔ ظاہر ہے خدائی لشکر سے کون مقابلہ کر سکتا تھا۔ وہ علیم و حکیم ہے اس لئے اگر وہ تمہیں صلح اور ترک قتال کا حکم دے تو ضرور اسی میں بہتری اور حکمت ہوگی۔ سو تمہیں ترک قتال کے حکم پر کسی قسم کا تردد نہیں ہونا چاہئے۔ ہر قسم کی مدد و نصرت اللہ ہی کی طرف سے حکمت اور مصلحت کے تحت ہوتی ہے اسی لئے اُس نے آسمانی لشکروں کو ظاہر نہیں فرمایا بلکہ مخفی رکھا تاکہ منافقین مضطرب ہو جائیں اور کفار دلیر ہو کر آگے بڑھیں اور مومنین اور منافقین میں امتیاز ہو جائے تاکہ اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کے جہاد کے بدلے میں اللہ ان کے گناہوں کو دور کر دے گا، اللہ کے نزدیک یہی عظیم کامیابی ہے۔

اس کے بعد منافقین کے بد انجام کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافقہ عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں عذاب دے گا اور ان پر برا وقت آنے والا ہے۔ آخرت میں ان پر اللہ کا غضب و لعنت ہوگی اور اللہ نے ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے جو برا جھکانا ہے۔ آیت میں ظن السوء سے ان منافقوں کا گمان مراد ہے جو عمرے کے لئے مدینے سے چلتے وقت مسلمانوں کے ساتھ نہیں آئے تھے اور بہانے کر کے وہیں ٹھہر گئے تھے ان کا خیال تھا کہ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کی مدد بھی ضرور ہوگی اور مسلمان لڑائی میں تباہ ہو جائیں گے ان میں سے ایک بھی زندہ واپس نہیں آئے گا کیونکہ وطن سے دور، فوج کم، دشمن کا دلیس ہوگا ایسے میں ان

کے ساتھ ہم اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالیں مشرکین و منافقین اس گمان میں نہ رہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ظاہری اسباب نہیں اس لئے وہ منکرین پر فتح کیسے پائیں گے۔ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے قبضے میں ہیں وہ جس سے چاہے کام لے وہ رب الافواج ہے اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ سو وہ اپنے پیغمبر اور مومنوں کے دشمنوں کی سازشوں کو جس طرح چاہے گاہِ دفع کر دے گا۔ وہ سب پر غالب ہے اس لئے جو چاہے کرے اس کو کوئی نہیں روک سکتا اسی لئے اس کے عذاب کو کافروں سے کوئی نہیں دفع کر سکتا۔ وہی حکمت والا ہے اس لئے جس طرح چاہتا ہے انتظام و تدبیر کرتا ہے۔ (عثمانی: ۲/۵۷۵، حقانی: ۵۳۲/۴)

آپ کی صفات

۸۔ اَنَا أَرْسَلْتُكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا ۝ تَتُومِنُونَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ تَعِزُّوْهُ وَ تُوْقِرُوْهُ وَ تَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَ اَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُّبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُّبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ اللّٰهُ فَاَسْوَأُ يَّتٰىهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

پیشک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو، اُس کی تعظیم کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔ پیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو شخص عہد شکنی کرے تو اس کی عہد شکنی کا وبال اُسی پر پڑے گا اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا جو اُس نے اللہ سے کیا ہے تو بہت جلد اللہ اُس کو اجر عظیم دے گا۔

بُكْرَةً: صبح، دن کا ابتدائی حصہ۔

اَصِيْلًا: شام یعنی عصر و مغرب کا درمیانی وقت۔ جمع اصال۔

نَكَثَ: اُس نے بیعت کو توڑا، اُس نے عہد شکنی کی۔ نَكَثَ سے ماضی۔

تشریح: یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفات کا بیان ہے۔

۱۔ **شاہد:** گواہی دینے والا جب آپ نے امت کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تو جو لوگ اس پر ایمان لائے، قیامت کے روز آپ ان پر شہادت دیں گے کہ انہوں نے یقین کیا اور اطاعت کی اور جن لوگوں نے کفر کیا ان پر کفر و انکار کی گواہی دیں گے۔

۲۔ **مبشر:** بشارت دینے والا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ لا الہ الا اللہ پر ایمان لائے اور آپ کے فرماں بردار ہوئے آپ ان کو جنت کی بشارت دینے والے ہیں۔

۳۔ **نذیر:** کافروں اور فاجروں کو دوزخ کے شدید عذاب سے ڈرانے والے۔

پھر فرمایا کہ بہرہ اس لئے ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور اللہ کے دین کی اعانت کریں اور اس کی بزرگی و پاکیزگی کو تسلیم کریں اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں۔ بعض منسہرین کے نزدیک یہاں تسبیح سے مراد نماز پڑھا ہے۔ نکتہ تسبیح سے نماز بھی مراد لی جاتی ہے۔ یہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے لئے ایسا رسول بھیجا: مذکورہ بالا صفات کا حامل ہے۔ اے ہی صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ کا نائب ہے اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے یعنی اللہ ان کے ساتھ ہے اور ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی تو گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی (النساء: ۸۰)

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآنَ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بَبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۖ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے اور ان کے بدلے میں ان کو جنت عطا فرمادی۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، مرتے ہیں، مارتے ہیں۔ اللہ کا یہ سچا وعدہ توریت و انجیل میں بھی موجود ہے اور اس

قرآن میں بھی، سو اللہ سے زیادہ سچے وعدے والا کون ہے۔ سو تمہیں اس خرید و فروخت پر خوش ہو جانا چاہئے اور یہی عظیم کامیابی ہے۔ (سورة التوبہ: ۱۱۱)
ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں تلواریں
تولی اُس نے اللہ سے بیعت کر لی۔

پھر فرمایا کہ جس نے بیعت کے بعد عہد شکنی کی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ
سکے گا اور جو اپنی بیعت پر قائم رہے گا تو اللہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ آیت میں جس بیعت کا ذکر
ہے وہ بیعت رضوان ہے جو عمرہ حدیبیہ کے موقع پر بہول کے ایک درخت کے نیچے حدیبیہ کے میدان
میں اس وقت ہوئی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر سکے بھیجا
تھا اور قریش نے اُن کو وہیں روک لیا تھا اور بعد ازاں اُن کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی تھی۔ اس سے آپ
کو اور مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا کہ اب ہم یہاں سے فیصلہ کئے بغیر نہیں ہٹیں گے۔
اس وقت آپ بہول کے ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے صحابہ کرام سے جہاد
پر بیعت لی، صحابہ اُتے تھے اور آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہتے تھے کہ ہم لڑتے لڑتے مرجائیں گے
اور ہرگز کسی صورت میں میدان سے منہ نہ موڑیں گے۔ تقریباً چودہ سو صحابہ نے بیعت کی۔ بعض روایتوں
میں ۱۳ سو اور ۱۵ سو کی تعداد بھی آئی ہے۔ اسی کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اس بیعت سے مشرکین کا نپ
اُٹھے۔ اُن کے پاس جتنے مسلمان تھے انہوں نے سب کو چھوڑ دیا اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔

(ابن کثیر: ۱۸۵، ۱۸۶، ۴/۱۸۶، ۴/۳۲۳، ۴/۳۲۴)

منافقین کے حیلے بہانے

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا
فَاسْتَغْفِرْنَا يَقُولُونَ يَا لَيْسَ بِهِمْ مَالٍ لَّيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَنْ
يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ
نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ
يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ
فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنًّا سَوْءًا وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝ وَ

۱۱-۱۳

مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝
وَاللّٰهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ
مَنْ يَّشَاءُ ۝ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيْمًا ۝

جو دیہاتی لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ اب آپ سے کہیں گے کہ ہم اپنے مالوں اور اہل و اعیال میں لگے رہ گئے سو آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کیجئے۔ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں، جو ان کے دلوں میں نہیں ہے آپ کہہ دیجئے کہ اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا تمہیں کوئی نفع دینا چاہے تو وہ کون ہے جو تمہارے لئے اللہ کے سامنے کسی چیز کا کچھ اختیار رکھتا ہو بلکہ اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے، بلکہ تم نے تو یہ خیال کیا تھا کہ رسول اور مومن اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے اور تمہارے دلوں کو یہ بات اچھی معلوم ہوئی اور تم نے براگمان کر رکھا تھا اور تم تو تھے ہی تباہ ہونے والے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی (ان) کافروں کے لئے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جس کی چاہے مغفرت فرمادے اور جس کو چاہے سزا دے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

بُورًا : برباد ہونے والے، ہلاک ہونے والے۔ واحد بانثراً۔

اعْتَدْنَا : ہم نے تیار کیا۔ اعْتَادَ سے ماضی۔

سَعِيرًا : دہکتی ہوئی آگ۔ سَعَرَ سے صفت مشبہ بمعنی مفعول۔

تشریح: مدینے سے عمرے کے لئے روانہ ہوتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روانگی کا اعلان فرمادیا تھا اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کی ترغیب دی تھی۔ اس وقت دیہاتی قبائل جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا جہاد سے جی چرا کر موت کے خوف سے گھروں میں بیٹھ رہے اور آپس میں کہنے لگے کہ جو قوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر یعنی مدینے آ کر ان کے کتنے ہی ساتھیوں کو قتل کر گئی اگر یہ لوگ اس کے گھر جا کر اس سے لڑیں گے تو اس کی زبردست طاقت انہیں چکنا چور کر دے گی اور مسلمانوں کا یہ گروہ جو اتنی بڑی جماعت سے ٹکر لینے جا رہا ہے تباہ ہو جائے گا۔ اب یہ واپس نہیں

آ سکتے سب وہیں مرکٹ جائیں گے۔ ابن عباس اور مجاہد نے کہا کہ آیت میں اعراب سے قبائل غفار مزینہ، جہدہ، نخع اور اسلم کے بدوی مراد ہیں۔ جب حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ چلنے کی دعوت دی تو قریش سے لڑائی کا ڈر ان کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ ان کے خیال میں مسلمان کمزور تھے اور تعداد میں بھی کم تھے اس لئے ان کی شکست یقینی تھی اسی لئے انہوں نے جانے سے گریز کیا اور آپ ﷺ کی دعوت کو ٹال دیا۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان صحیح سلامت مدینے واپس آ گئے تو ان لوگوں نے ساتھ نہ جانے کی معذرت پیش کی کہ ہمارے اموال اور اہل عیال کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں تھا، اس لئے ہم ساتھ نہ جاسکے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری کوتاہی کو معاف کر دینے کی دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ اعراب یہ بات کہیں گے اور اللہ نے آپ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ لوگ جو معذرت کریں گے اور معافی کی درخواست کریں گے وہ محض زبانی بات ہوگی ان کے دلوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ آپ ان کو جواب دے دیجئے کہ تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہ دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ اگر اللہ تمہارے مال اولاد میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا تم گھر میں رو کر اسے روک دو گے یا اگر وہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہے اور تم سفر میں ہو تو کیا کوئی اسے روک سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی مشیت و ارادے کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ اس کو منظور نہیں تھا کہ تمہیں اس مبارک سفر کے فوائد حاصل ہوں اور نہ اب منظور ہے کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پیچھے رہ جانا کسی عذر کے باعث نہ تھا بلکہ نافرمانی کے طور پر تھا تمہارا خیال تھا کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اپنے گھروں کو کبھی نہیں لوٹ کر آئیں گے۔ شیطان نے اس خیال کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا تھا۔ تم اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں برے گمان رکھتے تھے اور تم تو اپنے برے گمانوں اور بد اعتقادیوں کی وجہ سے تھے ہی برباد ہونے والے لوگ۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر خلوص کے ساتھ ایمان نہ لائے تو ایسے منکرین کے لئے ہم نے دہشتناک تیار کر رکھی ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے۔ وہی مالک و متصرف ہے وہ جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے عذاب دے۔ وہ قادر مطلق ہے اور بڑا مغفرت کرنے والا مہربان ہے جو اس کی طرف جھکے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹائے تو اس کے لئے وہ اپنا دروازہ کھول دیتا ہے خواہ اس نے کتنے ہی گناہ کئے ہوں۔ وہ نہ صرف توبہ قبول اور گناہ معاف فرما دیتا ہے بلکہ وہ مہربانی

سے پیش آتا ہے۔ (مظہری ۲۰/۹، عثمانی ۵۷۷، ۵۷۸/۲)

خیبر میں ساتھ لے جانے کی ممانعت

۱۵ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ يَتَّخِذُونَهَا
ذُرُوعًا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُلْ لَنْ
تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسَدُونَنَا
بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

جب تم غنیمتیں لینے چلو گے تو پیچھے رہ جانے والے کہیں گے کہ ہمیں بھی ساتھ
چلنے کی اجازت دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل دیں۔ آپ کہہ دیجئے
کہ اللہ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ سو وہ لوگ
کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔

انْطَلَقْتُمْ : تم چلے۔ انْطَلَاق سے ماضی۔

ذُرُوعًا : تم ہم کو چھوڑ دو۔ وَذُرٌّ سے امر۔

تشریح: حدیبیہ سے واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ماہ مدینے میں قیام فرمایا۔ پھر محرم
یا جمادی الاولیٰ ۷ھ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے خیبر پر چڑھائی کی جہاں غدار یہود آباد تھے۔
غزوہٴ اعراب کے موقع پر انہی یہود نے بدعہدی کی اور دیگر کافروں کو جمع کر کے مدینے پر یلغار کر دی
تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خیبر روانگی سے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا دیا تھا کہ جو اعراب
حدیبیہ کے سفر میں آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے وہ اب ساتھ چلنے کو کہیں گے کیونکہ وہاں خطرہ کم
اور غنیمت کی امید زیادہ ہے۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ تمہاری درخواست سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کہہ چکا ہے
کہ تم اس سفر میں ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے کیونکہ تم جنگ سے جی چرا کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے
تھے اس لئے خیبر کی غنیمت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے خیبر کی غنیمت کا وعدہ اہل حدیبیہ سے
کیا ہے، نہ کہ ان لوگوں سے جو عین مصیبت کے وقت گھروں میں دبک گئے تھے۔ اب یہ لوگ چاہتے
ہیں کہ معرکہ خیبر میں شریک ہو کر اللہ کے کلام کو بدل دیں۔

پھر فرمایا کہ حدیبیہ میں شرکت نہ کرنے والے اعراب اب یہ کہیں گے کہ اللہ نے اس بارے
میں کچھ بھی نازل نہیں فرمایا بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو کہ ہم مال غنیمت میں تمہارے ساتھ شریک

ہو جائیں گے اور چاہتے ہو کہ ہمارا فائدہ نہ ہو اور غنیمت کا حصہ تمہارے سوا کسی اور کو نہ ملے۔ درحقیقت یہ لوگ حق بات تو بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔

مستقبل کے معرکوں کی خبر

۱۶-۱۷ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّعُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ

شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا

حَسَنًا وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا

أَلِيمًا ۝ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا

عَلَى الْمَرْيُومِ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّةٌ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يَُعَذِّبْهُ اللَّهُ بِأَلِيمٍ ۝

آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ بہت جلد تم ایک سخت

جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے۔ تم ان سے لڑتے رہو یا وہ اطاعت قبول

کر لیں۔ سوا اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم

روگردانی کرو گے جیسا کہ تم اس سے پہلے کر چکے ہو تو تمہیں دردناک عذاب

دے گا۔ نہ اندھے پر (جنگ میں عدم شرکت کا) کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے

پر اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ

وسلم) کی اطاعت کرے گا تو اللہ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن

کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور جو شخص روگردانی کرے گا تو وہ اس

کو دردناک عذاب دے گا۔

بأس : قتال، لڑائی، جنگ۔

اعرج : لنگڑا۔ عرج سے صفت مشبہ۔

تشریح : غزوہ خیبر کے وقت جتنے متخلفین حدیبیہ تھے، سب کو غزوہ خیبر میں شرکت سے رو

ک دیا گیا تھا حالانکہ ان میں سب منافق نہیں تھے بلکہ ان میں سے بعض مسلمان تھے نیز حدیبیہ کے

موقع پر جو لوگ منافق تھے ان میں سے بھی بعض کو بچے ایمان کی توفیق ہو گئی تھی، اس لئے ایسے لوگوں

کی دلجوئی اور تسلی کے لئے فرمایا کہ اللہ کے وعدے کے مطابق اگرچہ غزوہ خیبر اہل حدیبیہ کے لئے

مخصوص کر دیا گیا ہے مگر مختلفین حدیبیہ میں سے جو لوگ مخلص مسلمان ہیں اور دل سے جہاد میں شرکت چاہتے ہیں ان کے لئے دوسرے مواقع آنے والے ہیں۔ قرآن کریم نے ان مواقع کو ایک خاص پیشگوئی کی صورت میں بیان کیا ہے جس کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والا ہے۔

(معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۷/۸)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ حدیبیہ کے موقع پر پیچھے رہ جانے والوں سے کہہ دیجئے کہ تم خیر کی لڑائی میں تو نہیں جاسکتے لیکن اس کے بعد بہت سے معرکے پیش آنے والے ہیں۔ بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہوں گے۔ یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دے کر اسلام کے فرماں بردار نہ ہو جائیں۔ اگر تمہیں واقعی جہاد کا شوق ہے تو اُس وقت دادِ شجاعت دینا۔ اگر اُس وقت تم اللہ کی عبادت کرو گے تو وہ تمہیں بہترین بدلہ دے گا۔ اور اگر اُس وقت بھی تم نے روگردانی کی جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر کر چکے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

جنگجو قوم سے کون سی قوم مراد ہے اس میں کئی اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک ہوازن کا قبیلہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے ثقیف کا قبیلہ مراد ہے، بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد اہل فارس یا اہل روم وغیرہ ہیں جن سے خلفائے راشدین کے زمانے میں لڑائیاں ہوئیں اور بعض کے نزدیک کوئی خاص قبیلہ یا گروہ مراد نہیں بلکہ مطلق جنگجو قوم مراد ہے جو ابھی تک مقابلے پر نہیں آئی۔ زہری اور مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے بنی حنیفہ مراد ہیں یعنی اہل یمامہ جو مسلمہ کذاب کے ساتھی تھے، حضرت رافع بن خدیج نے کہا کہ ہم یہ آیت پڑھتے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ قوم سے کون لوگ مراد ہیں یہاں تک کہ حضرت ابو بکر نے بنی حنیفہ سے لڑنے کے لئے لوگوں کو دعوت دی۔ اس وقت ہم سمجھے کہ قوم سے مراد بنی حنیفہ ہیں۔ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ بیضاوی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ جب مذکورہ بالا آیت ۱۶ نازل ہوئی تو معذور لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا حکم ہے، اس پر یہ آیت ۱۷ نازل ہوئی کہ جو شخص اندھ یا لنگرا ہو یا بیمار ہو اس پر جہاد فرض نہیں ہے پہلے دونوں عذر یعنی اندھ یا لنگرا ہونا، مستقل ہیں اور تیسرا عذر یعنی بیمار ہونا عارضی ہے یعنی بیمار صرف بیماری کے زمانے میں معذور ہے۔ بیماری سے تندرست ہونے کے بعد اس

کا عذر ختم ہو جائے گا اور جو شخص جہاد وغیرہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلے گا تو اللہ اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو اللہ کی اطاعت سے روگردانی کرے گا تو اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا۔ (روح المعانی: ۱۰۲، ۱۰۳، ۲۶/۱، مظہری: ۹/۲۲)

بیعت رضوان

۱۸-۱۹: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝
(اس وقت) یقیناً اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے (جہاد کے لئے) آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں تھا وہ اللہ کو خوب معلوم تھا پھر اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو فتح قریب بطور انعام عطا فرمائی اور بہت سی غنیمتیں جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

تحت: نیچے۔ اسم ظرف مکان ہے۔

شجرات: درخت، پیز۔ جمع شجرات۔

اثابہم: اس نے ان کو ثواب دیا، اس نے ان کو انعام دیا۔ اثابۃ سے ماضی۔

تشریح: حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کے ہاتھوں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے میدان میں صحابہ کرامؓ سے آخری دم تک لڑنے کی جو بیعت لی تھی اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے اسی سورت کی آیت دس میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کے شرکاء سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے، اسی لئے اس کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد ۱۴ سو نفر تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم لوگ روئے زمین کے تمام انسانوں سے بہتر ہو۔ صحیح مسلم میں ام بشر سے مرفوعاً روایت ہے جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا۔ گویا بیعت رضوان کے شرکاء کی مثال غزوہ بدر کے شرکاء کی سی ہے۔ جس طرح

قرآن و حدیث میں اُن کے متعلق رضائے الہی اور جنت کی بشارتیں بیان ہوئی ہیں اسی طرح بیعت رضوان کے شرکاء کے لئے بھی رضائے الہی اور جنت کی بشارتیں ہیں۔

پھر فرمایا کی صحابہ کرامؓ کے دلوں میں صدق اخلاص اور بیعت کے عہد کو پورا کرنے کا جو عزم تھا وہ اللہ کو معلوم تھا پھر اللہ نے اُن کے دلوں میں سکون و اطمینان پیدا فرمادیا جس سے ان کو اللہ کا حکم ماننے میں ذرا بھی پس و پیش اور تردد نہیں ہوا اور اس کے ساتھ ہی اللہ نے ان کو ایک فتح (خیر کی فتح) بھی عنایت فرمادی جس میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور مسلمانوں کو خوشحالی حاصل ہوئی۔ اللہ بڑا ازبر دست اور حکمت والا ہے۔

آیت میں جس شجرہ کا ذکر ہے اس سے مراد ببول کا وہ درخت ہے جس کے نیچے آپ نے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی تھی۔ صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حج کیلئے گیا۔ راستے میں میرا گزرا ایسے لوگوں پر ہوا جو ایک مقام پر جمع تھے اور نماز پڑھ رہے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون سی مسجد ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی۔ میں اس کے بعد حضرت سعید بن مسیبؓ کے پاس حاضر ہوا اور ان کو واقعے کی خبر دی انہوں نے فرمایا کہ میرے والد اُن لوگوں میں سے تھے جو اس بیعت رضوان میں شریک تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جب ہم (بیعت رضوان کے) اگلے سال مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو ہم نے وہ درخت تلاش کیا۔ وہ ہم سب کو بھلا دیا گیا اور ہمیں اس کا پتہ نہ چل سکا۔ پھر سعید بن مسیبؓ نے فرمایا کہ تعجب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو تو اس درخت کا پتہ نہیں جو خود اس بیعت میں شریک تھے تمہیں وہ معلوم ہو گیا، کیا تم اُن سے زیادہ واقف ہو۔ (روح المعانی: ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱/۴)

مغانم کی بشارت

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُ وَنَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ
وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ
صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ
بَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ جن کو تم حاصل کرو گے سو یہ

غنیمت تو تمہیں جلد ہی عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ
مومنوں کے لئے یہ ایک نمونہ ہو جائے تاکہ وہ تمہیں سیدھے راستے
پر چلائے۔ ایک فتح (فتح مکہ) اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی۔ وہ
اللہ کے احاطہ قدرت میں ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مَغَانِمُ : غنیمت کے مال۔ واحد مَغْنَمٌ۔

كَفَّ : اُس نے روک دیا، اُس نے باز رکھا۔ كَفَّ سے ماضی۔

تشریح: خیبر کی فتح اور اُس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ
نے مسلمانوں سے بہت سے مغنم کا وعدہ فرمایا جن کو وہ بعد کے زمانے میں حاصل کریں گے۔ ان
مغنم سے قیامت تک حاصل ہونے والی تمام فتوحات اور اُن کے اموال غنیمت مراد ہیں جن پر ابھی
ان کو قدرت نہیں۔ ان فتوحات میں چونکہ سب سے پہلے فتح مکہ ہوئی اس لئے بعض حضرات نے اس
سے فتح مکہ مراد لی مگر الفاظ عام ہیں اس لئے قیامت تک ہونے والی فتوحات اس میں شامل ہیں
اگرچہ خیبر کے مغنم اہل حدیبیہ کے لئے مخصوص تھے مگر اُس کے بعد کی فتوحات کے اموال غنیمت
سب کے لئے عام ہیں۔

پھر فرمایا کہ اُس نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ اہل ایمان کے لئے یہ واقعہ
دوسرے وعدوں کے سچا ہونے کا ایک نمونہ بن جائے، یعنی اللہ کے وعدوں کے سچا ہونے پر اُن کا ایمان
اور زیادہ پختہ ہو جائے اور تمہیں توکل کے راستے پر ڈال دے تاکہ آئندہ تم ہر کام میں اللہ پر بھروسہ
کرنے لگو اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آیت میں کَفَّ اِیْدَ النَّاسِ میں کَفَّ ماضی کا صیغہ ہے اور آئندہ
ہونے والی چیزوں کو ماضی کے صیغے سے بیان کرنا قرآن کا محاورہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے اہل خیبر کو اپنی قوت دکھانے کا موقع ہی نہیں دیا، بغوی کہتے ہیں کہ قبیلہ غطفان خیبر کے یہود کا حلیف
تھا جب اس قبیلہ کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کر دی ہے تو وہ پوری حربی تیاری
کے ساتھ یہود کی مدد کے لئے نکلے مگر اللہ نے اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور ان کو یہ اندیشہ
پیدا ہو گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم یہود کی مدد کے لئے جائیں۔ اور مسلمانوں کا کوئی لشکر ہماری عدم
موجودگی میں ہمارے گھروں پر حملہ کر دے اس لئے ان میں سے کوئی بھی یہود کی مدد کو نہ جا سکا۔

(مظہری: ۹/۲۳، معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ۸/۸۲)

مشرکین پر غلبہ

۲۲-۲۳: وَلَوْ قَتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ
وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ
وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ بُدْلًا ۝ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ
عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ
عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

اگر کافر تم سے لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی حمایتی ملتا اور نہ مددگار۔ اللہ کا یہی دستور پہلے سے چلا آ رہا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز رد و بدل نہ پائیں گے۔ اور اللہ وہی ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے خاص مکے میں روک دیا بعد اس کے کہ اُس نے تمہیں اُن پر فتح یاب کر دیا تھا اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

تشریح: حدیبیہ کے موقع پر اگر لڑائی کی نوبت آ جاتی تو اس میں مسلمان ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور ان کو کوئی مددگار بھی نہ ملتا مگر اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ فی الحال فریقین میں صلح ہو اور صلح کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں جب اہل حق اور اہل باطل میں فیصلہ کن مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق ہی غالب ہوتے ہیں اور اہل باطل مغلوب و مقہور کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہی دستور چلا آ رہا ہے کہ اللہ کے اولیا اور انبیاء اللہ کے دشمنوں پر غالب رہیں گے جیسے ارشاد ہے:

لَا غَلِبَنَّا اَنَا وَرُسُلِي

بلاشبہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ (المجادلہ: ۲۱)

اور ارشاد ہے:

فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝

بے شک اللہ کا گروہ ہی غالب رہے گا۔ (المائدہ: ۵۶)

اُس کا دستور بدلتا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بھی اسی دستور کے تحت غلبہ

پائے گا۔ یہی آسمانی فشا ہے آپ کے بارے میں سابقہ انبیاء فرما گئے ہیں کہ یہ پتھر جس پر گرے گا اس کو چور چور کر دے گا اور جو اس پر گرے گا وہ پاش پاش ہو جائے گا۔

مشرکین مکہ نے اپنے کچھ آدمی ٹولیوں کی شکل میں حدیبیہ میں بھیجے تھے تاکہ وہ موقع پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ شہید کر دیں یا مسلمانوں میں سے جو اکاذکال لوگ اُن کے ہاتھ آجائیں اُن کو ستائیں۔ چنانچہ انہوں نے بعض لوگوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی کی، اشتعال انگیز کلمات کہے اور ایک مسلمان کو قتل بھی کیا۔ صحابہ کرامؓ نے ان میں سے بعض کو زندہ گرفتار کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اُن کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا۔ آیت وھو الذی کف یدیہم اسی کے بارے میں نازل ہوئی اور اس میں اسی قسم کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔
(عثمانی: ۲/۵۸۱، حقانی: ۴/۴۵)

حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی مصلحت

۲۵-۲۶: هُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحَلَّهُ وَلَوْلَا رِجَالُ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءُ مُؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوُّهُمْ فَتَصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا اور قربانی کے جانور بھی اپنی (ذبح ہونے کی) جگہ پہنچنے سے رکے رہے۔ اگر (اس وقت مکہ میں) بہت سے مومن مرد اور مومن عورتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے، نہ ہوتیں اور یہ کہ تم ان کو پس ذالوگے پھر ان کی وجہ سے تمہیں بھی ایسے کام کی بنا پر نقصان پہنچ جاتا جو تم نے بے خبری میں کیا (تو ان کافروں

کا قصہ ہی تمام کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا) تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے۔ اگر وہ (کلمہ گو) کافروں سے الگ ہو جاتے تو اُن میں سے جو کافر تھے ہم اُن کو دردناک عذاب دیتے۔ جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر تسکین نازل فرمائی اور ان مومنوں کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس کے اہل اور مستحق تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

مَغْكُوفًا: بند کیا ہوا، روکا ہوا۔ عَكُفٌ سے اسم مفعول۔

تَطْلُوهُمْ: تم اُن کو روند ڈالو گے، تم اُن کو پامال کرو گے۔ وَطَأَ سے مضارع۔

مَعْرَةً: ایذا، ضرر، تکلیف، عیب۔

تَزِيلُوا: وہ ٹل گئے، وہ جدا ہو گئے۔ تَزِيلٌ سے ماضی۔

تشریح: وہ اہل مکہ ہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور حدیبیہ کے موقع پر تمہیں مسجد حرام جانے اور قربانی کے جانور کو حرم کے اُس حصے تک پہنچے سے روکا جہاں لے جا کر ذبح کرنے کا عام دستور اور معمول ہے۔ قربانی کے یہ جانور حدیبیہ ہی میں رکے رہے اور مجبوراً وہیں ذبح کئے گئے۔ مکے میں کچھ مرد اور کچھ عورتیں درپردہ ایمان لائے ہوئے تھے اور مسلمان اُن کو پوری طرح جانتے نہ تھے اگر اس موقع پر مشرکین کے ساتھ لڑائی ہو جاتی تو یہ مسلمان بے خبری میں تمہارے ہاتھوں پامال ہو جاتے اور کافروں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ مسلمان، مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے اسی لئے فی الحال لڑائی کو موقوف رکھا گیا تھا تاکہ وہ مسلمان محفوظ رہیں اور اس بے مثال صبر و تحمل کی بدولت اللہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، اللہ جس پر چاہتا ہے مہربانی فرماتا ہے۔ اگر مکے میں مجبوس مسلمان مشرکین سے الگ اور ممتاز ہوتے کہ مسلمان اُن کو پہچان کر جنگ کے مصائب سے محفوظ رکھتے تو ان کفار کے حالات کا تقاضا یہی تھا کہ ان کو اُسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں سخت سزا دلوا دی جاتی۔

پھر فرمایا گویا کہ وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب مشرکین مکہ نے اپنے دلوں میں نادانی کی ضد کو بٹھالیا تھا، جاہلیت کی حمیت کو جمالیا تھا کہ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ نہ کرنے دیا جائے۔ صلح نامے پر بسم اللہ نہ لکھی جائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے صرف محمد بن عبد اللہ تحریر کیا جائے وغیرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب باتیں قبول فرمائیں اور مسلمانوں نے سخت اضطراب کے باوجود اللہ کے رسول کے ارشاد کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر اللہ نے مومنوں کو سکون

وطنانیت عطا فرمائی اور انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور جنگ پر قدرت رکھنے کے باوجود لڑائی سے باز رہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ (عثمانی: ۵۸۱، ۵۸۲، ۲/مظہری ۳۳، ۳۴)

آپ ﷺ کا خواب

۲۷-۲۸: لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَمِينِينَ مُخْلَقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكُفًىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو واقعے کے مطابق سچا خواب دکھایا کہ انشاء اللہ تم امن و امان کے ساتھ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے بعض سرمنڈواتے ہوئے اور بعض بال کترواتے ہوئے کسی اندیشے کے بغیر، سو اللہ کو وہ معلوم ہے جو تم نہیں جانتے، پھر اس نے اس (فتح مکہ) سے پہلے ہی ایک نزدیک کی فتح دیدی (یعنی خیبر کی فتح) اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ حق ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

مُخْلَقِينَ: بال منڈوانے والے، سرمنڈوانے والے۔ تَخْلِيقٌ سے اسم فاعل۔

مُقَصِّرِينَ: بال کتروانے والے، کم کرنے والے۔ تَقْصِيرٌ سے اسم فاعل۔

شان نزول: حدیبیہ میں جب صلح مکمل ہو گئی اور یہ بات یقینی ہو گئی کہ عمرہ ادا کئے بغیر مدینے واپس جانا ہے تو صحابہ کرام کے دلوں میں شکوک پیدا ہونے لگے کہ آپ نے مدینے میں جو خواب دیکھا تھا کہ ہم مکے میں امن و امان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے طلق اور قصر کرایا تو (معاذ اللہ) آپ کا خواب سچا نہ تھا ادھر کفار و منافقین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تمہارے رسول کا خواب صحیح نہیں ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کیلئے مدینے میں خواب دیکھا تھا اس میں سال کا تعین

نہیں تھا مگر صحابہ کرامؓ نے خیال کیا کہ شاید یہ اسی سال ہو اس لئے انہوں نے آپؐ کا خواب سن کر عمرے میں رغبت ظاہر کی اور اسی سال سفر کا ارادہ کر لیا۔ آپؐ نے بھی اپنے اصحاب کے اشتیاق کی وجہ سے ان کی موافقت فرمائی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں تھیں جن کا ظہور صلح حدیبیہ کے وقت ہوا۔ جب صلح مکمل ہو گئی تو حدیبیہ سے واپسی کے وقت بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکے میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا صحابہؓ نے عرض کیا! نہیں۔ آپؐ ﷺ نے فرمایا بیشک اسی طرح ہو کر رہے گا۔ امن و امان کے ساتھ مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے اور تم میں سے کوئی سرمنڈوا کر اور کوئی بال کترا کر احرام کھولے گا اور وہاں کسی قسم کا کھکانہ ہوگا چنانچہ حدیبیہ سے اگلے سال اسی طرح ہوا، پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی کو بیان فرمایا ہے کہ بیشک اللہ نے اپنے رسولؐ کو سچا خواب دکھایا ہے۔ اللہ کی قدرت میں تو یہ بھی تھا کہ وہ اسی سال تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے کی سعادت نصیب فرمادیتا مگر ایک سال تک تاخیر کرنے میں بڑی مصلحتیں تھیں جن کو اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے تھے انہی مصلحتوں میں سے ایک خیبر کی فتح بھی ہے تاکہ مسلمانوں کی قوت اور سامان میں اضافہ ہو اور وہ فراغت و سکون کے ساتھ عمرہ ادا کریں۔

اللہ ہی نے اپنے رسولؐ برحق کو سچے دین اور ہدایت کے سامان (قرآن) کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اگر حنینت جاہلیت والے (مشرکین مکہ) آپؐ کے نام کے ساتھ رسول کا لفظ لکھنے سے گریز کرتے ہیں تو آپؐ اس پر رنجیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ آپؐ کی رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے جس نے آپؐ کی رسالت کو دلائل اور کھلے معجزات سے ثابت کر دکھایا ہے۔ سو آپؐ کے اللہ کا رسول ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

(عثمانی: ۲/۵۸۳، معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸۹، ۸/۹۱)

صحابہ کرامؓ کے اوصاف

۲۹ : مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ
فَازْرَعَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ
بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ
مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ٥

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت
ہیں آپس میں رحم دل، اے مخاطب تو انہیں دیکھے گا کہ وہ رکوع کر رہے ہیں
سجدہ کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کے طلب گار ہیں۔ اُن کی نشانی
سجدوں کے اثر سے اُن کے چہروں پر نمایاں ہے۔ ان کے یہ اوصاف توریت
اور انجیل میں آئے ہیں، ان کی مثال ایک کھیتی کی مانند ہے کہ اس نے پہلے
زمین سے سوئی کی طرح ایک پتی نکالی پھر اسے مضبوط کیا۔ پھر وہ موٹی ہوئی
اور اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ ان سے
کافروں کا جی جلے۔ اللہ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے
نیک کام کئے، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

بِسْمَاهُمْ : اُن کا علیہ، ان کا چہرہ، ان کی علامت۔

شَطْئُهُ : اُس کی سوئی، اُس کی کوئیل، اس کا پتہ۔ جمع شَطْوَاء۔

ازْرَعَهُ : اُس نے قوی کیا۔ مَوْءَ ازْرَعَةٍ سے ماضی۔

سَوْقِهِ : کھیتی کی نالیں، اُس کی جڑیں، اُس کے تنے۔ واحد سَاقٌ۔

تشریح: چار جگہ کے سوا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورے قرآن میں القاب و اوصاف کے ساتھ مخاطب
فرمایا ہے جیسے یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، یَا أَيُّهَا الْمَزْمَل، یَا أَيُّهَا الْمَدَّثِرُ وغیرہ۔ جن چار مقامات پر آپ کا نام
مبارک مذکور ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ (الاعتراف ۱۴۴) ۲۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ

رِجَالِكُمْ (الاحزاب ۴۰) ۳۔ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَیْ مُحَمَّدٍ (محمد ۲) ۴۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

(الفتح ۲۹) اس کے برعکس دوسرے انبیاء کو نام کے ساتھ پکارا گیا ہے جیسے یَا اِبْرَاهِیْمُ، یَا مُوسٰی، یَا عِیْسٰی۔

یا یحییٰ وغیرہ۔ حدیبیہ کے صلح نامے میں جب حضرت علیؑ نے محمد رسول اللہؐ لکھا تو مشرکین مکہ نے اس

کو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھنے پر اصرار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو قبول فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ لا کر اس کو دائمی بنا دیا۔ اب قیامت تک یہ اسی طرح پڑھا اور لکھا جائے گا۔

اس کے بعد صحابہ کرامؓ کی صفات بیان فرمائی ہیں کہ وہ کفار کے لئے بہت سخت اور آپس میں مہربان ہیں کیونکہ ان کی دوستی اور دشمنی اور محبت یا عداوت سب اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو ایمان کامل کا اعلیٰ مقام ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے بغض کیا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ (بخاری: ۱/۱۰)

پھر فرمایا کہ وہ لوگ رکوع اور سجود اور نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کو دیکھنے والے ان کو اکثر اسی کام میں مشغول پائیں گے۔ سو پہلا وصف کمال ایمان کی علامت تھی تو دوسرا وصف کمال عمل کی علامت ہے کیونکہ اعمال میں سب سے افضل عمل نماز ہے۔ رکوع اور سجود کے آثار ان کے چہرے سے نمایاں ہوتے ہیں۔ اس سے مراد وہ نشان نہیں جو سجود کی وجہ سے بعض لوگوں کی پیشانی پر پڑ جاتا ہے بلکہ وہ انوار مراد ہیں جو موقتی اور عبادت گزار لوگوں کے چہروں پر مشاہدہ کئے جاتے ہیں اس آیت میں اگر لفظ توریت پر وقف کیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ صحابہ کرامؓ کے مذکورہ اوصاف کی مثال توریت میں بیان کی گئی ہے اور انجیل میں ان کی ایک اور مثال یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ایسے ہیں جیسے کوئی کاشت کار زمین میں بیج اُگائے تو پہلے وہ ایک کمزوری سوئی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، پھر اُس میں شاخیں نکلتی ہیں اور رفتہ رفتہ مضبوط تنابن جاتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شروع میں بہت کم اور کمزور تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اُن کی تعداد اور قوت بڑھتی رہی یہاں تک کہ حجتہ الوداع کے موقع پر آپ کے ساتھ حج میں شریک ہونے والوں کی تعداد دُیڑھ لاکھ کے قریب تھی۔

اگر توریت کی بجائے انجیل پر وقف کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ چہروں کے نور کی نشانی توریت میں بھی ہے اور انجیل میں بھی اور کزروع سے علیحدہ مثال ہے، اکثر مفسرین نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو ضعف کے بعد قوت اور قلت کے بعد کثرت اس لئے عطا فرمائی تاکہ ان کو دیکھ کر کافر حسد کی آگ میں جلیں۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو اللہ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ (معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۹۱، ۹۵، ۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الحجرات

وجہ تسمیہ: اس سورت کی چوتھی آیت میں بنو تمیم کے وفد کے بارے میں ہے کہ جو لوگ حجروں کے پیچھے سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اسی مناسبت سے اس کا نام الحجرات مشہور ہو گیا۔

تعارف: اس میں ۲ رکوع، ۱۸ آیات، ۳۴۳ کلمات اور ۶۷۱۴ حروف ہیں۔ یہ سورت بالاجماع مدنیہ ہے، یعنی ہجرت کے بعد مدینے میں نازل ہوئی۔ اس میں آداب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حقوق رسالت کا بیان ہے کہ امتی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کیا حقوق عائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو جو فضائل و کمالات عطا فرمائے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع ہی کے سبب سے تھے۔

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و حقوق اور جھوٹی خبروں کے تحقیق کرنے کا حکم ہے۔ آخر میں لڑائی کی صورت میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانے کا حکم ہے۔

رکوع ۲: ایک دوسرے کا مذاق اڑانے، بدگمانی اور غیبت کی ممانعت کا بیان ہے۔ پھر فضیلت و بزرگی کا مدار اور ایمان و اسلام کا فرق مذکور ہے۔ آخر میں اعراب کی طرف سے اپنے ایمان کا احسان جتنا بیان کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے آداب و حقوق

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۱۰﴾

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے (کسی معاملے میں) سبقت نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان سے اونچی آواز میں بات کرو، جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تَجْهَرُوا: تم پکارتے ہو، تم آواز بلند کرتے ہو۔ جَهْرُ سے مضارع۔

تَحْبَطُ: وہ مٹ جائے، وہ ضائع ہو جائے، وہ اکارت ہو جائے۔ حَبَطُ سے مضارع۔

شان نزول: ان آیات کے شان نزول میں متعدد واقعات منقول ہیں۔ قرطبی کے مطابق حدیث میں ۶ واقعات منقول ہیں۔ قاضی ابوبکر بن عربی کہتے ہیں کہ تمام واقعات صحیح ہیں کیونکہ وہ سب واقعات آیات کے عمومی مفہوم میں داخل ہیں۔ بخاری وغیرہ نے بطریق ابن جریج ابوملیکہ کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا بنی تمیم کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (یہ بات زیر غور تھی کہ اس قبیلے پر کس کو حاکم بنایا جائے) حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا قعقاع ابن معبد کو ان کا امیر بنا دیجئے اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اقرع بن حابس کو سردار مقرر کر دیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آپ تو میرے خلاف ہی چلنا چاہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا مقصد آپ کی مخالفت کرنا نہیں ہے۔ دونوں کی گفتگو بڑھی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دونوں کی آوازیں اونچی ہو گئیں۔ اس پر آیت نمبر ۱۱ نازل ہوئی۔

طبرانی نے الاوسط میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ کچھ لوگ ماہ رمضان کے شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھنے سے بھی پہلے روزے رکھ لیا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری: ۳۹/۴۰، معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۹۸-۱۰۳/۸) تشریح: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جس معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اس کا فیصلہ اپنی رائے سے نہ کرو بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کا انتظار کرو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں تو خاموشی سے کان لگا کر سنو اور ان سے

پہلے بولنے کی کوشش نہ کرو اور جو حکم وہ دیں اس پر بلا چوں و چرا عمل کرو۔ ہر معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی فرماں برداری اور تعظیم اسی وقت میسر ہوگی جب دل میں اللہ کا خوف ہوگا۔ بیشک اللہ تمہارے سب اقوال کو سننے والا اور تمام افعال کو جاننے والا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک اصل مقصد اللہ کے رسول کے سامنے پیش دستی کی ممانعت کرنا ہے۔ آیت میں اللہ کا ذکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے کیا گیا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ کے رسول پر تقدم گویا اللہ پر تقدم ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک آپ کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ آپ کی تعظیم اللہ کی تعظیم اور آپ سے بے ادبی اللہ سے بے ادبی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ۸۰)

اور ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ یقیناً اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے (الفتح: ۱۰)

پھر فرمایا کہ جب تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو تو اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کو اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہو۔ جیسے ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ (النور: ۶۳)

بلکہ آپ سے گفتگو کے وقت ادب احترام اور تعظیم و تکریم کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی بے احتیاطی سے تمام اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے۔ آپ ﷺ کے انتقال فرمانے کے بعد روضہ مبارک پر حاضری اور آپ کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی اسی طرح ادب و احترام ملحوظ رکھنا چاہئے۔

آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کے ثمرات

۳: إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

بے شک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے آزمایا ہے۔ اُن کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

يَغُضُّونَ: وہ نیچی رکھتے ہیں، وہ بند رکھتے ہیں۔ غَضُّ سے مضارع۔

شان نزول: ابن جریر نے محمد بن ثابت بن قیس بن شماس کی روایت سے بیان کیا کہ جب آیت یا ایہا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت البنی نازل ہوئی تو حضرت ثابتؓ راستے ہی میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدی ادھر سے گزرے اور رونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت ثابتؓ نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے، میری آواز بلند ہے۔ حضرت عاصمؓ یہ سن کر چلے گئے ادھر حضرت ثابتؓ کی ہچکی بندھ گئی اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور گھر جا کر اپنی بیوی جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی بن سلول سے کہا کہ میں اپنے گھوڑے کے بندھنے کی جگہ جارہا ہوں۔ تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیلوں سے جڑ دینا۔ خدا کی قسم میں اس میں سے نہ نکلوں گا یہاں تک کہ یا تو مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مجھ سے راضی کر دے۔ ادھر حضرت عاصمؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت ثابتؓ کی حالت بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ثابت کو بلا لاؤ۔ حضرت عاصمؓ جب اس جگہ پہنچے تو حضرت ثابتؓ وہاں موجود نہیں تھے۔ پھر وہ اُن کے گھر گئے تو اُن کو گھوڑا باندھنے کی جگہ میں بند پایا۔ حضرت عاصمؓ نے اُن سے کہا کہ چلو رسول صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے تم دروازے کے کیل نکال دو۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت ثابتؓ نے کہا کہ میری آواز اونچی ہے مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی گزارو گے، شہادت کی موت مارے جاؤ گے اور جنت میں داخل ہو گے۔ یہ سن کر حضرت ثابتؓ نے

کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ اور آپ کی بشارت پر راضی ہوں۔ اب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی آواز اُونچی نہیں کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(ابن کثیر: ۲/۲۰۶، مظہری: ۹/۳۲، ۳۱)

تشریح: جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو کمال تقویٰ سے خالص کر دیا۔ ایسے متقی اور پرہیزگاروں کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے۔ اگر ان لوگوں سے کبھی بے دھیانی میں ایسی حرکت واقع ہوئی جس سے آواز بلند ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے گا اور ان کی حسن نیت پر ان کو ثواب عظیم دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے آہستہ آواز سے بات کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور ایسے لوگ کمال کے انتہائی درجے پر فائز ہیں اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُونچی آواز سے بات کرنا اور شور و غل مچانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی برا ہے۔ بغوی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت سے بیان کیا کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت آہستگی سے بات کرتے تھے۔ حضرت ابن زبیر کی روایت میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی پست آواز سے بات کرتے تھے۔ کہ آپ سن بھی نہ پاتے تھے اور (دوبارہ) دریافت فرماتے تھے۔ (مظہری: ۹/۳۲، ۳۳)

آپ ﷺ کا ادب و احترام

۴-۵: إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝
وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

شان نزول: احمد، ابن جریر، ابوالقاسم البغوی، طبرانی اور ابن مردویہ نے صحیح سند کے ساتھ ابی سلمہ

بن عبد الرحمن کے طریق سے اقرع بن حابس سے بیان کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری طرف نکل کر آئیے۔ آپ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر اس نے کہا سنو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری تعریف کرنا بڑائی کا سبب ہے اور میری مذمت کرنا ذلت کا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالیٰ کی ہے اُس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ان الذین ینادونک الخ نازل فرمائی۔ (روح المعانی ۲۶/۱۳۹)

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ کچھ اعراب جمع ہو کر کہنے لگے کہ ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو اگر وہ سچا نبی ہے تو اس سے سعادت حاصل کرنے کے ہم سب سے زیادہ مستحق ہیں اور اگر وہ بادشاہ ہے تو ہم اس کے پیروں تلے پل جائیں گے۔ میں نے آ کر آپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ پھر وہ لوگ آئے اور حجرے کے پیچھے سے آپ کا نام مبارک لے کر پکارنے لگے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ آپ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا اللہ نے تیری بات سنی کر دی۔ اللہ نے تیری بات سنی کر دی۔ (ابن کثیر: ۳/۲۰۸)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے حجروں کے پیچھے جا کر آوازیں دیتے اور پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ بے عقل ہیں۔ وہ آپ کی عظمت اور ادب احترام کو نہیں سمجھتے، کیا معلوم اُس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو یا آپ کسی اور اہم کام میں مشغول ہوں، اس لئے اُن کو چاہئے تھا کہ کسی ذریعے سے آپ کو اطلاع کراتے اور آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار کرتے، پھر جب آپ باہر تشریف لا کر اُن کی طرف متوجہ ہوتے تو اُس وقت بات کرتے۔ یہی اُن کے حق میں بہتر ہوتا اور اسی میں دین و دنیا کی بہتری تھی۔ اب ایسے لوگوں کو اپنی تقصیر پر نادم ہو کر توبہ و استغفار کرنی چاہئے کیونکہ اللہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔ وہ ناجسبی اور نادانستگی میں سرزد ہونے والی باتوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ (عثمانی: ۵۸۶، ۵۸۷/۲)

فاسق کی خبر کی تحقیق

۶-۸: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاِسْقٌۢ بَنِيًّا فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تَصِيْبُوْۤا قَوْمًا بَہٰلَۃٍ فَتَصِيْبُوْۤا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِيْمِيْنَ ۝ وَاَعْلَمُوْۤا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِیْعُكُمْ فِیْ کَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ

لَعَنَتْكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ
وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ
الَّذِينَ شُدُّونَ ۖ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی میں ایذا پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتانے لگو اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں۔ اگر وہ تمہاری اکثر باتیں مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنادیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر و گناہ اور نافرمانی سے تمہیں متنفر کر دیا۔ یہی لوگ راہ راست پر ہیں اللہ کے فضل اور انعام کے باعث اور اللہ بڑے علم والا حکمت والا ہے۔

تَبَيَّنُوا: تم بیان کرو، تم ظاہر کرو، تم تحقیق کر لو۔ تَبَيَّنُ سے امر۔

عَنْكُمْ: تم کو تکلیف پہنچی، تم مشقت میں پڑے۔ عَنْت سے ماضی۔

شان نزول: اکثر مفسرین کے مطابق یہ آیتیں ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبیلہ بنی مصطلق سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ مسند احمد میں اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت حارث بن ضرار خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی جو میں نے قبول کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ نے زکوٰۃ کی فرضیت سنائی۔ میں نے اس کا بھی اقرار کر لیا اور کہا کہ میں اپنی قوم کے پاس واپس جاتا ہوں اور ان میں سے جو ایمان لائیں اور زکوٰۃ ادا کریں میں ان کی زکوٰۃ جمع کرتا ہوں آپ میرے پاس فلاں وقت میں کسی کو بھیج دیجئے میں اس کے ہاتھ جمع شدہ مال زکوٰۃ آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔

حضرت حارثؓ نے واپس جا کر مال زکوٰۃ جمع کر لیا جب مقررہ وقت گزر چکا اور آپ کا کوئی قاصد نہ آیا تو انہوں نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ اللہ کے رسول اپنے وعدے کے مطابق آ دی نہ بھیجیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی وجہ سے ہم سے ناراض نہ ہو گئے ہوں اور اس بنا پر آپ نے مال زکوٰۃ کے لئے اپنا کوئی قاصد نہ بھیجا

ہو۔ اگر آپ لوگ متفق ہوں تو اس مال کو لے کر ہم خود ہی مدینہ منورہ چلیں اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ چنانچہ یہ حضرات اپنا مال زکوٰۃ لے کر چل دیئے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن عقبہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیج چکے تھے مگر وہ ڈر کے مارے راستے ہی سے لوٹ آئے اور آ کر کہہ دیا کہ حارث نے زکوٰۃ روک لی ہے اور میرے قتل کے درپے ہو گیا۔ اس پر آپ ناراض ہوئے اور حارث کی تنبیہ کے لئے کچھ آدمی روانہ فرمائے جنہوں نے مدینے کے قریب راستے ہی میں حضرت حارث کو پالیا۔ حضرت حارث نے پوچھا کہ تم کہاں اور کس کے پاس جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تیری ہی طرف بھیجے گئے ہیں کیونکہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ولید کو زکوٰۃ نہیں دی بلکہ اُس کے قتل کے درپے ہو گئے۔ حضرت حارث نے کہا قسم ہے اُس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ نہ میں نے اسے دیکھا ہے اور نہ وہ میرے پاس آیا۔ چلو میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔

حضرت حارث جب آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تو نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے آدمی کو بھی قتل کرنا چاہا، حضرت حارث نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا، نہ میں نے انہیں دیکھا اور نہ وہ میرے پاس آئے بلکہ میں خود اس ڈر سے حاضر ہوا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مجھ سے ناراض نہ ہو گئے ہوں اور اسی لئے قاصد نہ بھیجا ہو۔ اس پر یہ آیتیں حکیم تک نازل ہوئیں۔

(ابن کثیر: ۲۰۸، ۲۰۹/۴)

تشریح: یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کسی معاملے کی کوئی خبر لائے تو پوری تحقیق و تفتیش اور چھان بین کے بغیر اس کی خبر پر اعتماد نہ کرو۔ ممکن ہے اس نے کوئی جھوٹ بات کہہ دی ہو یا بات کہنے اور سمجھنے میں غلطی کی ہو۔ اگر تم نے بلا تحقیق یقین کر لیا اور اس پر کاربند ہو گئے تو اس بات کا امکان ہے کہ جلد بازی اور معاملے کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی بنا پر تم کسی قوم کو ایذا اور نقصان پہنچا دو اور بعد میں جب حقیقت حال معلوم ہو تو اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ لہذا خبر کی تصدیق اور چھان بین ضروری ہے اور یہ بھی خیال رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اس لئے تم ان سے جھوٹ نہ بولو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے ان کو واقعے کی صحیح اطلاع دیدے گا جس سے جھوٹ کا پردہ فاش ہو جائے گا۔ سو تم ان کی حد درجہ تعظیم و توقیر کرو۔ اُن کے ساتھ

ادب سے پیش آؤ اور ہر معاملے میں ان کی پوری پوری اطاعت و فرماں برداری کرو اور ایسے معاملات میں اپنی رائے پر اصرار نہ کرو کیونکہ مشورہ طلب امور میں کوئی رائے دے دینا تو درست ہے لیکن یہ کوشش کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری رائے کے مطابق ہی عمل کریں درست نہیں۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر معاملات میں تمہاری رائے پر عمل کرنے لگیں اور وحی کا انتظار نہ کریں تو تم گناہ اور ہلاکت میں پڑ جاؤ گے، کیونکہ تمہاری بہت سی باتیں خطا سے خالی نہیں ہوتیں اس لئے ان پر چلنے کا انجام برا ہوگا۔ لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو پسندیدہ بنا دیا اور تمہارے دلوں میں اُس کی محبت ڈال دی اور کفر و بدکاری اور نافرمانی سے تمہیں نفرت دلا دی۔ اس لئے تم دل سے رسول کی اطاعت کو پسند کرتے ہو۔ اللہ کے فضل اور احسان سے ایسے ہی لوگ راہِ راست پر ہیں اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے احوال کو خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(حقانی: ۳۴۱، ۳۴۲، ۴/۳۴۲، مواہب الرحمن: ۱۷۱-۱۷۷/۲۶)

مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانا

وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ نَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو تم سب زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ رجوع کرے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کا خیال رکھو اور بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بیشک مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

طائفین دو گروہ، دو جماعتیں۔ طوف سے اسم فاعل۔

تفیء: وہ رجوع کرے۔ وہ لوٹ آئے۔ فئی سے مضارع۔

شان نزول: اس کے شان نزول میں کئی روایتیں ہیں۔ احمد، ابن مردویہ، ابن المنذر، ابن جریر، شیخین اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر عبد اللہ ابن ابی کی طرف تشریف لے گئے۔ عبد اللہ نے کہا کہ آپ گدھے کو ادھر ہی رکھیے۔ مجھے آپ کے گدھے کی بدبو سے اذیت ہوتی ہے۔ اس پر ایک انصاری نے کہا واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے۔ یہ سن کر عبد اللہ کا ایک طرف دار بھڑک اٹھا۔ دونوں باہم سخت ست کہنے لگے۔ ہر ایک کے ساتھی بھی اپنے آدمی کی طرف داری میں غضب آلود ہو گئے یہاں تک کہ کچھ ہاتھ پائی ہوئی، چھڑیوں اور جوتوں سے لڑائی ہونے لگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم نیز بغوی نے سدی کا بیان نقل کیا ہے کہ ایک عمران نامی انصاری تھے۔ ان کی بیوی ام زید نے اپنے میکے جانے کا ارادہ کیا تو شوہر نے روک دیا اور اس کو ایک بالا خانے میں رکھا۔ عورت نے اپنے میکے میں خبر کر دی وہاں سے اس کے قبیلے والے آ گئے اور اس کو بالا خانے سے اتار کر لے جانے لگے۔ اس کا شوہر باہر گیا ہوا تھا۔ اس کے لوگوں نے اپنے کنبے والوں سے مدد طلب کی۔ اس کے چچا کے بیٹے آ گئے اور عورت کو لے جانے میں مزاحمت کی۔ آخر دونوں فریقوں میں دھکم دھکا ہونے لگی اور جوتوں سے لڑائی شروع ہو گئی۔ ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھیج کر ان میں صلح کرا دی اور سب اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ (روح المعانی ۱۵۰، ۱۵۱/۲۶)۔

تشریح: اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں لڑائی ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں صلح کرا دیں اور دونوں گروہوں کو آپس کی عداوت اور بغض چھوڑ دینے کی ہدایت کریں۔ اگر کوئی گروہ اس کے بعد بھی دوسرے پر زیادتی کرے اور وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار کر دے اور اس کے پاس ایسی طاقت ہو کہ اس کو ظلم سے نہ روکا جاسکے تو اس زیادتی کرنے والے سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ باغی گروہ لڑائی میں مغلوب ہو کر اللہ کے حکم کو قبول کر لے تو دونوں گروہوں میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور تمام امور میں انصاف سے کام لو۔ بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

اگر کسی وقت ان میں اختلاف ہو جائے تو ان میں ملاپ کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو امید ہے کہ اللہ تم پر مہربان ہوگا اس لئے کہ خوف خدا اور تقویٰ ہی تمام احوال کی اصلاح کا ضامن اور اللہ تعالیٰ کی عنایات اور مہربانیوں کا موجب ہے۔

بغوی وغیرہ نے حضرت سالم کی وساطت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اس کی حق تلفی نہ کرے نہ گالی دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری کرتا رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی سختی دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے روز قیامت کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور کر دے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (مظہری: ۹/۴۹)

باہم مذاق اڑانے کی ممانعت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْبِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللِّقَابِ بَشَرًا إِلَّا سُمُّ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن يَفْعَلْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥١﴾

اے ایمان والو! کوئی جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑایا کرے ممکن ہے وہ اس سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ آپس میں طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا بھی گناہ ہے اور جو تو بہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

تَلْمِزُوا: تم عیب دو، تم طعنہ دو۔ لَمَزَ: مضارع۔

تَنَابَزُوا: تم برے نام سے پکارو، تم برے لقب سے پکارو۔ تَنَابَزَ: مضارع۔

تشریح: قرطبی کہتے ہیں کہ تمسخر اور استہزاء یہ ہے کسی کی تحقیر و تذلیل کے لئے اس کے کسی عیب کا اس طرح ذکر کرنا کہ لوگ ہنس لگیں۔ جس طرح یہ زبان سے ہوتا ہے اسی طرح ہاتھ پاؤں وغیرہ سے اس

کی نقل اتارنے یا اشارہ کرنے سے بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے مردوں اور عورتوں کو علیحدہ علیحدہ مخاطب کر کے تمسخر اور استہزا سے منع فرمایا اسی سے اس کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ سوا ایسا مذاق اور تمسخر جو کسی کی تحقیر اور دل آزادی کے لئے کیا جائے وہ حرام ہے خواہ کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایسا مذاق کرے یا عورت کسی عورت کے ساتھ یا مرد، عورت کے ساتھ اور عورت، مرد کے ساتھ تحقیر آمیز مذاق کرے۔ البتہ جس مزاح سے دوسرے کی تحقیر اور دلی آزاری نہ ہو وہ جائز ہے۔ پس جو شخص کسی کے ساتھ تمسخر کرتا ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ کے نزدیک اس کا کیا درجہ ہے جس کا وہ تمسخر اڑا رہا ہے، بہت ممکن ہے وہ اللہ کے ہاں استہزا کرنے والے سے بہتر اور افضل ہو۔ اسی طرح تمسخر کرنے والی عورتوں کا معاملہ ہے۔ شاید وہ عورت جس کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے اللہ کے نزدیک تمسخر کرنے والی عورت سے بہتر و افضل ہو۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی صورتوں اور ان کے مال و دولت پر نظر نہیں فرماتا بلکہ وہ ان کے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ کوئی شخص کسی کو طعنہ نہ دے۔ طعنہ زنی بھی دل دکھانے والی چیز ہے اس سے اتفاق و محبت میں فرق آجاتا ہے۔ اسی طرح کوئی کسی کو برے لقب سے نہ پکارے، مثلاً اے فاسق، اے منافق، اے کافر نہ کہے یا اگر کوئی یہودی یا عیسائی یا ہندو مسلمان ہو جائے تو اس کو اے یہودی، اے عیسائی اے ہندو کہہ کر پکارنا یا اگر کسی کے کئی نام ہوں تو ان میں سے برے نام سے اس کو پکارنا یا کسی کو لشکر، اندھا، کانا، لولا وغیرہ صفات مذمومہ سے یاد کرنا خواہ وہ اوصاف اس میں موجود ہوں، یہ سب ممنوع ہے کیونکہ یہ سب باتیں دل دکھانے والی اور باہمی رنجش و عداوت کو پیدا کرنے والی ہیں۔ پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا کہ ایمان لانے کے بعد برے ناموں سے یاد کرنا بری بات ہے۔ اگر کسی نے تمسخر و استہزا یا طنز کیا یا کسی کو برے لقب سے یاد کیا تو اسے چاہئے کہ نادم و شرمندہ ہو کر توبہ کرے۔ اگر ایسے لوگوں نے توبہ نہ کی تو وہی ظالم گنہگار اور دل دکھانے والے ہوں گے۔ (حقانی: ۵۷، ۵۸/۴)

بدگمانی اور غیبت کی ممانعت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ
الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا
أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَ

اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ⑤

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔
اور جاسوسی نہ کیا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے
کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ تمہیں اس سے کراہت
آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تشریح: یہاں مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سے فساد اور باہمی
عداوت پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو ہر بات اور ہر ایک کے بارے میں برا خیال ہی پیدا ہوتا ہے۔
جس سے بڑی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ پس کسی معقول وجہ کے بغیر بدگمانی نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ
اس سے انسان گنہگار ہوتا ہے۔ بدگمانی کی طرح لوگوں کے عیوب دریافت کرنا ان کی تفتیش کرنا اور ان
کی پوشیدہ باتیں معلوم کرنے کے پیچھے پڑے رہنا بھی سب ممنوع ہیں، جب اللہ نے کسی کے عیوب
پر پردہ ڈال دیا۔ تو تم بھی ان کی پردہ کشائی نہ کرو۔ اسی طرح کسی کی عدم موجودگی میں اس کی برائی
یعنی غیبت نہیں کرنی چاہئے۔ غیبت ایسی برائی ہے جیسے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے جو سخت
مکروہ اور قابل نفرت فعل ہے۔ چونکہ غیبت کے وقت وہ شخص موجود نہیں ہوتا جس کی غیبت کی جاتی
ہے اس لئے آیت میں اس کو مردہ سے تشبیہ دی گئی، یعنی وہ مردے کی مانند بے خبر ہے، لہذا اس کی
برائی کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس کام کی برائی کر دی گئی ہے اس کے بارے میں اللہ
سے ڈرے رہو اور جو کچھ ممنوع فعل سرزد ہو گیا ہو اس پر ندامت و شرمندگی کے ساتھ توبہ کرو۔ بیشک
اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

مالک، احمد، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بدگمانی سے پرہیز کرو) بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، کسی کے
عیب کی ٹوہ میں نہ لگو۔ با، نفرت نہ کرو۔ آپس میں بغض و حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کی طرف سے
پشت نہ موڑو (یعنی عداوت اور نفرت کی وجہ سے دوسرے کی طرف سے منہ نہ موڑو) اور سب اللہ کے
بندے اور بھائی بھائی ہو جاؤ۔ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح نہ دے یہاں تک
کہ اس کا نکاح مکمل ہو جائے یا لڑکی والوں کی طرف سے انکار ہو جائے۔

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت بہت بری ہے صحابہ نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کو معاف فرما دیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کو تو اللہ اس وقت تک معافی نہیں دے گا جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہو۔ (مظہری: ۵۴۱-۵۶/۹)

فضیلت و بزرگی کا معیار

۱۳ یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَىٰكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہنچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا اور پوری طرح باخبر ہے۔

شان نزول: بغوی نے مقاتل کا بیان نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آجے کی چھت پر چڑھ کر اذان دی عباد بن اسد نے اذان سن کر کہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ دن دیکھنے سے پہلے میرا باپ مر گیا۔ حارث بن ہشام نے کہا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کا لے کوے کے سوا کوئی اور مؤذن نہیں ملا، سہیل بن عمرو نے کہا اگر اللہ چاہے گا تو حالت کو بدل دے گا۔ ابوسفیان نے کہا میں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہوں گا مجھے ڈر ہے کہ میری زبان سے جو لفظ نکلے گا اس کی اطلاع آسمان کا رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے گا، اس پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان لوگوں نے جو کچھ کہا اس کی اطلاع آپ کو دے دی، آپ ﷺ نے ان لوگوں کو طلب فرمایا اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس کی باز پرس کری۔ انہوں نے اپنی باتوں کا اقرار کیا اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری: ۵۶/۹)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے تمام لوگوں کو ایک مرد یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت حضرت حوا علیہا السلام سے پیدا کیا ہے اس لئے سب کی ذات اور نسب ایک ہے۔ حضرت آدم

علیہ السلام چونکہ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے اور تمام جہان کے آدمی انہی کی اولاد ہیں۔ اس لئے اُن کی طرف نسبت کے اعتبار سے سب ہم مرتبہ ہیں اب اگر کسی کو کچھ فضیلت حاصل ہوگی تو وہ اطاعت خداوندی اور اتباع رسول کی وجہ سے ہوگی نہ کہ ذات پات، کنبے، قبیلہ، برادر یوں، جماعتوں اور علاقوں کی وجہ سے، کنبے، قبیلے اور دریاں وغیرہ تو محض پہچان کے لئے ہیں آپس میں تفاخر کے لئے نہیں۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگ اور عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اور جو فاجر فسق ہے وہ اللہ کی نظر میں ذلیل و خوار ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے فضائل اور باطنی احوال سے خوب ماخبر ہے۔

نسب کے اعتبار سے عرب کے چھوٹے بڑے چھ دائرے تھے۔ سب سے بڑے دائرے کو شعب کہتے تھے۔ جو گویا اپنی تمام شاخوں کی جڑ ہوتی تھی۔ اس کے اندر تمام قبائل شامل ہوتے تھے اس سے چھوٹے دائرے کو قبیلہ کہا جاتا تھا۔ قبیلے سے چھوٹے دائرے کو جو قبیلے کے اندر ہوتا تھا۔ عمارہ کہتے تھے عمارہ کے اندر بطون ہوتے تھے اور ہر بطن کے اندر مختلف افخاذ اور فخذ کے اندر متعدد فصائل اور فصیلے کے دائرے میں مختلف عشائر ہوتے تھے۔ عشیرہ سے چھوٹے دائرے کا کوئی نام نہیں تھا۔ گویا عشیرہ سب سے چھوٹے خاندانی حلقے کو کہتے ہیں۔ (مظہری: ۵۶، ۵۷، ۹، ابن کثیر: ۲۱۷، ۲۱۸/۴)

ایمان اور اسلام کا فرق

۱۴-۱۵: قَالَتِ الْأَعْرَابُ أَمَّا قُلٌّ لَّمَّ تَوَدُّنَا وَلَكِنْ قَوْلُوا أَسْلَمْنَا
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ ۝

یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے
البتہ تم یہ کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے کیونکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں
داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر گے تو اللہ

تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر پختہ ایمان لائیں اور شک میں نہ پڑیں اور اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں۔ یہی لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں۔

يُرْتَابُوْا: وہ شک کرتے ہیں، وہ شبہ کرتے ہیں۔ اِرْتِيَابٌ سے مضارع۔ يَلْتَكُمُ: وہ تم کو کم کر دے گا۔ ولت سے مضارع۔

شان نزول: بغوی نے لکھا ہے کہ بنی اسد کے کچھ لوگ قحط کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بظاہر مسلمان ہو گئے لیکن باطن میں وہ مومن نہیں تھے۔ ان لوگوں نے مدینے کے راستے (قضاۃ راجت کی) گندگیوں سے بھر دیئے اور مدینے میں چیزوں کے نرخ گرا کر دیئے، صبح شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور کہتے تھے کہ دوسرے عرب آپ کے پاس اونٹنیوں پر سوار ہو کر تنہا آئے اور ہم سارا سامان اور اہل و عیال کو لے کر آئے ہیں فلاں فلاں قبائل نے آپ سے جنگ کی پھر مسلمان ہوئے لیکن ہم آپ سے کبھی نہیں لڑے۔ اس کلام سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے اسلام کا احسان رکھنا چاہتے تھے اور مال صدقات کے طلب گار تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہر ص ۵۷، ۵۸، ۹)

تشریح: کچھ اعرابی اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے ایمان کا بڑھا چڑھا کر دعویٰ کرنے لگتے تھے حالانکہ حقیقت میں ان کے دلوں میں ایمان پختہ نہیں ہوا تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے دعوے سے روکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ چونکہ ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اس لئے تم یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری میں آ گئے۔

ایمان کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے جس کو تصدیق قلبی کہتے ہیں اور زبان سے اقرار، ایمان کا ایک زائد رکن ہے جو اسلامی احکام جاری کرنے کے لئے ضروری ہے۔ آیت میں جن اعراب کا ذکر ہے وہ منافق نہ تھے بلکہ وہ مسلمان ہی تھے مگر اب تک ایمان ان کے دلوں میں صحیح طور پر مستحکم نہیں ہوا تھا۔ اس کے وجود انہوں نے اس بلند مقام تک اپنی رسائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لئے انہیں وب سکھایا گیا۔ پھر فرمایا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

پر آیت ذیل نازل ہوئی۔ (منظہری: ۹/۵۹)

تشریح: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان اعراب سے کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری جتاتے ہو حالانکہ وہ تو آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں سے باخبر ہے۔ آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں۔ وہ تو تمہارے دلوں میں آنے والے خیالات سے بھی واقف ہے بلکہ جو خیالات ابھی تمہارے دلوں میں آئے نہیں اور آئندہ آنے والے ہیں وہ سب اس کو معلوم ہیں۔ اس لئے اس کو تمہارے اظہار ایمان کی ضرورت نہیں۔ تم تو اپنی اندرونی حالت درست کرنے کی فکر کرو۔ جو اعراب آپ پر اسلام لانے کا احسان رکھتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے اسلام لانے کا احسان مجھ پر نہ رکھو۔ تم جو اسلام قبول کرو گے، میری اتباع اور مدد کرو گے تو اس کا نفع بھی تمہیں ہی ملے گا۔ اگر تم اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہو اور تمہارے قول کے مطابق تمہارا ایمان اخلاص کے ساتھ ہے تو یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان نہیں بلکہ تم پر اللہ کا بڑا انعام و احسان ہے کہ ان نے تمہیں ایمان کی توفیق دی۔ بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ پر آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور وہ تمام اعمال و افعال حتیٰ کہ دلوں کے بھید اور راز بھی جانتا ہے تو اس رب العالمین سے کسی کا ایمان و اطاعت اور اس کا اخلاص و نفاق کیسے مخفی رہ سکتا ہے؟



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة ق

وجہ تسمیہ: سورت کی ابتدا حروف تہجی کے ایک سو یں حرف ق سے ہوئی ہے جو حروف مقطعات میں سے ہے۔ اسی سے اس کا نام سورة ق مشہور ہو گیا۔ اس کو سورة الباقیات (بلند و بالا) بھی کہتے ہیں جو اس کی دسویں آیت میں مذکور ہے۔

تعارف: اس میں ۳ رکوع، ۴۵ آیتیں ۳۵۷ کلمات اور ۱۴۹۴ حروف ہیں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکہ ہے یعنی ہجرت سے پہلے مکے میں نازل ہوئی۔ ابن عباس اور قتادہ کہتے ہیں کہ پوری سورت مکہ ہے سوائے آیت ولقد خلقنا السموت والارض کے جو یہود کے بارے میں مدینے میں نازل ہوئی۔ جن سورتوں کو مفصل کی سورتیں کہا جاتا ہے۔ ان میں سب سے پہلی سورت یہی ہے، گواہیک قول یہ بھی ہے کہ مفصل کی سورتیں سورة حجرات سے شروع ہوتی ہیں۔ اس سورت کے اکثر مضامین تخلیق کائنات کی ابتدا، بعث بعد الموت، حشر بشر، جنت و جہنم، ثواب و عقاب اور ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ سورت قرآن کریم کے اہم اور اعظم مضامین کا خلاصہ ہے۔

ابن مردویہ میں ابی العارضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ق والقوران مجید سیکھو کیونکہ یہ عظیم سورتوں میں سے ہے۔ مسلم وغیرہ میں جابر بن سمرہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فجر کی نماز میں اس کو پڑھتے تھے۔ ابن ماجہ میں قطبہ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو نماز فجر کی پہلی رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ احمد، مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی اور نسائی میں بھی واقد اللیشی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز میں "ق" اور "اقتراب" پڑھتے تھے۔

(روح المعانی: ۱۷۰، ۱۷۱، ۲۶، ابن کثیر: ۲۲۰، ۲۲۱، مواہب الرحمن: ۲۲۰-۲۲۳/۲۶)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: کلام خداوندی کی عظمت، پھر زمین اور اس کی نعمتوں کا بیان ہے۔ آخر میں امم سابقہ کی ہلاکت مذکور ہے۔
- رکوع ۲: اللہ تعالیٰ کا انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہونا مذکور ہے، پھر مشرکین کا انجام بیان کیا گیا ہے۔
- رکوع ۳: جہنم کی وسعت مشرکین مکہ کو تنبیہ اور قیامت کے روز زمین کا پھٹنا بیان کیا گیا ہے۔

حروف مقطعات

ق: حروف ہجائیں سے اکیسواں حرف ہے۔ حروف ہجائیں سے بعض حروف سورتوں کی ابتدا میں آتے ہیں، جیسے ص، ن، الم، حم، وغیرہ ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ ان کی اصل مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

کلام خداوندی کی عظمت

۱-۵: قَدْ وَالْقُرْآنِ الْعَجِيدِ ۝ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَاذِبُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۝ ذَلِكْ رَجْعٌ بَعِيدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ ۝ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيفٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مُرِيدٍ ۝

ق۔ قسم ہے بزرگی والے قرآن کی، بلکہ انہیں اس پر تعجب ہے کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا۔ سو کافر کہنے لگے یہ تو عجیب چیز ہے۔ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو دوبارہ زندہ ہوں گے) یہ تو بہت بعید ہے۔ ہم ان (کے اُن اجزا) کو جانتے ہیں جن کو مٹی کم کرتی ہے

اور ہمارے پاس تو وہ کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ بلکہ انہوں نے دین حق کی تکذیب کی جب کہ وہ ان تک پہنچ گیا سو وہ ابھسن میں پڑے ہوئے ہیں۔

ثُمَّ ابْنَا : مٹی، خاک۔

مَرْيُوح : اُلجھا ہوا کام، اُلجھی ہوئی بات۔ مَرْج سے مفعول کے معنی میں صفت مشبہ۔
تشریح : قسم ہے اس بڑی شان اور عظمت والے قرآن کی جس میں آگے یا پیچھے کہیں سے بھی باطل داخل نہیں ہو سکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں قیامت سے ڈرا رہے ہیں یقیناً سچے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ لوگ اس قرآن اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتے اور اس کے ذریعے ہدایت اور سعادت حاصل کرتے لیکن افسوس کہ اہل مکہ اس پر ایمان لانے کی بجائے اس پر تعجب کرنے لگے کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آیا جو ان کو عذاب آخرت سے خبردار کرتا ہے۔ اور کہنے لگے کہ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے۔ جب ہم مرجائیں گے اور ہمارے جسم ریزہ ریزہ ہو کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی ہم دوبارہ زندہ ہوں گے۔ یہ تو بالکل ناممکن اور عقل و عادت اور امکان سے بہت بعید ہے۔ ہم اُن کے جسم کے اُن اجزا کو جانتے ہیں جن کو زمین کھا کر کم کرتی ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ اُن کے جسم کے ذرے کہاں گئے اور کس حالت میں ہیں، کوئی چیز ہمارے علم سے باہر نہیں اور ان تمام ذرات کو جمع کر کے دوبارہ زندہ کرنا ہمارے لئے ذرا دشوار نہیں۔ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں یہ تمام تفصیلات موجود و محفوظ ہیں اور جس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ اپنے عناد و سرکشی کی بنا پر حق آ جانے کے بعد بھی اس کو جھٹلاتے ہیں اور حیرت و تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

زمین اور اُس کی نعمتیں

۱۱-۶ اَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضِ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبْرَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ

وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلَ بَسَقَتِ لَهَا طَلْعُ نَضِيدٍ ۝ رَزَقًا
لِّلْعِبَادِ ۝ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اُسے کیسا بنایا اور اس کو زینت دی ہے اور اس میں شکاف (تک) نہیں۔ ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے اور اس میں پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور ہم نے اس میں ہر قسم کی خوش نما چیزیں اُگائیں تاکہ ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے نصیحت اور ہدایت کا ذریعہ ہو۔ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس سے باغ اُگائے۔ اور کائے کاغلہ اور کھجور کے بلند درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں۔ بندوں کو رزق دینے کے لئے اور اس پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ اسی طرح قیامت کے دن قبروں سے نکلتا ہوگا۔

فُرُوج: شرم گاہیں، شکاف۔ واحد فَرْج۔

رَوَاسِي: جھے ہوئے، پہاڑ، بوجھ۔ واحد رَاسِيَة۔

بَهِيح: بارونق، تروتازہ، خوش منظر۔ بَهِيح سے صفت مشبہ۔

تَبْصِرَة: دکھانا، سمجھانا۔ مصدر ہے۔

حَصِيد: کٹی ہوئی کھیتی، جر سے کٹا ہوا۔ حَصَاد سے صفت مشبہ بمعنی مفعول۔

بَسَقَت: بلند بالا، لمبی لمبی۔ بَسُوْق سے اسم فاعل۔

طَلْع: خوشہ، گچھا، کھجور کے درخت کا پہلا پھول۔ واحد طَلْعَة۔

نَضِيد: اوپر تلے، تہ بہ تہ، گوندھے ہوئے۔ نَضَد سے صفت مشبہ بمعنی مفعول۔

تَشْرِيح: مشرکین مکہ قیامت کے روز مردوں کو زندہ کر کے اٹھائے جانے کو ناممکن خیال کرتے ہیں۔

کیا یہ لوگ اپنے اوپر آسمان اور روشن ستاروں کو نہیں دیکھتے جن سے ہم نے آسمان کو مزین کیا ہوا ہے

اور اس کی بناوٹ میں غور نہیں کرتے کہ ہم نے اتنے بڑے آسمان کو کسی ستون کے بغیر اتنی بلندی پر قائم

کر رکھا ہے اور ہزاروں لاکھوں سال گزرنے پر بھی نہ اس کے رنگ میں کچھ فرق آیا، نہ اس میں کوئی

چھید اور شکاف نظر آیا اور نہ کوئی دراڑ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنِّ

تَفْوُتٍ فَاَرْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ۝ ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ

كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبُ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کئے۔ (اے مخاطب) تو خدا کی اس صفت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا۔ تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے۔ پھر بار بار غور کر کے دیکھ تیری نگاہ نامراد اور عاجز ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔ (الملک: ۴۳)

ہم نے زمین کو پھیلا کر بچھا دیا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا تاکہ وہ ہل نہ سکے کیونکہ وہ ہر طرف سے پانی میں گھری ہوئی ہے۔ ہم نے اس میں ہر قسم کی خوشنما اور فرحت بخش چیزیں، سبزہ اور پھل اُگائے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا ذَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم نصیحت و عبرت حاصل کرو۔ (الذریۃ: ۴۹)

آسمان و زمین اور اس کی قدرت کاملہ کے دوسرے نشانات اُپر اس شخص کے لئے دانا کی اور رہنمائی کا ذریعہ ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرے اور ان عجائبات قدرت کو دیکھ کر ان کے خالق و مالک کو پہچانے، ہم ہی آسمان سے برکت والا پانی برساتے ہیں، جس سے باغات، سبزہ، اناج کے دانے جن کے کھیتوں کو کانا جاتا ہے، اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جن کے خوشے خوب گوندھے ہوئے اور پھل سے لدے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ مخلوق کی روزیاں ہیں۔ اسی پانی سے ہم مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں کہ وہ تروتازہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے اور چٹیل سوکھے میدان سرسبز ہو جاتے ہیں۔ میدان حشر میں بھی تمام انسان اسی طرح زندہ ہو کر نکل کھڑے ہوں گے۔ یہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی مثال ہے۔ (ابن کثیر: ۲۲۲، ۲۲۳/۴)

اُمم سابقہ کی ہلاکت

۱۲-۱۵: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۖ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدُ ۝ أَفَعَيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي

لَبِئْسَ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿۱﴾

ان سے پہلے قوم نوح اور کنوئیں والوں اور قوم ثمود نے جھٹلایا، اور قوم عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے اور بن کے رہنے والوں اور تبع کی قوم، سب نے رسولوں کو جھٹلایا۔ سو میرا وعدہ عذاب پورا ہو کر رہا۔ کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا ہونے کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

عیسٰی: ہم تھک گئے، ہم عاجز ہو گئے۔ عیسیٰ سے ماضی۔

لبس: شک، شبہ، دھوکہ دینا۔ مصدر ہے۔

تشریح: ان مشرکین مکہ سے پہلے قوم نوح، اصحاب الرس، قوم ثمود، عاد و فرعون، لوط کے بھائی اصحاب الایکہ اور قوم تبع سب پیغمبروں کی تکذیب کر چکے ہیں۔ تکذیب انبیاء پر ان کو جس عبرت ناک انجام اور عذاب سے ڈرایا گیا تھا وہ ان پر آ کر رہا۔ کسی کو طوفان سے ہلاک کیا گیا، کوئی آندھیوں سے ہلاک ہوا، کسی کو زلزلے نے تباہ کیا، کسی کو زمین میں دھنسا کر نیست و نابود کیا گیا اور کسی کو آسمان سے پتھروں کی بارش نے تباہ کیا۔ یہ سب عبرت ناک واقعات ہیں جو اللہ کے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو پیش آئے۔ تاریخ عالم اس کی گواہ ہے سو مشرکین مکہ کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کو بھی اسی طرح کا کوئی عذاب ہلاک و برباد نہ کر دے۔ پھر فرمایا کہ جب یہ کچھ نہ تھے تو ان کا پیدا کرنا ہم پر ذرا بھی بھاری نہ پڑا تو اب یہ دوبارہ پیدا کرنے کا انکار کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلی دفعہ کرنے کے مقابلے میں دوبارہ کرنا تو بہت آسان ہوتا ہے۔

مذکورہ قوموں کا مختصر حال درج ذیل ہے:

۱۔ قوم نوح: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نو سو پچاس برس تک اللہ کے عذاب سے ڈرایا مگر وہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلاتے ہی رہے۔ آخر طوفان نے ان کو آپکڑا اور سوائے اُن لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، سب غرق ہو گئے۔

۲۔ اصحاب الرس: رس اُس کنوئیں کو کہتے ہیں جس کی منڈیر پتھروں سے بنائی گئی ہو۔ یہاں وہ کنواں مراد ہے جو نسل ثمود کے بقیہ لوگوں نے بنایا تھا۔ صاحب قاموس کے مطابق اس سے نسل ثمود کے

بقیہ لوگ مراد ہیں۔ بغوی نے ضحاک کا قول بیان کیا ہے کہ حضرموت کے ایک شہر حاضور میں ایک کنواں تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد چار ہزار تھی جو حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مقام حضرموت آ کر آباد ہو گئے تھے یہیں حضرت صالح علیہ السلام کی موت واقع ہوئی، اسی لئے اس مقام کا نام حضرموت ہو گیا یعنی حضرت صالح کی موت اس جگہ حاضر ہو گئی۔ یہ لوگ ایک طویل مدت تک یہاں رہے اور رفتہ رفتہ بتوں کو پوجنے لگے۔ اللہ نے ان کی ہدایت کیلئے ایک پیغمبر کو مبعوث فرمایا مگر ان کی سرکشی بڑھتی گئی آخر اللہ نے ان سب کو اور ان کے کنوئیں کو زمین میں دھنسا دیا۔

۳۔ **قوم ثمود:** قوم ثمود نے بھی اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔ ان ظالموں کی نافرمانی کے نتیجے میں ایک شدید چیخ کے عذاب نے ان کو آ پکڑا اور سب کے سب اپنے گھروں میں زمین سے چمٹے ہوئے مر گئے۔ ان کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔

۴۔ **قوم عاد:** یہ لوگ خوب لمبے ترنگے تھے اور اپنے ذیل ڈول اور قوت و شجاعت میں ضرب المثل تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے حضرت ہود کو ستایا، ان کی تکذیب کی آخر ہوا کے طوفان کے عذاب نے آ لیا جو سات رات اور آٹھ دن تک ان پر مسلط رہا اور ان کو نیچ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ مرنے کے بعد یہ لوگ زمین پر ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے کھجور کے درخت کے کھوکھلے تنے۔

۵۔ **قوم فرعون:** مصر کے مشہور بادشاہ کا لقب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کی قوم غمناک کی طرف بھیجا تھا، مگر انہوں نے حضرت موسیٰ کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے ان پر متعدد عذاب بھیجے۔ مثلاً پانی کے طوفان کا عذاب، لٹدی دل کا عذاب، جوؤں کا عذاب، مینڈگوں کا عذاب، خون کا عذاب۔ جب وہ اپنی سرکشی سے کسی طرح باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بحر قلزم (احمر) میں غرق کر دیا۔

۶۔ **اخوان لوط:** حضرت لوط علیہ السلام کی امت مراد ہے۔ جن کا قصہ کئی جگہ گزر چکا ہے۔ انہوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا اور انجام کار عذاب الہی میں ہلاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے کنکریں پلے پتھر برسائے جو ہر ایک کے لئے الگ الگ نشان زدہ تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل و عیال کے سوا سب ہلاک ہو گئے۔ ہلاک ہونے والوں میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی تھی۔ جب حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل و عیال بستی سے نکلے تو ان کی بیوی پیچھے رہ گئی تھی، وہ کافروں میں سے تھی اس لئے ہلاک کر دی گئی۔

۷۔ **اصحاب الایکھ** : ایک گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہی مقام پر آباد تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنے پیغمبر کی تکذیب کی آخر ایک (آتشیں) سائے کے عذاب نے ان کو آ پکڑا۔ سخت گرمی کی وجہ سے سب لوگ تہ خانوں میں جا گھسے وہاں بھی گرمی محسوس ہوئی تو باہر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایک آتشیں بادل کے ٹکڑے سے سایہ کر دیا۔ جب سب لوگ اس بادل کے نیچے آتے ہو گئے تو بادل سے ایک آگ برسی اور سب جل کر ہلاک ہو گئے۔

۸۔ **قوم تبع** : تبع یمن کے بادشاہ کا لقب ہے یہ شخص حمیر کا بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تبع کی مذمت نہیں فرمائی بلکہ اس کی قوم کافر و فاجر تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ تبع کو ہر امت کہو وہ اسلام لے آیا تھا۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آسمان کو بغیر کسی شکاف اور رخنہ کے بنایا۔ زمین کو پھیلایا، پہاڑوں کو جمایا آسمان سے پانی برسایا، پانی سے کھیتوں کو اُگایا۔ اور تم سب دیکھتے اور اعتراف کرتے ہو کہ ہم ان سب چیزوں کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوئے تو ان کی دوبارہ تخلیق سے کیسے عاجز ہو سکتے ہیں۔ تخلیق اول، تخلیق دوم سے آسان نہیں تھی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تخلیق اول کا اعتراف کرنے والے تخلیق ثانی کا انکار کرتے ہیں۔

(مظہری ۶۳-۶۷، ۹/۶۷، معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۱۳۶، ۱۳۷/۸)

رگِ جان سے قریب

۱۶-۲۲ : وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ جَبَلٍ أَلَيْسَ الْإِنْسَانُ لَشَكْرٍ ۚ إِذْ يَتْلَى الْمُتَلَقِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۚ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۚ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۚ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ۚ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۚ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۚ

اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ان خیالات کو جانتے ہیں جو اُس کے دل میں گزرتے ہیں اور ہم اُس کی رگ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔ جب دو لینے والے (فرشتے) لے لیتے ہیں۔ ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ انسان منہ سے کوئی لفظ نکالنے نہیں پاتا مگر ایک نگہبان اُس کے پاس لکھنے کے لئے تیار رہتا ہے اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی۔ یہ وہ ہے جس سے تو کتر ماتھا۔ اور صور پھونک دیا جائے گا۔ یہی عذاب کے وعدے کا دن ہے۔ ہر شخص (میدانِ قیامت میں) اس طرح آئے گا کہ اُس کے ساتھ ایک اس کو ہمراہ لانے والا ہوگا اور ایک اُس کے (اعمال) کی گواہی دینے والا، یقیناً تو اس دن سے غافل رہا سو ہم نے تجھ پر سے غفلت کا پردہ ہٹا دیا اور آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

حَبْلِ : رسی، سلسلہ، عہد۔ جمع حَبَالٌ۔

وَرِيدٌ : گردن کی رگ، شرگ۔ جمع اُورْدَةٌ۔

يَتَلَقَّى : وہ لیتے ہیں، وہ اخذ کرتے ہیں۔ تَلَقَّى سے مضارع۔

لَدَيْهِ : اُس کے پاس۔

رَقِيبٌ : منتظر، نگہبان۔ (قُوبٌ سے صفت مشبہ۔

عَتِيدٌ : موجود، حاضر، تیار۔ عَتَادٌ سے صفت مشبہ۔

مَسْكُورَةٌ : بیہوشی، ضلالت، گمراہی۔ جمع مَسْكُورَاتٌ۔

نَحِيذٌ : تو مڑتا ہے، تو کنارہ کرتا ہے، تو کتراتا ہے۔ حَيْذٌ سے مضارع۔

سَائِقٌ : ہمراہ لانے والا، ہانکنے والا، یہاں وہ فرشتہ مراد ہے جو حشر میں کھینچ کر لائے گا۔ سَوَّقٌ

سے اسم فاعل۔

غَطَاءٌ كَ : تیرا (غفلت کا) پردہ، تیری جہالت۔ جمع اَغْطِيَةٌ۔

حَدِيدٌ : لوہا، تیز چیز۔ دوسرے معنی میں حَدَّةٌ (تیزی) سے صفت مشبہ۔

تَشْرِيحٌ : یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نہ تو اپنے آپ پیدا ہوا ہے اور نہ کسی اور نے اُس کو پیدا

کیا بلکہ ہم ہی نے اُس کو پیدا کیا ہے اور ہمارا علم تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ

انسان کے دل میں جو برے خیالات و خطرات پیدا ہوتے ہیں ہم انہیں بھی جانتے ہیں ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں اس لئے انسان کو اتنا زیادہ جانتے ہیں کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتا۔ بعض علماء کے نزدیک یہاں قرب سے علمی قرب مراد ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ تو ہر مکان سے بالا اور منزہ ہے۔ وہ نہ جسم ہے نہ جسمانی، وہ ہر قرب و بعد مکانی سے پاک ہے، ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک اُس کے دائیں طرف بیٹھا رہتا ہے اور دوسرا بائیں طرف اور اُس کے ہر قول و فعل کو حفاظت کے ساتھ لکھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کے لکھنے اور محفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں وہ تو ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو فرشتوں سے پوشیدہ ہیں لیکن حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کے اقوال و افعال پر فرشتوں کی شہادت پیش کر کے حجت قائم کر دی جائے۔

پھر فرمایا کہ موت برحق ہے اس میں کسی کو بھی کلام و شبہ نہیں، اُس کی بیہوشی اور سختی جو آدمی پر چھا جاتی ہے اس کی عقل کو زائل کر دیتی ہے وہ یقیناً آئے گی۔ اس وقت اس کا وہ شک و شبہ دور ہو جائے گا جس میں وہ دنیا میں مبتلا تھا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس سے تو نفرت کرتا اور بھاگتا تھا۔ اب تو اس سے کسی طرح نجات نہیں پاسکتا۔ نہ تو اُس سے بچ سکتا ہے نہ اسے روک سکتا ہے اور نہ ٹال سکتا ہے۔ نہ مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ کسی کی مدد و سفارش کچھ کام آ سکتی ہے۔ پھر مڑوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھانے کے لئے صور پھونکا جائے گا۔ یہ وہی دن ہوگا جس سے تمام انبیاء اپنی اپنی قوموں کو ڈراتے رہے اور یہی وہ پیغام تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کو پہنچایا تھا۔ اُس دن ہر انسان میدان حشر میں اس طرح آئے گا کہ اُس کے ساتھ ایک ہانکنے والا فرشتہ ہوگا اور ایک گواہی دینے والا فرشتہ، جو اُس کے احوال و اعمال کی گواہی دے گا۔ اس وقت اُس سے کہا جائے گا کہ اے دنیا کی لذتوں میں پڑ کر آخرت سے غافل ہونے والے انسان! بیشک تو اس دن کے بارے میں بڑی غفلت میں پڑا رہا اور مادی لذتوں نے تیری آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ سو اب وہ غفلت کا پردہ ہم نے تجھ سے ہٹا دیا تو آج تیری نظر خوب تیز ہے، اس چیز کا تجھے دنیا میں انکار تھا اور تجھے نظر نہیں آتی تھی۔ آج تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ (ابن کثیر: ۲۲۳-۲۲۵/۴)

مشرکین کا انجام

۲۳-۲۹: وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۖ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ

كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۖ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ۚ لِّذِي جَعَلَ
مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَالْقِيَةُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۚ قَالَ قَرِينُهُ
رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۚ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا
لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ ۚ مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ
وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۚ

اس کے ساتھ رہنے والا فرشتہ کہے گا یہ اعمال نامہ حاضر ہے جو میرے پاس
تھا۔ تم دونوں ہر کافر سرکش کو جہنم میں ڈال دو جو نیک کام سے روکنے والا، حد
سے بڑھنے والا اور شک کرنے والا تھا۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسروں
کو معبود بنا رکھا تھا سوا سے سخت عذاب میں ڈال دو۔ اُس کا ساتھی
(شیطان) کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اُس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ
(خود ہی) گمراہ ہو کر (حق سے) دور ہو گیا تھا۔ اللہ فرمائے گا میرے سامنے
جھگڑا نہ کرو۔ میں تو پہلے ہی تمہارے پاس (عذاب کی) وعید بھیج چکا تھا۔
میرے ہاں بات نہیں بدلا کرتی اور میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

قَرِينُهُ : اُس کا ساتھی، اس کا ہم نشین۔ جمع قُرَنَاء۔

عَنِيدٌ : عناد رکھنے والا، مخالف۔ غَنُوذٌ سے صفت مشبہ۔ جمع غُنُودٌ۔

مَنَّاعٌ : بہت منع کرنے والا۔ بَخِيلٌ منع سے مبالغہ۔

تشریح: انسان کے اعمال پر جو فرشتہ مقرر ہے قیامت کے روز وہ اس کے اعمال کی شہادت دے گا
اور کہے گا کہ یہ اس کا اعمال نامہ میرے پاس تیار ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سائق اور گواہ دونوں
فرشتوں کو حکم دے گا کہ تم دونوں ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو نافرمان و سرکش ہو، جو لوگوں کو بھلائی
کے کاموں سے روکنے والا ہو، حد سے بڑھنے والا اور دین کے بارے میں شک و شبہ میں ڈالنے والا ہو
اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بنائے ہوئے ہوں۔ اس وقت اُس کا ساتھی شیطان
کہے گا کہ اے ہمارے پیرو گار! میں نے اس کو زبردستی گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو خود ہی پر لے درجے کی
گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے تو اس کو صرف دعوت دی تھی اور اس کو تو حق و ہدایت کی دعوت بھی پہنچی
تھی۔ یہ تو خود قصور وار ہے کہ اس نے اپنے اختیار سے ہادی حق کی دعوت ٹھکرا کر گمراہی کی دعوت

کو قبول و اختیار کیا اور برضا و رغبت تمام عمر گمراہی کی راہ پر چلتا رہا۔ جب یہ گفتگو ہو رہی ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے سامنے جھکنا امت کرو۔ اب اس سے کوئی فائدہ نہیں، میں تو اپنے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعے پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا ہوں اور یہ بتا چکا ہوں کہ کس جرم کی کیا سزا ہوگی اور کوئی شخص بھی اپنے اعمال کی جزایا سزا سے نہ بچ سکے گا۔

اس کے بعد یہ لوگ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے یہ چاہیں گے کہ دوبارہ دنیا قائم کر کے ان کو دنیا میں واپس بھیج دیا جائے۔ حالانکہ یہ بات بھی ان کو دنیا ہی میں بتادی گئی تھی کہ ایک دفعہ مرنے کے بعد دوبارہ کبھی دنیا میں واپس آنا نہ ہوگا۔ بلکہ دارالآخرت ہمیشہ ہمیشہ کا گھر ہے۔ اگر دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرو گے تو آخرت میں جنت ملے گی اور اگر ان کی نافرمانی کرو گے تو جہنم میں جانا ہوگا۔ ان کی دنیا میں دوبارہ آنے کی خواہش کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے ہاں بات نہیں بدلتی اب دنیا میں واپس جانے کی کوئی صورت نہیں۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

بے شک اللہ اُس کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ (النساء: ۴۸)

اس لئے اب میری طرف سے مغفرت کی امید نہ رکھو۔ میرا قانون اٹل ہے۔ میں بندوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا اور نہ میں کسی کو دوسرے کے گناہ پر سزا دیتا ہوں اور نہ کسی کو بغیر گناہ کے عذاب میں پکڑتا ہوں بلکہ جب اس کا گناہ اس کے اقرار و حجت سے اس پر ثابت ہو جاتا ہے۔ تو بقدر گناہ عذاب دیتا ہوں۔ (مواہب الرحمن ۲۳۸ / ۲۴۰ / ۲۶)

جہنم کی وسعت

۳۵-۳۰ یَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتَ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ۝
وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَذَا مَا تُوعَدُونَ
لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيفٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ وَجَاءَ
بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝ لَهُمْ مَا
يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے کہ کیا تو بھر چکی اور وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے اور جنت پر ہییزگاروں کے قریب کر دی جائے گی ذرا بھی دور نہ رہے گی۔ یہ ہے وہ جنت جس کا تم سے (دنیا میں) وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہر رجوع کرنے والے (اور) یاد رکھنے والے کے لئے جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہا اور (اللہ کی طرف) رجوع ہونے والا دل لے کر آیا (اس سے کہا جائے گا) تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کو جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔

اُمْتَلَبْتُ: تو بھر گئی، تو پُر ہو گئی۔ اُمْتَلَاءٌ سے ماضی۔

اُزْلِفْتُ: وہ قریب کی جائے گی، وہ نزدیک کی جائے گی۔ اِزْلَافٌ سے ماضی مجہول۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے جہنم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اس کو جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا اس لئے قیامت کے دن جنوں اور انسانوں میں سے جو لوگ جہنم کے قابل ہوں گے ان کو اس میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تو پر ہو گئی جہنم کہے گی کہ کیا کچھ مجرم اور گنہگار باقی ہیں۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گنہگار جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور وہ زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا تو وہ کہے گی بس بس۔

اُس وقت جب کہ کافروں کے سامنے قہر و خداوندی کا یہ ہیبت ناک منظر ہوگا تو جنت پر ہییزگاروں کے بالکل قریب کر دی جائے گی اور فرشتوں کے ذریعے ان کو بشارت دی جائے گی کہ یہ ہے وہ عظیم نعمت جس کا دنیا میں رسولوں کے ذریعے تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ جنت کی یہ بشارت ہر اس متقی کے لئے ہوگی جو ہر کام میں اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والا اور گناہ کے کام سے توبہ کرنے والا ہوگا۔ اور اپنی شرم گاہ کو بدکاری، مال کو اسراف اور لہو لعب میں صرف کرنے سے اور اوقات کو بے کار ضائع کرنے سے حفاظت کرنے والا ہوگا۔ جس نے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ جہان اُس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا وہاں اپنے رب سے خشیت اور پر ہییزگاری اختیار کی اور خلوص دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوا تو ایسے لوگوں کے لئے جنت نزدیک کر دی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم اس میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہی دن ہمیشہ رہنے کا ہے۔ اس دن پر ہییزگار و گنہگار ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ پھر یہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں گے اور نہ یہاں کبھی موت آئے گی۔ جنت میں ان کو وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گے بلکہ

ہمارے پاس تو ان کے لئے اس کے علاوہ مزید نعمتیں ہیں جن کا نہ کسی کے دل میں خیال آیا نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا نہ کسی کان نے ان کے بارے میں کچھ سنا، سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ ان سے راضی ہوگا اور ان کو اپنے دیدار سے نوازے گا۔ (مواہب الرحمن: ۲۴۱-۲۴۸/۲۶)

مشرکین مکہ کو تنبیہ

۳۶-۳۷ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَحِيصٍ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۖ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝

ان سے پہلے بھی ہم بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو طاقت میں ان سے بہت زیادہ تھیں (لیکن جب عذاب آیا) تو وہ پناہ کے لئے شہروں کو چھانتے پھرتے تھے (مگر کہیں پناہ نہ ملی) بیشک اس میں ہر صاحب دل کے لئے بڑی نصیحت ہے جو متوجہ ہو کر کان لگائے اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں تکان نے چھو اتک نہیں پس جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کرتے رہئے اور سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نماز کے بعد بھی۔

نَقَّبُوا : وہ گھومے پھرے، انہوں نے سوراخ کر دیئے۔ تَنْقِیْتُ سے ماضی۔

مَحِيص : پناہ گاہ، بھاگنے کی جگہ۔ حِیْصٌ سے اسم ظرف مکان۔

لُغُوب : تھکنا، ماندگی، خستگی۔

تشریح : یہ مشرکین مکہ تو کیا چیز ہیں ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو اسی جرم میں تہ وبالاً کر چکے ہیں، جیسے قوم عاد و ثمود اور قوم فرعون وغیرہ۔ وہ لوگ قد و کاٹھ۔ قوت و طاقت مال و اسباب اور تعداد

کے اعتبار سے ان سے کہیں زیادہ تھے۔ انہوں نے زمین میں خوب فساد کیا تھا، لمبے لمبے سفر کرتے تھے، ہمارے عذاب کو دیکھ کر پناہ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے مگر ان کی تمام کوششیں بے سود رہیں اور ان کو کہیں پناہ نہ ملی۔ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر اور اُس کی پکڑ سے کون بچ سکتا ہے۔ سوائے مشرکین مکہ تم بھی یاد رکھو کہ جب میرا عذاب آئے گا تو تم کہیں جائے فرار اور جائے پناہ نہ پاؤ گے اور تمہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نقبہ کی ضمیر اہل مکہ کی طرف راجع ہو یعنی اہل مکہ ملکوں ملکوں گھومے پھرے، گزشتہ امتوں کی بستیوں کی سیر کی، آثار قدیمہ دیکھے تو کیا انہوں نے اقوام پارینہ کے بچاؤ کا کوئی مقام بھی پایا کہ ان کو بھی اپنے بچاؤ کی توقع ہو سکے۔ بیشک اس میں ہر شخص کے لئے عبرت و نصیحت کا کافی سامان ہے۔ جس کا دل پاک صاف یا کم از کم وہ اللہ کی باتوں کو توجہ اور انہماک سے سنتا ہو اور ان میں غور و فکر کرتا ہو۔

پھر فرمایا کہ اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور اسے ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔ سو آپ یہودیوں کے اس قول پر صبر کیجئے کہ اللہ تھک گیا۔ پھر اس نے آرام کیا۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مشرکین جو قیامت کا انکار کرتے ہیں اور آپ کی باتوں کا تمسخر اڑاتے ہیں تو آپ اس پر صبر کیجئے کیونکہ جو خدا ابتدائی تخلیق پر قادر ہے وہ ان کو دوبارہ زندہ کرنے اور ان سے انتقام لینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ آپ تو بس طلوع و غروب آفتاب سے پہلے اور رات کے کچھ حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہے یعنی ہمہ وقت اللہ کی یاد میں لگے رہے۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح و شام سو بار سبحان اللہ پڑھتا ہے۔ قیامت کے دن کوئی اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا ہاں اُس شخص کا عمل اس سے بہتر ہوگا جو دوسرے نیک اعمال کے ساتھ یہ عمل بھی کرتا ہے۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ کی ایک مرفوع حدیث بیان کی کہ جو شخص ایک دن میں سو بار سبحان اللہ و بحمدہ پڑھتا ہے اس کے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ خواہ سمندر کے برابر ہوں۔ (ابن کثیر: ۲۲۹، ۲۳۰، ۲/۲۳۰، مظہری: ۷۳۰، ۷۷۷، ۷/۹۱)

قیامت کے روز زمین کا پھٹنا

۳۱-۳۵: وَأَسْمِعُ يَوْمَ يُنَادِي الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۖ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۚ إِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَ

نُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۝ يَوْمَ تَشَقُّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاجًا ۝
ذَلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ
عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۝ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ۝

اور سن لو کہ جس دن ایک پکارنے والا قریب ہی کی جگہ سے پکارے گا۔ جس دن لوگ چیخ کو یقیناً سن لیں گے وہ (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا۔ بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن زمین ان (مردوں) پر سے پھٹ جائے گی اور یہ دوڑتے ہوئے (نکل پڑیں گے) یہ جمع کر لینا ہم پر بہت آسان ہے۔ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں۔ سو آپ تو اس شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

تشریح: خوب سن لو کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب ایک پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا اُس دن لوگ ایک چیخ کو ٹھیک ٹھیک سنیں گے۔ یہی وہ دن ہوگا جس میں مردے دوبارہ زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔ یہی زمین اُن کی قبر ہے خواہ مرنے کے بعد کے اُن کے اجسام اس میں دفن کئے گئے ہوں یا جل کر راکھ ہو گئے ہوں یا سمندر میں غرق ہوئے ہوں یا درندوں کی غذا بن کر زمین میں مل گئے ہوں بہر صورت سب اسی زمین سے نکالے جائیں گے۔

بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور پھر سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہوگا۔ مردوں کو زندہ کر کے اس روز اٹھایا جائے گا، ان کو حساب و کتاب کے لئے پکارا جائے گا۔ اس روز زمین پھٹ جائے گی اور لوگ نکل کر تیزی سے دوڑتے ہوئے میدانِ حشر میں جمع ہو رہے ہوں گے۔ لوگوں کو اس طرح جمع کرنا ہمارے لئے بہت ہی آسان ہے۔ کفار مکہ جو کچھ کہتے ہیں اور آپ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں ہم اس سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ کا کام زبردستی کرنا نہیں۔ آپ نہ تو کسی کو زبردستی ہدایت پر لا سکتے اور نہ کسی کو بے ہودہ باتوں سے روک سکتے ہیں۔ آپ تو ہر اُس شخص کو قرآن کے ذریعے نصیحت کرتے رہیے جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو۔

(مواہب الرحمن: ۲۶۰-۲۶۳/۲۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الذاریات

وجہ تسمیہ: اس سورت کی ابتدا لفظ ذاریات سے ہوئی ہے اور یہی اس کے نام کے طور پر مشہور ہو گیا۔

تعارف: اس میں تین رکوع، ساٹھ آیتیں، ۳۶۰ کلمات اور ۱۲۸۹ حروف ہیں۔ حضرت ابن عباس اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کی روایتوں کے مطابق یہ سورت مکہ ہے یعنی ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی۔ گزشتہ سورت کی طرح اس سورت کے مضامین بھی زیادہ تر اثباتِ حشر و نشر پر مشتمل ہیں اس میں نہایت عظمت و اہمیت کے ساتھ قیامت کی خبر دی گئی ہے اور لوگوں کو آخرت کی فکر اور اس کی تیاری کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

(روح المعانی ۲/۲۷، مواہب الرحمن ۲۶۳/۲۶۶)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: منکرین حشر کا انجام اور پرہیزگاروں کی صفات کا بیان ہے۔
- رکوع ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان اور قوم لوط کی ہلاکت بیان کی گئی ہے، آخر میں قوم فرعون اور عاد و ثمود کا اجمالی تذکرہ ہے۔
- رکوع ۳: ہر نوع میں جوڑے پیدا کرنا اور جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔

منکرین حشر کا انجام

۱۴- وَالذَّرِیَّتِ ذُرَّوْاۗءَۙ فَالْحَمِلَتِ وِقْرَآۗءَۙ فَالْجَرِیَّتِ یُسْرَآۗءَۙ فَلَمَّ قَسَبَتْ

أَمْرًا ۖ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ لَوَاقِعٌ ۖ
وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۖ إِنَّكُمْ لَعَفَىٰ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۖ يُؤَفِّكُ
عَنْهُ مَنْ أُوْفِكَ ۖ قُتِلَ الْخَرِصُونَ ۖ الَّذِينَ هُمْ فِي
عَمْرَةٍ سَاهُونَ ۖ يَسْتَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الَّذِينَ ۖ يَوْمَ هُمْ
عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۖ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ
بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۖ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑا کر بکھیرتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بارش کا بوجھ اٹھاتے ہیں پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں پھر ان فرشتوں کی جو حکم لے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ بیشک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے، بیشک انصاف ہونے ہی والا ہے۔ اور قسم ہے راستوں والے آسمان کی یقیناً تم (قیامت کے بارے میں) اختلاف میں پڑے ہوئے ہو اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے۔ بے سند باتیں کرنے والے غارت ہو گئے جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا جس دن وہ آگ پر اٹے سیدھے پڑیں گے۔ اپنی شرارت کا مزہ چکھو یہ وہی ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے۔

ذریۃ: بکھیرنے والیاں، اڑانے والیاں۔ مراد ہوا کہیں۔ ذرؤ سے اسم فاعل۔

وَقَرًا: بوجھ۔ پانی سے بھرا ہوا بادل مراد ہے۔ اسم ہے جمع اَوْقَارَ۔

حُبُك: راستے، راہیں۔ واحد حُبَاک و حَبِیْکَۃ۔

یُؤَفِّکُ: اس کو لوٹا یا جاتا ہے، اس کو پھیرا جاتا ہے۔ اَفْک سے مضارع مجہول۔

الْخَرِصُونَ: انکل دوڑانے والے، جھوٹ بکنے والے۔ خَرِص سے مبالغہ۔

عَمْرَةٍ: کثیر پانی، جہالت، غفلت۔ مراد حیرت۔ جمع غَمْرَات۔

تشریح: قسم ہے ان ہواؤں کی، جو گرد کو اڑا کر بکھیرتی ہیں پھر ان بادلوں کی قسم جو بارش کا بوجھ اٹھاتے ہیں یا ان عورتوں کی قسم جو حمل کا بوجھ اٹھاتی ہیں۔ پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں یا ان ستاروں کی جو اپنی اپنی منزلوں میں آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو اللہ کے حکم کے

مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ ان چار قسموں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگوں سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا جو وعدہ کیا جا رہا ہے وہ یقیناً حق اور سچ ہے اور حساب و کتاب، جزا اور سزا ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اس روز نہ کسی کی کوئی نیکی ضائع ہوگی اور نہ کوئی اپنی بد اعمالی کی سزا سے بچ سکے گا۔ پھر آسمان کی قسم جس میں فرشتوں کے چلنے کے راستے ہیں۔ اے مشرکین و منکرین بیشک تم لوگ قیامت کے بارے میں پراگندہ خیالوں میں بھٹکے پھرتے ہو۔ تم لوگ نہ کسی صحیح نتیجے پر پہنچے ہو اور نہ کسی ایک رائے پر متفق ہو۔ تم لوگ رسول کی حق بات کو نہیں مانتے اور قرآن کا انکار کرتے ہو یہی تمہاری بے عقلی اور گمراہی کی دلیل ہے۔ پس جس کو اللہ نے قرآن اور رسول پر ایمان لانے سے محروم کر دیا وہی محروم رہتا ہے۔ جھوٹی اور بے سند باتیں بنانے والے، رسولوں اور آسمانی کتابوں کا انکار کرنے والے غارت ہو گئے۔ غفلت اور جہالت نے ان کو احکام خداوندی سے غافل کر رکھا ہے۔ وہ تمسخر اور مذاق کے طور پر پوچھتے ہیں کہ جزا اور بدلے کا دن کب آئے گا، ایسے احمقانہ سوال کرنے والوں کو بتادو کہ جب وہ دن آئے گا تو ان کو آگ پر جلایا جائے گا۔ اور ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی شرارت اور خباثت کا مزہ چکھو۔ یہی ہے وہ عذاب یا جزا کا دن جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔ (مظہری: ۷۹-۸۱، مواہب الرحمن ۲۶۳، ۲۶۸/۲۶۶)

پرہیز گاروں کی صفات

۱۵-۲۳: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۖ أَخِذِينَ مَا أَنَاهُم رَبُّهُمْ ۖ أَنَّهُمْ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الْكَافِرِينَ ۖ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُورِ ۖ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۖ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصَرُونَ ۖ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۖ قَوْرِبِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ ۝

بے شک متقی لوگ باغوں میں چشموں میں ہوں گے۔ ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے وہ اسے لے رہے ہوں گے۔ بیشک وہ تو اس سے

پہلے دنیا میں بھی نیکی کرنے والے تھے وہ رات کو کم سوتے تھے، اخیر شب میں استغفار کرتے تھے اور ان کے مال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا حق تھا۔ اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (بھی بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔ تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔ سو قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ یہ بالکل اسی طرح حق ہے جیسے تم بات کرتے ہو۔

يٰۤهٰجَعُوْنَ وہ سوتے ہیں۔ هٰجَعُوْا سے مضارع۔

تَنْطِقُوْنَ تم بولتے ہو۔ نَطَقَ سے مضارع۔

تشریح: بلاشبہ قیامت کے روز پرہیزگار لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان لوگوں کو جنت میں جو محل ملیں گے، یہ نہریں اور چشمے ان کے نیچے بہہ رہے ہوں گے۔ اس کے برخلاف نافرمان اور منکرین عذاب و سزا اور طوق و زنجیر کی سختیوں میں ہوں گے۔ پرہیزگار لوگ چونکہ دنیا میں نیک کام کرتے تھے اور اللہ کے احکام پر عمل کرتے تھے اس لئے جنت میں وہ بڑی فرحت و خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتیں حاصل کریں گے۔ یہ نیک لوگ دنیا میں اللہ کی محبت اور ذوق عبادت سے ایسے سرشار تھے کہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ بعض مفسرین کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان پر کوئی رات ایسی نہ گزرتی تھی جس کا کچھ حصہ اللہ کی یاد میں نہ گزارتے ہوں خواہ رات کے ابتدائی حصے میں کچھ عبادت کریں یا درمیان میں یا آخر میں۔ پھر آخری رات میں بارگاہ الہی میں گڑ گڑا کر توبہ و استغفار کرتے تھے۔ یہ لوگ مسکینوں اور ضرورت مندوں میں سے سوال کرنے والو اور ان لوگوں کو جو محتاج و تنگ دست ہونے کے باوجود سوال سے بچتے ہیں اپنے مال کا ایک حصہ ان کا حق سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بھی اس کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں جو خالق کی عظمت و عزت اور ہیبت و جلالت پر دلالت کرتی ہیں اور خود تمہارے اندر بھی اللہ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ کیا تمہیں یہ نشانیاں نظر نہیں آتیں؟ پھر تم ان میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے تمہارا رزق آسمان میں ہے جو کچھ تمہارے لئے لکھ دیا گیا ہے وہ تمہیں ضرور اور ہر حال میں ملے گا اور تمہیں بہرہ و نعمت ملے گی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ سو قسم ہے آسمان

وزمین کے رب کی کہ یہ بات حق اور قطعی ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ مردوں کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ حساب و کتاب اور جزا اور سزا ہوگی۔ جس طرح تم کوئی بات کہتے ہو اور تمہیں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا اسی طرح اللہ کا وعدہ بھی یقینی اور حق ہے اس میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔
(ابن کثیر ۲۲۳-۲۲۵/۴)

حضرت ابراہیم کے مہمان

۲۲-۳۰: هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۖ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۖ فَرَأَىٰ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۖ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۖ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۖ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَخَةٍ فَصَكَتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۖ قَالُوا كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۖ

کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں فرشتوں کی خبر پہنچی۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو ان کو سلام کیا۔ ابراہیم نے بھی (جواب میں) سلام کیا۔ دل میں خیال فرمایا کہ یہ تو اجنبی لوگ ہیں پھر وہ اپنے گھر والوں کے طرف گئے اور ایک فریبہ بچھڑا (بھننا ہوا) لاکر ان کے پاس رکھا اور کہا کہ تم کھاتے کیوں نہیں۔ پھر وہ اپنے دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے انہوں نے (فرشتوں نے) کہا آپ خوف نہ کریں اور ابراہیم کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ پھر ان کی بیوی نے حیرت سے اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا (ایک تو میں) بڑھیا ہوں (اور ساتھ میں ہانچھ) انہوں نے کہا تیرے رب نے اسی طرح فرمایا ہے۔ بیشک وہ بڑا حکمت والا، بڑا جاننے والا ہے۔

عجل : بچھڑا، گائے کا بچہ۔ جمع عَجُولٌ وَعَجَلَانٌ۔

سَمِينٌ : فریبہ، مونا، تازہ۔ سَمْنٌ سے صفت مشبہ۔

اَوْجَسَ : اس نے دل میں محسوس کیا، وہ دل میں گھبرایا۔ اُبْجَسَ سے ماضی۔

مَرَّةً: چھ، فریاد، شور، حیرت۔

صَكَّتْ: اُس نے ہاتھ مارا، اُس نے پیٹ لیا۔ صَكَّ سے ماضی۔

عَجُوزًا: بوڑھی عورت۔ جمع عَجَائِزُ۔

عَقِبْتُمْ: بے اولاد، بانجھ، بے اثر، منحوس۔

تشریح: یہ واقعہ سورۃ ہود اور سورہ حجر میں بھی گزر چکا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جن معزز مہمانوں کا یہاں ذکر ہے وہ فرشتے تھے، جو انسانی شکل میں آئے تھے۔ جب یہ مہمان ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور سلام کیا، حضرت ابراہیم نے بھی جواب میں سلام کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ لوگ تو اجنبی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا۔ فرشتوں نے جو سلام کیا تھا حضرت ابراہیم کا جواب اس سے بہتر اور احسن تھا کیونکہ حضرت ابراہیم نے جملہ فعلیہ کی بجائے جملہ اسمیہ بولا تھا کہ سلامتی کی دعا دوامی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی یہی ہے:

وَإِذَا جِئْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا

جب تمہیں سلام کیا جائے تو جواب میں اُس سے بہتر سلام کرو یا ویسا ہی

جواب لو نا دو۔ (النساء: ۸۶)

پھر حضرت ابراہیم گھر میں گئے اور جلد ہی ایک بتلا ہوا فر بہ پھڑالا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ چونکہ وہ فرشتے تھے اور فرشتے کھاتے پیتے نہیں، اس لئے انہوں نے کچھ نہیں کھایا۔ حضرت ابراہیم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم کھاتے کیوں نہیں۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ مہمان کھانے کی طرف مائل نہیں ہیں اور کھانے سے اعراض کر رہے ہیں تو انہوں نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا کہ کہیں یہ لوگ دشمن تو نہیں۔ اُس زمانے میں جب کوئی دشمن کسی کے ہاں آتا تو اس کے ہاں کھانا نہیں کھاتا تھا کیونکہ کھانا کھا کر دشمنی کرنا انسانی وقار کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیفیت کا اندازہ کر کے معزز مہمانوں نے کہا کہ آپ خوفزدہ نہ ہوں ہم آپ کے دشمن نہیں بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور قوم لوط کی ہلاکت کے لئے آئے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک لڑکے کی (حضرت اسحاق) کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی پاس ہی کھڑی ہوئی یہ گفتگو سن رہی تھیں۔ سو انہوں نے حیرت سے اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ اب میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا میں تو بالکل بوڑھی اور بانجھ ہوں اور میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہیں۔

حضرت سبارہ کی عمر اس وقت نوے سال تھی اور ان کے کوئی بچہ نہیں ہوا تھا۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا تم اللہ کے کاموں سے تعجب کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑی بزرگی اور اعلیٰ شان والا ہے ہم اُسی کے حکم سے بشارت دے رہے ہیں، سو یہ اسی طرح ہوگا۔ آپ کے رب نے اسی طرح فرمایا ہے وہ بڑی حکمتوں والا اور بڑے علم والا ہے۔ (منظہری: ۸۶، ۸۷/۹)

قوم لوط کی ہلاکت

۳۱-۳۷: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن طِينٍ ۝ مُّسَوِّمَةً ۖ عِندَ رَبِّكَ يَلْمِزُكَ لِيُكْشِرَ فِيهِم ۖ فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝

ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے فرشتو! پھر تمہارا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے کہہ کہ ہم ایک گنہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم اُن پر مٹی کے پتھر برسائیں جو آپ کے رب کی طرف سے ان حد سے گزرنے والوں کے لئے نامزد ہو چکے ہیں بس جتنے ایماندار وہاں تھے۔ ہم نے ان سب کو نکال لیا اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر پایا اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں وہاں ایک نشان (بہتر) چھوڑا۔

خَطْبُكُمْ: تمہارا معاملہ، تمہارا مقصد، تمہارا حال، تمہاری حقیقت۔ جمع خُطُوب۔

حِجَارَةٌ: پتھر، کنکریاں۔ واحد حَجَرٌ۔

مُسَوِّمَةٌ: نامزد، نشان کی ہوئی۔ نُسُوْنِم سے اسم مفعول۔

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا کہ تمہارا یہاں آنے کا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے گناہ گاروں کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ہم ان پر پتھراؤ اور سنگ باری کریں گے۔ جو پتھر اُن پر برسائے جائیں گے۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے ہی ان حد سے تجاوز کرنے والوں کے نام لکھے جا چکے ہیں اور ہر گناہ گار کے

لئے الگ الگ پتھر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

یہ لوگ ایسے بے حیائی کے کام کرتے تھے جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کئے تھے۔ یہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے تھے۔ رہزن تھے، لٹیرے تھے، اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت لوط کو بھیجا تھا مگر انہوں نے حضرت لوط کی تکذیب کی اور کہا کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ۔ آخر حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی اور فرشتوں کو ان کی ہلاکت کے لئے بھیج دیا۔ فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے، اس لئے آپ رات کے آخری حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر بستی سے نکل جائیے اور کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ البتہ آپ کی بیوی پیچھے مڑ کر دیکھے گی۔ اس لئے جو پتھر اوروں کو لگیں گے ویسا ہی پتھر اس کو بھی لگے گا۔ پھر جب ان بستیوں پر عذاب کا وقت آیا تو جتنے ایماندار وہاں تھے ان سب کو صحیح سلامت نکال لیا گیا سوائے حضرت لوط کی بیوی کے، جو مجرموں میں سے تھی اور انہی کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ پھر فرشتوں نے بستی کی تلاشی لی تو انہوں نے وہاں مسلمانوں کا ایک گھر کے سوا کوئی گھر نہ پایا۔ یہ گھر حضرت لوط اور ان کی مومنہ اولاد کا تھا۔ انہوں نے اس گھر انے کو بچا لیا باقی سب کو ہلاک کر دیا، ان کی شاد و آباد بستی کو عذاب سے برباد کر کے اسے کھنڈر بنادینے میں لوگوں کے لئے عبرت کا پورا سامان ہے۔ جو لوگ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوں وہ ان نشانات کو دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کر سکتے ہیں۔ (مظہری: ۸۷-۸۸/۹ مواہب الرحمن: ۱-۳/۲۷)

قوم فرعون اور عاد و ثمود کا حال

۲۸-۳۶ وَفِي مُوسَى إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۖ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۚ فَآخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ وَهُوَ مُلِيمٌ ۚ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۚ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلْنَاهُ كَالْزَمِيمِ ۚ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۚ فَفَعَتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ ۖ فَآخَذَهُمُ الصُّلْعَةُ وَهُمْ يُنظَرُونَ ۚ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ۚ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۚ

اور موسیٰ (کے واقعے) میں بھی عبرت ہے جب ہم نے ان کو ایک واضح دلیل دے کر فرعون کی طرف بھیجا، سو اُس نے مع اپنے اراکین سلطنت منہ موڑا اور کہنے لگا کہ یہ موسیٰ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ پھر ہم نے اسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا اور وہ تھا ہی ملامت کے قابل، اسی طرح عاد (کے قصے) میں بھی عبرت ہے جب ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی۔ وہ جس چیز پر گزرتی تھی اس کو بوسیدہ ہڈی کی مانند ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اور ثمود (کے واقعے) میں بھی عبرت ہے جب ان سے کہا گیا کہ کچھ دنوں تک دنیا میں فائدہ اٹھا لو۔ سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو ایک کڑک نے آ پکڑا اور وہ دیکھتے رہ گئے پھر نہ وہ کھڑے ہو سکے اور نہ ہم سے بدلہ لے سکے۔ اس سے پہلے قوم نوح کو بھی (ہم ہلاک کر چکے ہیں) بیشک وہ بھی بڑے نافرمان تھے۔

نَبَذْنَاهُمْ : ہم نے اُن کو پھینک دیا۔ نَبَذَ سے ماضی۔

يَمٌ : دریا، سمندر گہرا پانی۔ جَمْعُ يَمٍّ۔

عَقِيمٌ : بے اولاد، بے اثر، منحوس۔

تَذَرُ : تو چھوڑتا ہے۔ وَذَرَّ سے مضارع۔

رَمِيمٌ : بوسیدہ، ریزہ ریزہ، گلی ہوئی۔ رَمَتْ سے صفت مشبہ۔

عَتَوْا : انہوں نے سرکشی کی، انہوں نے نافرمانی کی۔ عَتَوْا سے ماضی۔

تشریح: جس طرح قوم لوط کے انجام سے لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں بھی عبرت کا سامان اور ہمارے قہر کی نشانیاں موجود ہیں۔ جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن دلائل کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا تو اپنی طاقت کے گھمنڈ پر اس نے اپنے ارکان سلطنت سمیت ہمارے احکام سے روگردانی کی اور حضرت موسیٰ کے بارے میں کہنے لگا کہ یہ تو جادوگر یا دیوانہ ہے۔ سو ہم نے اُس کو اور اُس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا اور اُس نے کام ہی ملامت کا کیا تھا اس لئے اس کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ غرق کیا گیا کہ تاریخ ہمیشہ اُس پر ملامت کرتی رہے گی۔ اسی طرح تم قوم عاد کے عبرت ناک واقعات بھی سن چکے ہو۔ ہم نے اُن پر ایک بہت

منحوس آندھی بھیجی تھی۔ وہ جس چیز سے گزرتی اس کو بوسیدہ ہڈی کی طرح ریزہ ریزہ کر دیتی، قوم ثمود کے حالات اور ان کے انجام پر بھی غور کرو جبکہ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم ایک مقررہ مدت تک مزے اڑالو اور یہ مقررہ وقت تین دن ہے۔ اگر تم اپنے کفر و سرکشی سے باز نہ آئے تو مقررہ مدت گزرنے پر تباہ کر دیئے جاؤ گے مگر وہ پھر بھی اپنی سرکشی پر قائم رہے اور تین دن تک عذاب کے انتظار میں رہے۔ آخر چوتھے دن صبح ہی صبح اللہ کا عذاب دفعتاً ان پر آ پڑا اور بجلی جیسی کڑک نے ان کو آدب و چا۔ انہیں اتنی مہلت بھی نہ ملی کہ کھڑے ہو کر کہیں بھاگ جانے کی کوشش کرتے بلکہ وہیں اوندھے منہ پڑے رہے۔ ان سے پہلے قوم نوح بھی ہمارے عذاب کا مزہ چکھ چکی ہے ایک مدت تک حضرت نوح ان کو وعظ و نصیحت کرتے رہے مگر وہ اپنی بد اعمالیوں اور نافرمانیوں سے باز نہ آئے۔ آخر طوفان میں غرق کر دیئے گئے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ ان واقعات کی تفصیل اس سے پہلے کئی سورتوں میں گزر چکی ہے۔

ہر نوع میں جوڑے بنانا

۵۵-۴۷: وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا ۝ فَنِعْمَ الْمِهْدُونَ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا ذَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَفَرُّوْا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ كَذَلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ ۝ أَتَوَصَّوْنَ بِأَبْدَانٍ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوتٌ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٌ ۝ وَذَكَرْ فَإِنَّ الدِّكَرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

ہم نے آسمان کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور ہم ہی وسیع قدرت والے ہیں اور ہم ہی نے زمین کو فرش بنایا اور سو ہم کیا خوب سمجھانے والے ہیں اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ سو تم اللہ ہی کی طرف دوڑو یقیناً میں تمہیں اس (اللہ) کی طرف سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کو جادوگر اور دیوانہ ہی کہا۔ کیا وہ ایک دوسرے کو اس کی

وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ یہ سب سرکش ہیں۔ سو آپ ان سے منہ پھیر

لیجئے۔ آپ پر ان کے ایمان نہ لانے کا کچھ الزام نہیں۔ آپ تو نصیحت

کرتے رہیے۔ یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی۔

مَهْذُونٌ : بچانے والے، تیار کرنے والے۔ مَهْذُوعٌ سے اسم فاعل۔

مَلُومٌ : ملامت کیا ہوا۔ لَوْمٌ سے اسم فاعل۔

تشریح : ہم وسیع قدرت والے ہیں اس لئے ہم نے اپنی قدرت سے آسمان کو محفوظ اور بلند چھت

بنادیا اور اس کو کشادہ اور بغیر ستون کے قائم کر رکھا ہے۔ اسی طرح ہم نے زمین کو نہایت عمدہ بچھونا

بنادیا ہے تاکہ لوگ اس پر سکون و اطمینان سے رہ سکیں اور نقل و حرکت کر سکیں۔ ہم نے تمام مخلوق

کو جوڑے جوڑے پیدا کیا ہے۔ جیسے دن و رات، تلخ و شیریں، سورج و چاند، خشکی و تری، اندھیرا

و اجالا۔ بلند و پست، خوبصورت و بدصورت، ایمان و کفر، زندگی و موت، نیکی و بدی، جنت و دوزخ یہاں

تک کے حیوانات، نباتات کے بھی جوڑے بنائے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور جان لو کہ ان سب

کا خالق اللہ ہی ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، سو تم اُسی کی طرف دوڑو، اپنے تمام

امور میں اُسی پر اعتماد کرو۔ ہم وقت اُسی کے احکام کی تعمیل میں لگے رہو اور اُس کے ساتھ کسی کو معبود نہ

ٹھہراؤ۔ اے مشرکین مکہ! میں تو تمہیں اللہ کے عذاب سے صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کفار جو آپ کو سحر

اور مجنون کہتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں۔ ان سے پہلے نزرے ہوئے کافروں نے بھی اپنے اپنے زمانے

کے رسولوں کو سحر اور مجنون کہا، کافروں کا یہ کہنا سلسلہ بسلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے جیسے یہ آپس میں

ایک دوسرے کو وصیت کر کے جاتے ہوں، حقیقت یہ ہے کہ سرکشی اور عناد میں سب یکساں ہیں اس لئے

جو بات پہلے والوں کے منہ سے نکلی وہی ان کی زبان سے نکلتی ہے، سو آپ ان کی احمقانہ باتوں پر نہ

جائیے بلکہ ان کو صبر و تحمل سے سنتے رہیے اور ان کو نصیحت کرتے رہیے۔ جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی

قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک دن راہ راست پر آ جائیں گے۔ (ابن کثیر: ۲۳۷، ۲۳۸/۴)

جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد

۵۶-۶۰ : وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۖ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ

رَزَقٍ وَمَا أَرِيدُ ۖ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَاقُ ذُو الْقُوَّةِ
الْمَتِينُ ۖ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ
فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ۖ قَوْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي
يُوعَدُونَ ۖ

ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے نہ میں ان سے
رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بیشک اللہ ہی رزق
دینے والا، قوت والا اور مضبوط ہے۔ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی
عذاب میں ان کے ساتھیوں کے حصے کی مانند حصہ ملے گا۔ سو یہ مجھ سے
جلدی طلب نہ کریں۔ پس منکرین کے لئے اُس دن بڑی خرابی ہے جس
کا ان سے وعدہ کیا جا چکا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی کسی ضرورت کے لئے پیدا نہیں کیا
بلکہ میں نے ان کے نفع کے لئے ان کو عبادت کی ادائیگی کی صلاحیت اور استعداد کے ساتھ پیدا کیا ہے
تا کہ وہ میرے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں اور مجھے پہچانیں۔ صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو
یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنالیتے ہیں جیسے جانور کا بچہ صحیح مسلم پیدا ہوتا ہے کیا تم نے کسی چوپائے کو ناک
کاں کٹنا پیدا ہوتے دیکھا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ .

اللہ کی دی ہوئی فطرت پر (قائم ہو جائیے) جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا
ہے، اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔ (الروم: ۳۰)

غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ جو شخص یکسوئی کے ساتھ
اُس کی عبادت بجالائے گا اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو پوری پوری جزا
، عنایت فرمائے گا اور جو شخص اُس کی نافرمانی کرے گا اور اُس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے گا تو اُس
کو بدترین سزا ملے گی۔

پھر فرمایا کہ میں ایسا مالک و آقا نہیں کہ اپنے غلاموں سے کہوں کہ تم میرے لئے کما کر لاؤ

یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو۔ میری ذات ایسے خیالات سے پاک و برتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں ہی سب کو روزی دینے والا زور آور اور مضبوط ہوں۔ میں کسی کا محتاج نہیں۔ تمام مخلوق ہر وقت اور ہر حال میں میری محتاج ہے۔ عبادت کا حکم بھی اس لئے دیا کہ لوگ میری عظمت اور کبریائی کو پہچان کر میری بندگی کریں اور میرے الطاف و انعامات کے مستحق بنیں۔

اگر یہ ظالم بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ذول بھی بھر چکا ہے، بس اب ڈوبنے ہی والا ہے۔ جس طرح دوسرے ظالم میرے عذاب سے نہ بچ سکے اسی طرح ان کے لئے بھی میرا عذاب طے ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ لوگ عذاب کی جلدی نہ کریں۔ سو اس دن کافروں کے لئے ہلاکت ہے جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے یعنی قیامت کے دن۔

(مظہری ۹۰/۹۲، ۹/۹۲، عثمانی ۲/۶۰۵)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الطور

وجہ تسمیہ: اس سورت کی ابتدا لفظ الطور سے ہوئی ہے جس سے مراد طور سینا ہے۔ اس لئے یہ سورت اسی نام سے مشہور ہو گئی۔

تعارف: اس میں ۲ رکوع، ۴۹ آیات، ۳۱۲ کلمات اور ۱۵۰۰ حروف ہیں۔ قرطبی نے کہا کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکہ ہے یعنی یہ سورت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی۔ مؤطا امام مالک میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورة الطور پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ سے زیادہ خوش آواز اور آپ سے زیادہ اچھی قرأت والا میں نے کسی کو نہیں سنا۔

اس سورت میں توحید و رسالت، بعث بعد الموت، جزا اور سزا اور قیامت کے احوال کی شدت اور ہول ناک کی گونہایت جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(مواہب الرحمن: ۲۴۰/۲۷، ابن کثیر ۴/۲۳۸)

مضامین کا خلاصہ

- رکوع ۱: کفار کا انجام بد اور جنت کی نعمتوں پر اہل جنت کا اظہار اطمینان مذکور ہے۔
- رکوع ۲: منکرین کی بے عقلی ضد اور عناد کا بیان ہے۔

کفار کا انجام بد

۱- وَالطُّورِ ۚ وَكِتَبَ مَسْطُورٍ ۚ فِي دَرِّ مَنَشُورٍ ۚ وَالْبَيْتِ
الْمَعْمُورِ ۚ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۚ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۚ إِنَّ عَذَابَ

رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَوْمَ تَمُودُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَ
تَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ
فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۝ يَوْمَ يَدْعُونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً ۝ هَذِهِ
النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ أَفَسِحْرُ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا
تُبْصِرُونَ ۝ اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ
إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

قسم ہے (کوہ) طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی (جو) کشادہ اور ارق میں ہے،
اور قسم ہے آباد گھر کی اور اونچی چھت (آسمان) کی اور اُبلتے ہوئے سمندر
کی، بیشک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔
اُس دن آسمان لرزنے لگے گا اور پہاڑ چلنے لگیں گے، سو اس دن جھٹلانے
والوں کے لئے خرابی ہے جو باطل میں پڑے کھیل رہے ہیں، یہ وہ دن ہوگا
جس دن دھکے دے کر اُن کو جہنم کی آگ کی طرف لایا جائے گا۔ یہی وہ
دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ سحر ہے یا تمہیں نظر ہی نہیں آتا۔
اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ اب تمہارا صبر کرنا اور نہ کرنا تمہارے لئے برابر
ہے تمہیں صرف تمہارے اعمال کا بدلہ مل رہا ہے۔

رَقٍ: کاغذ، باریک جھلی، ورق۔ جمع رُقُوفٌ۔

مَنْشُورٌ: کھلا ہوا، پھیلا ہوا۔ نَشْرٌ سے اسم مفعول۔

مَعْمُورٌ: آباد، وہ گھر مراد ہے جو ساتویں آسمان پر ہے اور ہر وقت فرشتوں سے آباد رہتا ہے، یعنی

فرشتوں کا کعبہ۔ عِمَارَةٌ سے اسم مفعول۔

سَقْفٌ: چھت، آسمان۔ جمع سُقُوفٌ۔

مَنْجُورٌ: خشک کیا ہوا، بھڑکایا ہوا، البریز۔ سَجَرٌ و سَجُورٌ سے اسم ناعِل۔

تَمُورٌ: وہ لرزتی ہے، وہ تھر تھراتی ہے، وہ پھٹتی ہے۔ وَرٌ سے مضارع۔

خَوْضٌ: جھڑا کرنا، باتیں بنانا۔ مصدر ہے۔

تشریح: ۱۔ والطور: عربی زبان میں طور ایسے پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت اُگتے ہوں۔

یہاں طور سے مراد طور سینا ہے جو ارض مدین میں واقع ہے۔ اسی پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہوا تھا۔

۲۔ وکتب مسطور فی رق منشور: کتاب مسطور سے مراد انسان کا اعمال نامہ ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد قرآن کریم ہے، لفظ رق باریک کھال کے لئے بولا جاتا ہے، جو کاغذ کی جگہ لکھنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جس پر قرآن کریم لکھا ہوا ہو۔

۳۔ والبیٹ المعمور: یہ فرشتوں کے کعبے کا نام ہے جو ساتویں آسمان میں دنیا کے کعبے کے بالمقابل ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں جن کو قیامت تک دوبارہ کبھی یہاں آنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

۴۔ والسقف المرفوع: یہاں اونچی چھت سے مراد آسمان ہے۔

۵۔ والبحر المسجور: بحر سے مراد سمندر ہے۔ مسجور کے کئی معنی ہیں ان میں سے ایک معنی آگ بھڑکانے کے ہیں۔ بعض مفسرین نے یہاں یہی معنی لئے ہیں کہ قسم ہے سمندر کی جو آگ بنا دیا جائے گا۔ قنادہ وغیرہ نے مسجور کے معنی مملو یعنی پانی سے بھرا ہوا کئے ہیں۔ ابن جریر نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے مذکورہ بالا پانچ چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں، فرمایا کہ اس کا عذاب کافروں پر واقع ہو کر رہے گا۔ جب وہ عذاب آئے گا تو کسی کی مجال نہ ہوگی کہ وہ اسے ٹال سکے۔ اُس دن آسمان تھر تھرانے لگے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور آخر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑ کر بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ اس روز ان لوگوں کی کم بختی اور خرابی ہوگی جو عذاب قیامت حساب و کتاب اور جزا و سزا کو جھٹلاتے تھے اور دنیاوی پیش و آرام میں مگن تھے۔ اس دن ان کو دھکے دے کر جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی جہنم ہے جس کو تم نہیں مانتے تھے۔ اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے جیسا کہ تم دنیا کی زندگی میں کہا کرتے تھے۔ یا تمہیں اب بھی نظر نہیں آتا۔ پس اب تم اس میں داخل ہو جاؤ خواہ تم اس کو برداشت کرو یا نہ کرو۔ تمہارے حق میں دونوں برابر ہیں۔ اب تم یہاں سے کسی طرح نہ چھوٹ سکو گے۔ یہ تمہارے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہیں بلکہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے کیونکہ تم دنیا میں اپنے ہوش و حواس اور اپنے اختیار سے کفر کرتے رہے جو اللہ کی سب سے بڑی نافرمانی ہے، اور تم نے دنیا

میں کبھی اس کفر و معصیت سے باز آنے کا سوچا بھی نہیں تھا۔ جس طرح تم دنیا میں ساری زندگی کفر کرتے رہے اسی طرح اس کی سزا بھی دوامی ہے۔ اب واویلا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

(معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸/۱۷۹، ۱۸۰، ابن کثیر ۲۳۹-۲۴۱/۴)

حضرت جبیر بن معظم فرماتے ہیں کہ مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ اس لئے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کروں۔ جب میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھ رہے تھے اور آواز مسجد سے باہر تک پہنچ رہی تھی۔ جب آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ تو اچانک میری یہ حالت ہو گئی کہ گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائے گا، میں نے فوراً اسلام قبول کیا۔ مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا کہ مجھ پر عذاب آ جائے گا۔

(معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸/۱۸۰)

پرہیزگاروں کا انعام

۱۷-۲۰ اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ۖ فَيَكْهِنُونَ بِمَا اَنْتَهُمْ رَبُّهُمْ ۖ وَ
وَقَهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ كَلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ مُتَّكِئِينَ عَلَى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ
بِحُورٍ عِزِّينَ ۝

بلاشبہ متقی لوگ جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے جو کچھ ان کے رب نے ان کو دیا ہوگا اس پر خوش ہوں گے اور ان کے رب نے ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ اپنے اعمال کے بدلے میں مزے سے کھاؤ پیو۔ وہ برابر برابر بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگا بیٹھے ہوں گے اور ہم ان کا نکاح بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔

فَکْهِنُونَ: خوش ہونے والے، مزے اڑانے والے۔ فَکَاھَۃً سے اسم فاعل۔

وَقَهُمْ: اس نے ان کو محفوظ رکھا۔ وَقَاۃً سے ماضی۔

هَنِيئًا: خوش مزہ، پاکیزہ، زود ہضم۔ هَنَاءً سے صفت مشبہ۔

سُورۃ: تخت - واحد سریر۔

تشریح: قیامت کے روز بد بختوں کو جو عذاب اور سزا دی جائے گی، پر ہیز گاروں کو اس سے محفوظ کر کے جنتوں میں پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہر طرح کی عظیم الشان نعمتوں سے لطف اندوز اور مسرور ہوں گے۔ قسم قسم کے کھانے، طرح طرح کے مشروبات، بہترین لباس، عمدہ سواریاں، بلند وبالا مکانات غرض ہر طرح کی نعمتیں انہیں مہیا ہوں گی اور ان کو کسی قسم کا خوف و اندیشہ نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان نوازی کے طور پر ان سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کے بدلے میں جو تم نے دنیا میں کئے تھے خوش ذائقہ مزیدار اور مرغوب چیزیں خوب کھاؤ پیو، اور عیش و راحت سے رہو۔ ان انعامات اور عزت و اکرام کے ساتھ سکون و اطمینان کا یہ عالم ہوگا کہ یہ لوگ برابر برابر بچھائے ہوئے تختوں پر بے فکری اور فارغ البالی سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے بے شمار سلیقہ شعار باادب خدام ہر وقت خدمت کے لئے حاضر اور جس چیز کو دل چاہا ان کے آن میں حاضر۔ پھر فرمایا کہ ہم کشادہ چشم حوروں کو ان کی زوجیت میں دیدیں گے۔ (ابن کثیر: ۴/۲۴۱)

اہل جنت کا اظہار اطمینان

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝
وَأَمَدَدْنَاهُمْ بِفَارَكِهِ وَكَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْتِيمٌ ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَكْنُونٌ ۝ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا وَقِنَا عَذَابَ السَّمُومِ ۝ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی تو ہم (جنت میں) ان کی اولاد کو بھی ان سے ملا دیں گے اور ان کے اعمال جزا میں ذرا بھی کمی نہ کریں گے ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں پھنسا ہوا

ہوگا اور ہم اُن کو میوے اور گوشت اور جو وہ چاہیں گے دیتے رہیں گے۔ وہ (خوش طبعی کے ساتھ) جام شراب جھپٹ لیا کریں گے جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ، اور اُن کے ارد گرد خدمت گار لڑکے پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں، وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھروں میں ڈرتے رہتے تھے۔ سو اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا۔ ہم اس سے پہلے اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ بیشک وہ بڑا احسن اور مہربان ہے۔

التَّهْنُؤُۡمُ: ہم نے اُن کو گھٹا دیا، ہم نے اُن کو کم کر دیا۔ الْاٰتٰتَةُ سے ماضی۔

رَہِیْنٌ: گرمی، پھنسا ہوا، محبوس۔ رَہِیْنٌ سے صفت مشبہ بمعنی مفعول۔

مَکْنُوۡنٌ: چھپایا ہوا، پوشیدہ، محفوظ۔ کُنَّ سے اسم مفعول۔

مُشْفِقِیۡنَ: ڈرنے والے۔ اِشْفَاقٌ سے اسم فاعل۔

سَمُوۡمٌ: گرم ہوا، ٹو، تیز بھاپ۔ جَمْعُ سَمَائِمٌ۔

تشریح: جن مومنوں کی اولاد ایمان کی حالت میں اپنے والدین کی پیروی کرے گی تو ہم ان کے ماں باپ کی خوشنودی کے لئے اُن کو بھی اُن کے اعمال کے اجر میں اضافہ کر کے انہی کے ساتھ شامل کر دیں گے خواہ اُن کے اعمال اپنے بزرگوں جیسے نہ ہوں تاکہ اُن بزرگوں کی آنکھیں اپنی اولاد کو اپنے پاس دیکھ کر ٹھنڈی رہیں اور اولاد بھی اپنے والدین کے پاس ہشاش بشاش رہے، اور ہم اہل جنت کے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں کریں گے، یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ماں باپ کی کچھ نیکیاں کم کر کے اُن کی اولاد کے حساب میں جمع کر دیں اور اس طرح دونوں کے درجے برابر ہو جائیں بلکہ اولاد کو اُن کے استحقاق سے زیادہ دے کر اُن کے ماں باپ کے برابر کر دیا جائے گا۔

ہم ان اہل جنت کی نعمتوں میں وقفہ فوقاً اضافہ کرتے رہیں گے۔ اور ان کو ان کی پسند کے ہر قسم کے پھل اور گوشت دیں گے۔ جس چیز کو اُن کا دل چاہے گا اور جو اُن کو پسند ہوگی وہ فوراً آ موجود ہوگی۔ وہ جنت کی نعمتوں اور راحتوں سے اس قدر مسرور ہوں گے کہ خوش طبعی کے طور پر ایک دوسرے سے شراب طہور کے پیالوں کی چھینا جھپٹی کریں گے۔ اس چھینا جھپٹی میں کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہ

ہوگی جیسے دنیا کی شراب میں بدمست لوگ بے ہودہ گوئی اور گناہ کے کام کرتے ہیں، اُن کی خدمت کے لئے اُن کے پاس ایسے لڑکے حاضر رہیں گے جو خاص انہی کے لئے ہوں گے گویا کہ وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں۔ اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر گزشتہ دنیوی احوال و واقعات پوچھیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے دنیوی زندگی میں اپنے گھروں میں رہتے ہوئے ڈرا کرتے تھے کہ پتہ نہیں ہمارا انجام کیا ہوگا۔ اور ہم پر کیا گزرے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا کہ ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا جس سے ہم ڈرا کرتے تھے اور جنت کی راحتوں سے نواز دیا۔ بیشک ہم دنیا میں بھی اس کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اُس نے ہماری دعائیں قبول کیں۔ واقعی وہ بڑا محسن اور مہربان ہے۔ (مظہری: ۹۵۱-۹۸/۹)

منکرین کی بے عقلی

۳۴-۲۹ : فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۝ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝

سو آپ نصیحت کرتے رہیے کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ دیوانے، کیا یہ کافر کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور ہم ان کے بارے میں موت کے حادثے کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں۔ یا یہ شریر لوگ ہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ انہوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ (قرآن) خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔ اگر یہ لوگ سچے ہیں تو ان کو چاہئے کہ یہ بھی اسی طرح کی بات لے آئیں۔

نَتَرَبَّصُ : ہم انتظار کریں گے۔ نَرَبَّصُ سے مضارع۔

اٰخِلَامُهُمْ: اُن کے خواب، اُن کی عقلیں۔ وَاٰحَدٌ حَلَمٌ وَحُلَمٌ۔

تَقْوَلُہ: اُس نے اس کو گھڑ لیا، اُس نے اس کو بنالیا۔ تَقْوَلُ سے ماضی۔

تشریح: آپ تو ان منکرین و مکذبین کو نصیحت کرتے رہے خواہ یہ آپ کو کچھ بھی کہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں نہ کوئی جن آ کر آپ کو کچھ بتاتا ہو، اور نہ آپ مجنون ہیں۔ مشرکین مکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں جن کے متعلق ہم حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ جس طرح دنیا میں شاعر آئے اور اپنی زندگی گزار کر چلے گئے اسی طرح یہ بھی اپنی زندگی گزار کر چلے جائیں گے، آپ ان کو کہہ دیجئے کہ تم لوگ انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں کہ تمہارے کفر و انکار کی سزا تمہیں کب ملتی ہے۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ جو کچھ میں کہتا ہوں وہی حق اور اللہ کا دین ہے اور اللہ کا دین غالب ہو کر رہتا ہے۔ یہ منکرین خلاف فطرت اور خلاف عقل باتیں کر رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ کاہن ہے حالانکہ کاہن تو بزازیرک اور دقیق النظر ہوتا ہے۔ کبھی آپ کو مجنون کہتے ہیں اور مجنون تو بے عقل اور مضبوط الحواس ہوتا ہے۔ اس کے کلام میں نہ وزن ہوتا ہے نہ بلاغت، اور نہ تخیل، کبھی یہ آپ کو شاعر کہتے ہیں۔ اور شاعر وہ ہوتا ہے جس کا کلام بلیغ موزوں اور تخیل کا حامل ہوتا ہے۔ قریش کے لوگ جو بڑے عقلمند سمجھے جاتے ہیں، اُن کو تو دانا اور پاگل میں بھی امتیاز نہیں اور نہ یہ حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہیں پھر یہ کیسے عقلمند ہیں۔ کیا ان کی عقلیں ان کو ایسی ہی باتوں کی تعلیم دے رہی ہیں یا یہ لوگ ہیں ہی سرکش کہ عناد و عداوت میں حد سے بڑھتے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قرآن کو آپ نے خود بنایا ہے حالانکہ یہ خوب جانتے ہیں کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں۔ اس بارے میں ان کو ذرا بھی شک و شبہ نہیں۔ لیکن چونکہ ان کو ایمان نہیں لانا اس لئے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اگر یہ مشرکین اسی پر اصرار کرتے رہیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ آپ نے خود گھڑ لیا ہے تو ان کو چاہئے کہ یہ بھی اس جیسا فصیح و بلیغ اور غیب کی خبریں دینے والا کلام بنالائیں اگر یہ اپنی بات میں سچے ہیں کیونکہ یہ بھی عرب ہیں اور بڑے فصیح و بلیغ قادر الکلام اور مایہ ناز شاعر ہیں۔

قدرتِ کاملہ کا اظہار

۳۴-۳۵: اَمْ خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمْ الْخَالِقُونَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ۝۵۰ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ
هُمْ الْمَصْطَرُونَ ۝۵۱ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْمَعُونَ فِيهِ فَلْيَاتِ
مُسْمِعَهُمْ يَسْلُطْنِ مُبِينٌ ۝۵۲ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمْ الْبَنُونَ ۝۵۳
أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۝۵۴ أَمْ عِنْدَهُمْ
الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝۵۵ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ
الْمَكِيدُونَ ۝۵۶ أَمْ لَهُمْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَنَ اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝۵۷

کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود بخود پیدا ہو گئے یا یہ خود خالق ہیں؟ کیا انہوں نے
ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ لوگ یقین نہیں رکھتے۔ کیا ان
کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں یا یہ ان خزانوں کے داروغے ہیں؟
کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں سن آتے
ہیں۔ ان میں سے جو سن آتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ واضح دلیل پیش کرے۔
کیا اللہ کے لئے تو بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟ کیا آپ ان سے کچھ
معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں، کیا ان
کے پاس غیب کا علم ہے کہ اسے لکھتے جاتے ہیں؟ کیا یہ کوئی چال چلنا چاہتے
ہیں۔ سو یہ کافر خود ہی اپنی چال میں آنے والے ہیں۔ کیا اللہ کے سوا ان
کا کوئی اور معبود ہے۔ اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔

مُصْطَرُونَ: داروغہ، حاکم، نگران۔ جمع کا صیغہ ہے۔

سُلَّمٌ: سیڑھی، زینہ۔ جمع سُلَّالِمٌ۔

مَغْرَمٌ: جرمانہ، تاوان۔ غَرَمٌ سے مصدر مِغْمٌ۔ جمع مَغَارِمٌ۔

مُثْقَلُونَ: گہراں بار، لد سے ہوئے۔ بوجھل ثَقْلٌ وَثِقَالَةٌ سے اسم مفعول۔

تشریح: کیا یہ لوگ خالق کے بغیر خود بخود پیدا ہو گئے یا یہ خود ہی اپنے خالق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ
دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اُسی نے ان کو اُس وقت پیدا کیا جب یہ کچھ بھی نہ
تھے۔ کیا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے پیدا کیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت میں شریک
ہو گئے ہیں۔ اس لئے اُس کی وحدانیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ یہ خوب جانتے

ہیں کہ خود ان کا اور تمام مخلوق کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی یہ اپنے جہل کی بنا پر اپنی بے یقینی سے باز نہیں آتے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان کے پاس آپ کی نعمتوں اور رحمتوں کے خزانے ہیں جن میں نبوت بھی شامل ہے کہ جس کو چاہیں نبوت و رسالت دے دیں یا یہ لوگ محکمہ نبوت کے حکمران ہیں کہ یہ لوگ جس کو رسول بنانے کی اجازت دیں اسی کو رسول بنایا جائے۔ پھر یہ آپ کی نبوت کا انکار کیوں کرتے ہیں حقیقت میں مالک متصرف تو صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے، وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے، کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر یہ لوگ آسمان کی باتیں سن لیں اور پھر یہ دعویٰ کریں کہ ہمارے پاس بھی آسمانی وحی آتی ہے جس سے ظاہر ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اگر کوئی ایسی جرات کرتا ہے تو اس کو چہ ہئے کہ وہ کوئی واضح دلیل لے کر آئے اور ثابت کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں (العیاذ باللہ) بلکہ فلاں شخص کو رسول بنایا گیا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ بھی ان کی بڑی بھاری غلطی ہے کہ یہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ کیا خوب تقسیم ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے پسند کریں اور اللہ کے لئے لڑکیاں تجویز کریں۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت دلائل سے ثابت ہو چکی ہے پھر بھی یہ لوگ آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے تو کیا اپنی تبلیغ پر ان سے کوئی معاوضہ طلب کر رہے ہیں جو ان پر بھاری پڑ رہا ہے یا ان کے پاس علم غیب ہے جس کو یہ لوگ لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر رہے ہیں۔ نہیں بلکہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ کے رسول کے ساتھ کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کی مخفی سازشیں یہی ظاہر کر رہی ہیں۔ یاد رکھو یہ دھوکے باز خود ہی اس برائی کا شکار ہوں گے۔ غرض یہ سب حقائق اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ قادر مطلق اور خالق کائنات ہے، اگر ان کو اب بھی تسلیم نہیں تو بتائیں کہ کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے۔ ہرگز نہیں، اللہ کی ذات ان چیزوں سے پاک و مبرا ہے جن کو یہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ (معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ۱۸۳-۱۸۵/۸)

منکرین کی ضد اور عناد

۴۹-۴۸: وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَرْكُومٌ ﴿۴۹﴾
فَذَرُهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿۵۰﴾ يَوْمَ لَا

يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٥٠﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥١﴾ وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٥٢﴾ وَمِنْ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٥٣﴾

اگر یہ لوگ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تب بھی کہ دیں گے کہ یہ تو تہ بہ تہ بادل ہے سو آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ پڑے جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اُس دن ان کی چالاکي ان کے کچھ کام نہ آئے گی اور نہ ان کو کہیں سے مدد پہنچے گی۔ بیشک ظالموں کے لئے اس کے علاوہ اور بھی عذاب ہیں لیکن ان میں سے اکثر کو معلوم نہیں۔ آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیجئے۔ آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور سونے یا مجلس سے اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے اور رات کو بھی ستاروں کو ڈوبنے کے وقت بھی اُس کی تسبیح کرتے رہیے۔

کسفاً ایک ٹکڑا۔ اسم جنس۔

مَرْكُومٌ تہ بہ تہ، جما ہوا، گہرا بادل۔ رُكْمٌ سے اسم مفعول۔

يُضْعَفُونَ وہ بے ہوش کئے جائیں گے، اُن کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پہلے معنی میں اضعاق سے اور دوسرے معنی میں صعق سے مضارع مجہول۔

تشریح: یہ مشرکین و منکرین اپنی سرکشی ضد اور بہت دھرمی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اللہ کے عذاب کو محسوس کر لینے کے بعد بھی ان کو ایمان کی توفیق نہ ہوگی۔ ان کی کیفیت تو یہ ہے کہ اگر یہ دیکھ لیں کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا اللہ کا عذاب بن کر ان کے سروں پر گر رہا ہے تو بھی انہیں یقین نہیں آئے گا۔ اور صاف کہہ دیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں بلکہ ایک گہرا بادل ہے جو پانی برسانے آ رہا ہے۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرَجُونَ ﴿٥٤﴾ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ﴿٥٥﴾

اگر ہم ان کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ وہاں چڑھ جائیں تب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں۔ بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (الحجر: ۱۴، ۱۵)

پس ان معاندین کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے یہ چند روز اور باتیں بنالیں۔ آخر جب قیامت کا دن آئے گا تو قہر الہی کی کڑک سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے کوئی مکاری وہاں کام نہ دے گی۔ آج جن معبودوں کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا مددگار جانتے ہیں اُس دن یہ لوگ ان سب کے منہ تکتے رہ جائیں گے اور کوئی ان کی ذرا بھی مدد نہ کر سکے گا۔ یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن ہی عذاب ہوگا اور یہ دنیا میں اطمینان و آرام سے زندگی گزار لیں بلکہ ان کے لئے دنیا میں بھی عذاب تیار ہے جو ان پر آ کر رہے گا لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَنَذِقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

ہم انہیں آخرت کے بڑے عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھائیں گے تاکہ یہ رجوع کریں۔ (الم السجدہ: ۲۱)

پھر فرمایا کہ آپ ان کی ایذا رسانیوں سے تنگ دل نہ ہوں بلکہ صبر و استقامت کیساتھ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے جو بہت جلد آپ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ آپ کو ان معاندین کی طرف سے ذرا بھی نقصان نہ پہنچے گا۔ کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری حفاظت میں ہیں آپ تو بس ہمہ وقت اپنے رب کی تحمید و تسبیح کرتے رہیے، خاص طور پر جب آپ سو کر اٹھیں یا نماز کے لئے کھڑے ہوں یا مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جائیں اور تہجد کے وقت اور صبح کے وقت جب ستارے غائب ہونے لگیں۔ (عثمانی: ۶۱۱/۲، ابن کثیر: ۲۴۵، ۲۴۶/۴)



درس سیرت

سید عزیز الرحمن

مقدمہ: مولانا زاہد الراشدی

ہمارے فاضل دوست مولانا سید عزیز الرحمن نے زیر نظر کتاب میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور ہماری عملی اور معاشرتی زندگی سے تعلق رکھنے والے سبق آموز واقعات اور ارشادات کا انتخاب پیش کیا ہے۔

پیش لفظ: ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری

مصنف نے سیرت پاک کے بے کراں سمندر میں غوطہ زن ہو کر قارئین کے سامنے نہایت درخشاں موتی نکال کر پیش کر دیئے ہیں۔ اس کتاب سے رسالت مآب ﷺ کی زندگی کی ایک چلتی پھرتی تصویر نگاہوں کے سامنے پھر نے لگتی ہے۔

تعارف: ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

یہ پچاس مختصر مضامین کا مجموعہ ہے، اگر ہر دن ایک درس پڑھا جائے اور اس پر غور کیا جائے تو پڑھنے والے کی فکر اور عمل کی کتنی ہی راہیں روشن ہو جائیں گی

صفحات: ۲۷۲ قیمت: ۱۴۰ روپے

ناشر

ذوالامکیٹ میڈی پبلشنگز